فروع دین

ہم نے سنّی مذہب کیوں چھوڑا؟

مع

مذہب سُنیہ پر ہزار سوال

-Raza-

مُصنّف

عبدالکریم مشتاق

فروع دین

میں نے سُنّی مذہب کیوں چھوڑا؟

مع

مذہب سنیہ پر ہزار سوال

مصنّف

عبدالکریم مشتاق ادیب فاضل

اطلاعِ عام

کتاب ہٰذا تبلیغی نقطۂ نگاہ سے مرتب کی گئی ہے جو افراد
اپنے عقائد پر تنقید پسند نہیں کرتے وہ اس کا مطالعہ نہ کریں۔

البتہ ایسے حضرات جو صحت مندانہ مباحثات میں دلچسپی رکھتے ہیں اور
افہام و تفہیم میں غیر جانبدارانہ رویّہ کے حامل ہیں وہ تحقیق حق و باطل کی خاطر مندرجہ
معروضات پر ضرور غور فرمائیں اُمید ہے کہ اُن کے طبائع سلیم پر یہ کتاب بار نہ
ہوگی اور انشاء اللہ راہِ نجات کا سنگِ میل ثابت ہوگی

جو غیر شیعہ حضرات اپنے مذہب کو حق سمجھتے ہیں، اُن کے لئے موقع
فراہم ہے کہ وکالتِ صفائی پیش کر کے اپنا دینی فریضہ
پورا کریں

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائی معروضات

لائقِ حمد و پاک ہے وہ ذات باری تعالیٰ جس نے ہدایت اور گمراہی میں امتیاز ظاہر کر دیا۔ صراطِ مستقیم کی نشاندہی فرمائی اور اولادِ آدمؑ کو اس راہ پر ثابت قدمی سے چلنے کی نصیحت کامل کی۔

مستحقِ درود ہیں وہ نفوس جو حکمِ خدا کے عین مطابق راہِ مستقیم پر گامزن ہوئے اور منجانب خدا ہی نوعِ انسان کے لئے سبیل مقرر ہوئے۔ اہلِ رحمت ہیں وہ ہستیاں جو ان ہادیانِ برحق کے قدموں کے درخشندہ نشانات کو مشعلِ راہ اعتقاد کر کے اُن کی پیروی کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے۔

بلاشبہ وہ لوگ قابلِ بیزاری ہیں جنہوں نے کفرانِ نعمت کرتے ہوئے اللہ کے بندوبستِ ہدایت سے منہ موڑا اور اپنے ناقص قیاس کو رہنما ٹھہرا لیا۔

اما بعدہٗ گذارش ہے کہ ہم نے اپنی کتاب "اصولِ دین" میں یہ بات ثابت کی کہ ادیانِ عالم میں صرف دینِ اسلام ہی ایک ایسا معتدل و موزوں دین ہے جو فطرت و شعور کے جملہ تقاضے پورے کرتا ہے لیکن شومیِ قسمت کہ حسبِ سابق کے مطابق یہ دینِ عقل و دانش بھی تفرقہ بازی سے محفوظ نہ رہا۔ لہٰذا ایک محقق کے لئے راہِ سعادت تلاش کرنا مشکل ہو گیا چنانچہ ہم نے انتہائی اختصار کے ساتھ فرقہائے اسلامیہ کے اصولِ دین کا ایک تقابلی

جائزہ پیش کر کے اس حقیقت کو پایۂ ثبوت تک پہنچایا کہ اسلامی فرقوں میں سے صرف مذہب اہلبیتؑ یعنی "شیعہ اثناعشریہ" ہی ایک ایسا معقول و فطری مذہب ہے جس کے "اُصول دین" معیاری، قابل قبول اور فطرت و عقل سے ہم آہنگ ہیں اور یہ ایسی منفرد خصوصیت ہے جو کسی بھی دوسرے اسلامی فرقے کو حاصل نہیں ہے۔

اسی طرح کتاب ہٰذا میں ہم دیگر مسلمانوں اور شیعہ امامیہ اثناعشریہ کے "فروع دین" کا ایک جائزہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں اور دعویٰ عام کر رہے ہیں کہ یہ خوبی بھی صرف ہمارے ہی مذہب کو حاصل ہے کہ اس کے تمام فروع عین مطابق قرآن و سُنّت ہونے کے ساتھ ساتھ فطرۃً بھی انتہائی مناسب و معقول ہیں اور غیر شیعہ مسلمانوں کے "ارکان دین" کتاب خدا و سُنّت رسول خدا کے غیر مطابق اور خلاف فطرت و دانش ہیں۔

پس ملّت اسلامیہ میں مروّجہ مذاہب میں کا صرف وہی مذہب لائق اتباع ہو سکتا ہے جس کو وحی کی تائید، پیغمبرؐ کی تصدیق اور عقل و خرد کی حمایت حاصل ہو اور یہ خاصیتیں سوائے مذہب امامیہ شیعہ اثناعشریہ کے اور کسی مذہب میں موجود نہیں ہیں حالانکہ بظاہر تمام مذاہب باعث نجات ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

اس تصنیف کا مقصد اسی دعویٰ کو ثابت کرنا ہے مگر صرف "فروع دین" کی حدود میں اس کے علاوہ قارئین و محققین کی دلچسپی و اعانت افہام و تفہیم کو مدّنظر رکھتے ہوئے جس طرح "اصول دین" میں سو سوال پوچھے ہیں اسی طرح اب مذہب غیر شیعہ پر ایک ہزار سوالات کئے ہیں یہ سوالات ایک طرف تو وہ وجوہات بھی ہیں جو میرے آبائی مذہب کو ترک کر دینے کا باعث قرار پائیں دوسری طرف منصف مزاج، غیر جانبدار اور متلاشیانِ حق کے لئے تحقیق حق اور ابطال باطل کے لئے کسوٹی ہیں ہر سوال اپنی جگہ پہ جواب بھی ہے اور لاجواب بھی کیونکہ ہر سوال کا جواب خواہ وہ مخالفت میں ہو یا موافقت میں میرے مسلک کے لئے ایک دلیل ہوگا۔

سائل نے سوالات پوچھتے وقت جُنبہ داری اور ریاکارانہ آداب کی پاسداری نہیں کی ہے لیکن رواداری سے بُعد اختیار کرنے سے اجتناب کیا ہے کیونکہ دین کا معاملہ ہے۔ نجات دائمی کا سوال ہے۔ لہٰذا اپنے فہم و ادراک کے مطابق صرف تحقیق کو مدِنظر رکھتے ہوئے یہ سوالات دریافت کئے گئے ہیں۔

بیشتر سوالات میں حضرات ثلاثہ اور بزرگان اہلسنت کے بارے میں (شیعہ نظریات کے مطابق) اُن باتوں کو پوچھا گیا ہے جو باعث اختلاف ہیں۔ بقول اہلسُنّت محض من گھڑت الزامات ہیں لہٰذا برادران اہلسُنّت کے لئے یہ موقعہ فراہم کیا گیا ہے کہ وہ شیعوں کی غلط فہمی (بقول لہ) دور فرماکر ثواب دارین حاصل کریں۔

ایک وضاحت کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ ایسے حضرات جو اندھی تقلید اور آبائی عقیدت کی وجہ سے اصحاب پر تنقید برداشت نہیں کرتے وہ ان سوالات کا مطالعہ نہ کریں لیکن اگر وہ مطمئن ہیں کہ ان کا اختیار کردہ مذہب ہی مذہب حق ہے تو کم سے کم اپنے مذہب کی صفائی پیش کرنے کی غرض سے ان کا مطالعہ فرما کر اپنے مسلک کی وکالت کا فریضہ پورا کریں۔

ہم تحریراً وعدہ کرتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان بھائی ان سوالات کا تسلی بخش عقلی و نقلی جواب دے گا تو ہم اُس کے نظریات کو صدق دل سے قبول کرلیں گے۔

چونکہ ہم بنیادی طور پر اتحاد ملّت کے حامی ہیں اسی لئے رشتۂ اخوت کے استحکام کی خاطر ہم نے یہ سعی کی ہے کہ دو مسلمان بھائیوں میں آپس کی غلط فہمیاں دور ہوسکیں اگر ہماری اس کوشش کو قارئین کی تائید حاصل ہوئی تو انشاء اللہ جلد ہی مزید ایسے دس ہزار سوالات پیش کئے جائیں گے کہ ہر شخص آزادانہ طور پر اپنے مذہب کی تحقیق کرسکے۔ اور فریقین کے نظریات و عقائد کی جانچ پڑتال کرکے راہ ہدایت منتخب کرے۔

میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السّلام کے صدقے

میں ہماری پرخلوص کاوش کو قبول کرے۔

تمام اہل اسلام کو متحد فرمائے اور

مومنین کو دونوں جہانوں میں کامیابی و کامرانی عطا کرے۔(آمین)

طالب دعا

عبدالکریم مشتاق

8/11/G/3 ناظم آباد

کراچی ۱۸

۹ نومبر ۱۹۷۶ء

بروز منگل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ شفیع المذنبین محمد وآلہ الطیبین الطاہرین المعصومین واصحابہ المخلصین الکاملین۔

اسلام سے پہلے "مذہب اور دنیا" میں جدائی کی خلیج حائل تھی کہ اہل مذاہب کا یہ نظریہ تھا کہ مذہب اور انسانی تہذیب وتمدن کے مابین کوئی مؤثر رشتہ نہیں ہے بلکہ زمانہ جاہلیت میں مذہب کا صحیح تصوّر ہی یہ سمجھا جاتا تھا کہ مادی علائق سے نفرت، لذات دنیوی سے کراہت اور عالم اسباب سے لاتعلقی اختیار کی جائے اور یہ در اصل یہی تقسیم مذہب سے بیگانگی کا باعث ہوئی اور دنیا نے لامذہبیت کے رجحان کو اپنا مذہب بنالیا۔

سرکار رسالت مآب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس باطل نظریئے اور جاہلانہ تصوّر کی سختی سے تردید فرمائی اور دین و دنیا سے مربوط، تہذیب وتمدن سے منسلک ایسا مذہبی نظام ہمہ گیر تعلیم فرمایا جو ہر مادّی و روحانی مشکل کا حل پیش کرتا ہے حضورؐ نے اپنے پیش کردہ مکمل و جامع نظام حیات انسانیہ کو خود اپنے دست مبارک سے دنیا کو چلا کر دکھایا اور اس حقیقت کو عملاً ثابت کیا کہ دین وہ ہے جو زندگی کے جملہ پہلوؤں پر محیط ہو۔ دین حیات انسان کا جزو محض نہیں بلکہ تمام زندگی ہے۔ زندگی کی روح ہے اس کی قوت محرکہ ہے۔ دین فہم و شعور اور فکر و نظر کا نام ہے۔ صحیح و غلط کے امتیاز کرنے کی کسوٹی کو دین کہتے ہیں۔ کائنات کے ہر میدان میں ہر قدم پر راہ راست و کجروی کے درمیان خط فاصل کا نام دین ہے دین وہ عالمگیر دستور حیات ہے کہ راہ راست پر استقامت اور پیش قدمی کی دعوت

دیتا ہے اور مضر راہوں سے اجتناب کی نصیحت کرتا ہے دین ہر نفس کو مہد سے لحد تک تمام مراحل میں کامیابی و سعادت کی ضمانت مہیا کرتا ہے۔

ادیان عالم میں سے اسلام کا طرۂ امتیاز ہی یہ ہے کہ یہ زندگی کا ایک ضمیمہ بننے کی خاطر طلوع نہیں ہوا ہے بلکہ پوری زندگی سے متعلقہ ایک خاص طرزِ فکر اور منفرد نقطۂ خیال رکھتا ہے۔ اس کا اپنا طرز عمل ہے جس سے وہ تمام تصفیہ طلب مسائل کو حل کرتا ہے۔ ایک صحت مند معاشرہ کی تشکیل کرتا ہے اور تہذیب و تمدن کو اس طرح اپنے اندر سمو لیتا ہے جیسے دودھ میں شکر ملا لی جائے۔ حقوق و فرائض کی حفاظت کا ذمہ دار ٹھہرتا ہے انسان پر خدا کے کیا حقوق ہیں۔ ماں باپ، اہل و عیال اور حقوق العباد حتیٰ کہ کائنات کی ہر چیز اور ہر قوت کے کیا حقوق ہیں؟ ان کی وضاحت کر کے ایک ایسا لافانی اخلاقی نصب العین مرتب کرتا ہے کہ تمام جدّ و جہد کو خواہ وہ کسی میدان میں ہو یا یہاں پر ایک مرکز کی طرف رجوع کرتی ہیں۔

انفرادی زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے معاملہ سے لے کر اجتماعی مسائل تک اس کا یکساں معیار کارفرما ہے خورد و نوش، طہارت و پاکیزگی، پوشش و پوشاک لین دین باہمی گفت و شنید، صنفی و معاشرتی معاملات الغرض ہر معاملہ میں حدود متعین کر کے انسانی معاشرت کو معتدل ماحول بخشتا ہے۔

اسلام کی نگاہ میں دنیا و آخرت دونوں ایک ہی مسلسل زندگی کے دو مرحلے ہیں پہلا مرحلہ سعی و عمل کا ہے اور دوسرا مرحلہ نتائج کا ہے جیسا عمل اس دنیا میں کیا جائے گا ویسا ہی نتیجہ اس دنیا میں ظاہر ہو گا۔ اسلام کا مقصد آدمی کے ذہن و عمل کو اس طرح ظاہر کرنا ہے کہ زندگی کے اس ابتدائی مرحلہ میں دنیا کو صحیح طریقہ سے برتیں جس سے دوسرے مرحلے میں مفید نتائج حاصل ہوں پس اسلام میں پوری زیست مذہبی زندگی ہے اور اس میں اعتقادات و عبادات سے لے کر تمدن و معاشرت اور سیاست و معیشت کے اصول و فروع تک ہر چیز ایک ہی مقصدی ربط کے ساتھ مربوط ہے اور یہی خصوصی شانِ اسلام ہے اور اسی امتیاز کی وجہ سے ہمارا دین زندگی کا مکمل ضابطہ اور دستور العمل ہے۔

اعتقادات کو مذہبی زبان میں اصول کہتے ہیں اور عام فہم گفتگو میں ہم اسے بنیادی نظریات کا نام دے دیتے ہیں یا (THEORY) کہہ لیتے ہیں اور عبادات کو اصطلاح اسلام میں فروع یا ارکان کہا جاتا ہے۔ جسے عام روزمرہ کی زبان میں اعمال کہہ سکتے ہیں۔ یا PRACTICAL سمجھ سکتے ہیں۔

عبادت کا اسلامی تصوّر

اسلام کے لغوی معنی سپردگی یا اطاعت ہیں یعنی اسلام خالقِ ربانی کی اطاعت کا دوسرا نام ہے۔ کائنات کی ہر شے اپنے مالک کے قانون کی مطیع ہے لہٰذا وہ مسلم ہے۔ انسان بھی چار و ناچار خدا کا تابع فرمان ہے۔ اس کے کچھ حصے فطرۃً اطاعت خداوندی میں مشغول ہیں مثلاً حرکت قلب و نبض، گردش خون، نظام تنفس وغیرہ لیکن انسانی زندگی کا ایک حصہ ایسا ہے جس کو خدا نے انسان کے ارادے پر آزاد چھوڑ دیا ہے جو لوگ اپنی اس ارادی زندگی میں تعلیمات اسلام کو قبول کرنے کا ارادہ کرتے ہیں انھیں مُسلم کہا جاتا ہے۔

اسلام کی حکیمانہ تعلیمات پر عمل کرنا "عبادت" کہلاتا ہے۔ یعنی ہر وہ عمل جو خدا اور رسولؐ کے مقرّرہ طریقوں سے بلا کسی تبدیلی، خوشنودی خدا و رسولؐ کی خاطر کیا جائے عبادت خُدا ہے کیونکہ مفہوم عبادت یہ ہے کہ خُدا کے حکم کی تعمیل کلّی ہو۔ لہٰذا اگر خدا و رسولؐ کے خلاف کسی غیر کی اپنی پسند کے مطابق کوئی وضع کردہ یا تبدیل کردہ نام نہاد عبادت روشناس کرائی جائے تو ایسی عبادت خُدا کی نہیں بلکہ اس شخص کی ہوگی جس نے اپنی مرضی سے اصل عبادت کی شکل تبدیل کی یا اپنے زعم سے کوئی جدید عبادت متعارف کرائی۔

عبادت کے متعلق مسلمانوں میں آج بھی دورِ جاہلیت والا تصوّر زندہ ہے کہ انسان ترکِ دُنیا کرکے عام زندگی سے الگ ہو کر خُدا سے لو لگائے اور نام نہاد

ریاضت کے ذریعے اپنی اندرونی طاقتوں کو نشو نما دے یعنی ایک زندگی کو قربان کر کے دوسری زندگی حاصل کرے لیکن اسلام ایسی عبادت قبول نہیں کرتا ہے۔
جیسا کہ ارشاد ہے کہ لا رھبانیۃ فی الاسلام اور امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ "اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں جس نے دین کو دنیا کے لئے اور دنیا کو دین کے لئے چھوڑ دیا۔"

دیگر مذاہب میں عبادت جزو زندگی ہے۔ مگر اسلام حقیقی میں عبادت در اصل ساری زندگی ہے کہ مسلمان کی ہر حرکت عبادت ہے اسلام نے اپنی یگانہ شریعت کی عمدہ تعلیم سے اس کا انتظام کیا کہ یادِ الٰہی تحت الشعوری طبقاتِ نفس میں راسخ ہو جائے حلال و حرام کی پہچان سے بھی در اصل مقصد تکمیلِ انسانیت پورا ہوتا ہے کہ حلال چیزوں کا کھانا عبادت ہے اور حرام چیزوں سے پرہیز کرنا بھی عبادت ہے۔
اسلام عبادت کا معیار یہ قرار دیتا ہے کہ کثرت میں بیٹھو اور وحدت کا جلوہ دیکھو تمام دنیوی ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہوئے بھی اپنے خالق کے حقوق کو یاد رکھو اور کبھی اللہ کو مت بھولو۔

علماء کے نزدیک عبادت کے دو معنی ہیں ایک معنی خاص کہ نماز، روزہ وغیرہ وغیرہ اور دوسرے معنی کے لحاظ سے عبادت جامع و ہمہ گیر ہے۔ موضوع کتاب "فروع دین" ہے لہٰذا ہم مذہب امامیہ کی روشنی میں "فروع دین" پر اظہار خیال کرتے ہیں۔

فروع دین

مذہب امامیہ شیعہ کی رو سے "فروع دین" یعنی دین کی شاخیں عموماً چھ ہیں۔

۱۔ نماز ۲۔ روزہ ۳۔ زکوٰۃ ۴۔ خمس
۵۔ حج ۶۔ جہاد

مذکورہ بالا عبادات میں سب سے اہم نماز ہے اور اس کی اہمیت دو باتوں سے ظاہر ہے اوّل یہ کہ جتنی دوسری عبادتیں ہیں (بمعنی خاص) ان میں کچھ نہ کچھ افراد ایسے ضرور نکلیں گے جنھیں وہ عبادات انجام نہ دینا پڑے مثلاً حج کہ اس میں استطاعت کی شرط ہے۔ روزہ میں مسافر و بیمار کو رعایت ہے۔ خمس و زکوٰۃ مخیر حضرات پر واجب ہے اور جہاد میں ضعیف و مستورات کا استثناء موجود ہے۔ مگر نماز وہ فریضہ ہے کہ سوائے عورتوں کے چند ایام کے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا جاتا ہے بشرطیکہ انسان صاحب ہوش و حواس ہو۔ لہٰذا ہم سب سے پہلے نماز ہی کو موضوع سخن قرار دیتے ہیں۔

نماز

نماز کو عماد الدین کہا جاتا ہے اور حدیث رسولؐ کے مطابق نماز مومن کی معراج ہے۔ نماز کی اہمیت اس بات سے واضح ہوتی ہے کہ جس قدر تکرار کے ساتھ نماز کا حکم آیا ہے اور کسی فریضہ کا نہیں ہے نماز کا تمام عبادات میں یہ خاص امتیاز ہے کہ وہ اسلام کے پورے پیغام پر ناطق حیثیت سے حاوی ہے اور اس کی تفصیل ترجمہ نماز و تشریح سے معلوم ہوتی ہے دوسرا خاص پہلو اسکا یہ ہے کہ وہ طریق حیات جس کی اسلام نمائندگی کرتا ہے نماز میں شرائط یا اجزا کی صورت میں محفوظ کر دیا گیا ہے اسی لئے " صلوٰۃ " کہا گیا کہ معنی اس کے نظام و تنظیم کے ہوتے ہیں۔

نماز کے لئے لباس ضروری ہے حتیٰ کہ تنہائی و تاریکی وغیرہ میں بھی حالت برہنگی میں نماز نہیں ہو سکتی ہے۔ عورتوں کے لئے چہرہ و ہاتھوں کے علاوہ جسم کا کوئی حصّہ کھلا ہونا حالت نماز میں درست نہیں ہے۔ پھر طہارت نماز کے لئے ضروری ہے خاص حالات میں غسل ورنہ وضو ضروری ہے۔ وضو میں کلیاں کرنا ناک میں پانی ڈالنا مستحبات میں داخل ہے مسواک کی تاکید، خوشبو کا استعمال۔ وغیرہ ایک طرف رہبانیت کی نفی کرتے ہیں تو دوسری طرف انسانی بود و باش کے انتہائی اہم پہلو یعنی انسان کو جسم و لباس کا خیال رکھنا چاہئے کی جانب متوجہ کرتے ہیں پھر

یہ کہ انسان ایسا بھی نہ ہو کہ ان چیزوں میں منہمک رہے اور فرائض سے غافل ہو جائے لہٰذا لباس میں جائز و ناجائز کی قیود عاید ہیں اور ذوقِ آرائش کے حدود مقرر ہیں۔ خدا جمیل ہے لہٰذا زیب و زینت کو ناپسند نہیں کرتا۔ بلکہ قرآن مجید میں ہے۔ خذوا زینتکم عند کل مسجد "یعنی نماز کے موقع پر زینت کر کے حاضر ہو۔ مگر ساتھ ہی کچھ پابندیاں ہیں مثلاً مرد ریشم نہ پہنے مگر جہاں ریشم مفید ہو وہاں اجازت ہے کہ جہاد کے موقع پر استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ریشم زخموں کے لئے علاج بھی ہے۔

المختصر نماز افضل العبادات ہے۔ اور مشہور ہے کہ روزِ حشر اس کی اوّلین پرسش ہوگی پس اسی قدر اہم و ضروری عبادت کو بجالانے سے قبل یہ ضروری ہوگا کہ اچھی طرح اطمینان کر لیا جائے کہ میری نماز زمرہ عبادت میں شمار ہوگی بھی یا نہیں؟

ظاہر ہے کہ قابل قبول عبادت وہی ہو سکتی ہے جو بالکل اسی طرح کی جائے جس طرح شارع علیہ السلام نے تعلیم فرمائی اور اگر حضورؐ کی تعلیم کے خلاف کسی عمل میں بھی ردوبدل ہوگا تو وہ عبادت نہیں ہے۔ چونکہ نماز افضل عبادات ہے اس لئے ضروری ہے کہ اسے بعینہٖ اسی طرح ادا کیا جائے جس طرح کہ رسولؐ مقبول نے حکم فرمایا

چنانچہ اب ہم اسلامی مذاہب میں وہ صحیح طریقہ نماز تلاش کرتے ہیں جو حضورؐ نے تعلیم فرمایا یہ بات متفق بین الفریقین ہے کہ نماز کے لئے وضو ضروری ہے اور اگر وضو ہی صحیح نہ ہو تو نماز نہیں ہو سکتی۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ نماز سے قبل ہم تحقیق وضو کریں اور دیکھیں کہ کس مسلک کا طریقہ وضو بمطابق کتاب و سنت ہے۔

وضو چنانچہ ارشاد رب العزت ہے کہ

یا ایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برءوسکم وارجلکم الی الکعبین

(سورۃ المائدہ پ ۶)

یعنی اے ایمان والو جب تم نماز کے لئے تیار ہو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں

کو کہنیوں تک دھو لیا کرو۔ اور اپنے سروں کا اور پاؤں کا ٹخنوں تک مسح کیا کرو۔"
آیت بالا میں خداوند حکیم نے صاف صاف الفاظ میں منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھونے اور سر اور دونوں پیروں کے ٹخنوں تک مسح کرنے کا حکم دیا ہے خط کشیدہ الفاظ بالکل ظاہر ہیں اور کسی تاویل و تشریح کے محتاج نہیں ہیں۔
اسی قرآنی حکم کے مطابق ملت شیعہ امامیہ کا عمل ہے جبکہ غیر شیعہ حضرات مسح کرنے کی بجائے حکم خدا کے خلاف اپنے پیروں کو دھوتے ہیں دیگر مسلمان بھائیوں نے یہ صریح مخالفت خداوندی کس کی خاطر گوارہ کی ہے اس سے ہمیں سروکار نہیں ہے سیدھی بات ہے کہ عمل رسولؐ حکم خدا کے خلاف ناممکن ہے لہٰذا یہ مسئلہ کسی اور ہی مجتہد صاحب کا ہے حالانکہ اکثر علمائے اہل سنت نے بھی شیعوں کے اس عمل کو صحیح تسلیم کیا ہے جیسا کہ امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ
" دونوں پاؤں دھونے اور مسح کرنے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے قفال نے اپنی تفسیر میں ابن عباسؓ و انس بن مالک و عکرمہ و شعبی اور امام محمد باقرؑ سے نقل کیا ہے کہ دونوں پاؤں کا مسح کرنا واجب ہے یہی مذہب شیعہ امامیہ کا ہے۔ اور فقہا و مفسرین کی جمہوری جماعت کہتی ہے دونوں پاؤں کا دھونا فرض ہے اور داؤد اصفہانی کا قول ہے کہ دھونا اور مسح کرنا دونوں واجب ہیں۔ اور یہی قول ناصر حق کا ہے جو فرقہ زیدیہ کے امام ہیں۔ اور حسن بصری اور محمد بن جریر طبری کا بیان ہے کہ وضو کرنے والا پاؤں کے دھونے یا مسح کرنے میں "ارجلکم" کے لام کی اور زبر کی مشہور قرأت کی بنا پر مختار ہے۔ ہاں ابن کثیر اور حمزہ اور ابو عمر اور عاصم نے روایت ابو بکر میں "ارجلکم" کے لام کو زیر سے پڑھا ہے۔" (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۴۲۶)

جرِ جوار کی بحث

جو لوگ وضو میں دونوں پاؤں کے مسح کے خلاف اور پاؤں دھونے کے قائل ہیں وہ آیت وضو پر گرامر کی بحث کرتے ہیں اور عذر کرتے ہیں کہ آیت وضو میں "برؤسکم" میں سین کے نیچے زیر کی وجہ سے "جر جوار" کی ہے۔ لیکن خود علمائے اہلسنت ہی نے اس

کو باطل قرار دیا ہے جیسا کہ امام اہلسنت فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں یہ بحث اِس طرح کرتے ہیں۔

"ہم کہتے ہیں قرأت جر" مقتضی ہے کہ ارجلُ " معطوف ہو رؤس" پر تو جس طرح سر کا مسح واجب ہوا اسی طرح پاؤں کا بھی مسح ہی واجب ہوا پس اگر یہ کہا جائے کہ کیوں نہ اسے جر" جوار کہنا جائز مانا جائے؟ تو ہم (جواباً) کہتے ہیں یہ عذر کئی وجوہ سے باطل ہے۔ وجہ اول یہ ہے کہ جر" جوار لحن" میں شمار ہوتی ہے جو کہ سخت ضرورت کی وجہ سے صرف شعر میں برداشت کی جاتی ہے۔ اور اللہ کے کلام کا ایسی ضرورت شعر سے منزہ ہونا واجب ہے[1]۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جر جوار کی جانب میلان محض اس جگہ ہو سکتا ہے کہ جہاں التباس (یعنی اشتباہ مفہوم) سے امن ہو۔ کمافی قولہ جحر ضب خرب اور اس آیت (یعنی آیۂ وضو) میں التباس (یعنی معنوں کے مشکوک ہونے) سے امن غیر حاصل ہے[2]۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ جر" جوار حرف عطف کے بغیر ہوتی ہے۔ یہاں (آیت وضو میں) حرف عطف موجود ہے"۔ (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۵۴۶)

پھر امام رازی نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ کعب اس ہڈی کو کہتے ہیں جو پاؤں کے جوڑ کے نیچے ہوتی ہے۔ اس لئے پاؤں کی پشت کا مسح واجب ہوا"

امام اہلسنّت فخر الدین رازی صاحب کی یہ بحث "جر" جوار" کے عذر کو باطل کر دینے کے لئے کافی ہے۔ تاہم مزید اطمینان کے لئے علامہ اہلحدیث نواب صدیق حسن بھوپالی کی تفسیر فتح البیان جلد ۳ صفحہ ۲۱۶ میں ملاحظہ فرمائیں کہ موصوف کہتے ہیں" اگر جر" جوار فصیح کلام میں واقع ہو تو وہ حرف واؤ کے بغیر ہوتی ہے" پس سنّی حضرات کے عذر کو صحیح تسلیم کر لینے سے خدا کے کلام کو غیر فصیح ماننا پڑتا ہے جو کہ منافی ایمان ہے۔

---

[1] یعنی اگر اہلسنّت کا یہ نامعقول عذر مان لیا جائے کلام خدا میں نقص تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ [2] یعنی گنجائش شبہ ہے

روضۃ الندیہ شرح در بہیہ جلد ۱ صفحہ ۲ میں ہے کہ پیر) "دھونے کے قائلوں نے کج بحثی کی ہے پس انھوں نے جر کو جوار پہ محمول کیا ہے"۔ اور مزید لکھا ہے کہ "یہ کج بحثی اُسی بے انصافی کا نتیجہ ہے جو بوقت اختلاف ہوا کرتی ہے" اور علم نحو کی مشہور کتاب "متن متین" مطبوعہ صحافی لاہور ۱۳۰۱ھ کے صفحہ ۱۶۳ تا صفحہ ۱۶۹ میں "المغنی" اور "الفیہ" شیخ سیوطی کا حوالہ دیکر لکھا ہے کہ "جر جوار نعت میں قلیل، تاکید میں نادر اور عطف میں ممتنع ہے جہاں معلوم ہو کہ مقصود کے خلاف مفہوم زیادہ ظاہر کرے گی"۔ اور شرح مائۃ عبدالرسول مطبوعہ احمدی ۱۲۸۹ھ کے صفحہ ۱۱ پر تحریر ہے کہ "جر جوار" صفت میں قلیل اور تاکید میں نادر آتی ہے عطف میں ممتنع ہے اور مقصود کے مشتبہ ہونے والی جگہ پہ خاص طور سے ممتنع ہے۔

پس مندرجہ بالا شواہد علم نحو کے بعد آیت وضو میں ارجلکم کی قرأت جر میں جر جوار کا عذر قطعاً باطل ہے اور حکم مسح قطعاً ثابت ہے۔

شیخ محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ جلد اوّل صفحہ ۴۴۸ میں لکھتے ہیں کہ پس ہمارا مذہب ہے کہ (ارجلکم) کے لام پہ نصب اس کو حکم مسح سے خارج نہیں کرتی پس تحقیق یہ واؤ معیت کا قرار پائے گا۔ اور معیت کا واؤ نصب دیتا ہے جیسا کہ بولتے ہیں "قام زید وعمرا" یعنی کھڑا ہوا زید ساتھ عمر کے یعنی اسی طرح ارجلکم برؤسکم کے ساتھ حکم میں آیا ہے۔

آئمہ و علماء اہل سنت والجماعت کی تحریر کردہ عربی گرامر کی بحثوں کے بعد اس امر کی ہرگز گنجائش نہیں رہتی کہ قرآن کی آیت وضو میں پاؤں دھونے کا حکم نکل سکے لہٰذا ثابت ہوا کہ قرآن مجید میں پاؤں کے مسح کرنے کا ہی حکم ہے دھونے کا نہیں چنانچہ محی الدین ابن عربی نے مجبوراً اقرار کیا ہے کہ "ظاہر کتاب (قرآن مجید) سے تو وضو میں پاؤں کا مسح ہی ہے اور پاؤں دھونا سُنّت سے ہے"۔

شیخ ابن عربی کے اس قول کا جواب ہماری جانب سے یہ ہے کہ جو قرآن کے خلاف ہو وہ سُنّت نبوی نہیں ہے ۱؎ کیونکہ حضورؐ ہرگز قرآن کی مخالفت نہیں کر سکتے۔

۱؎ شاید ایسی ہی سنت ہے جس کے سنی اہل سنت ہیں۔

تھے لہٰذا ایسی احادیث ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتی ہیں جو قرآن کے خلاف ہوں جب قرآن مجید سے حکم مسح ثابت ہے تو پھر پاؤں دھونے کی روایات کو قرآن کے خلاف ہونے کی وجہ سے کس طرح صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

نوٹ:- "ارجلکم" کے لام پہ زیر و زبر کی بحث کوئی اہمیت نہیں رکھتی ہے کیونکہ دونوں ہی صورتوں میں حکم مسح اقوال اہلسنت سے ثابت ہے۔

اہلبیتؑ و اصحاب رسولؐ کے متعلق کتب اہلسنت میں مرقوم ہے کہ اُن کی قراءت میں لام پہ زبر نہیں بلکہ زیر ہے ثبوت کے لئے ملاحظہ کریں تفسیر جامع البیان علامہ ابن جریر جزء العاشر صفحہ ۵۵ صفحہ ۵۹ صفحہ ۶۰، صفحہ ۶۱ وغیرہ۔

تفسیر فتح البیان علامہ اہلحدیث نواب صدیق حسن قنوجی بھوپالی مطبوعہ صدیقی بھوپال الجزء الاول تفسیر سورۃ المائدہ صفحہ ۶۹۲ کی عبارت یوں ہے۔

"یعنی قرطبی نے کہا حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا گیا ہے کہ انھوں نے فرمایا "وضو دو دھونے اور دو مسح ہے" اور عکرمہ اپنے دونوں پاؤں کا مسح کرتے تھے انھوں نے کہا پاؤں دھونے کا حکم نہیں ہے محض اُن کے مسح کا حکم نازل ہوا ہے۔ اور عامر شعبی نے کہا حضرت جبرئیل مسح کے حکم کے ساتھ نازل ہوئے اور قتادہ نے کہا اللہ نے دو دھونے اور دو مسح فرض کئے ہیں"

پس معلوم ہوا کہ صحیح وضو اسی مذہب کا ہوگا جو دو مسح و دو دھونے پر عامل ہو۔ اور ظاہر ہے یہ عمل مذہب شیعہ ہی میں موجود ہے۔ جب قرآن سے پاؤں کا مسح ثابت ہے تو یقیناً سُنّتِ رسولؐ بھی یہی ہے لہٰذا اس کا ثبوت پیش خدمت ہے۔

رسولؐ مقبول نے پاؤں کے مسح کا حکم دیا

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری علامہ عینی مطبوعہ دار الطباعۃ العامرہ مصر جلد اوّل صفحہ ۶۵۹ میں مرقوم ہے۔

"یعنی اس (وجوب مسح کی حدیثوں) میں سے حدیث رفاعہ ابن رافع نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کسی کی نماز تمام نہیں ہوگی جب تک وہ اللہ کے حکم کے مطابق وضو نہ کرے۔ پس دھوئے اپنے منہ کو اور

اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک اور مسح کرے اپنے سر کا اور اپنے دونوں پاؤں کا ٹخنوں تک "

علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو حافظ ابو علی طوسی، ابو عیسیٰ ترمذی اور ابوبکر بزار نے حسن مانا ہے۔ حافظ ابن حبان اور ابن حزم نے اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ علاوہ ازیں ملاحظہ فرمائیں شرح معانی الآثار طحاوی مطبع الاسلامیہ لاہور جلد ۱ صفحہ ۲۱

رسولؐ خدا مسح کرتے تھے مندرجہ ذیل کتب اہلسنت میں لکھا ہوا ہے کہ رسولؐ کریم وضو میں اپنے دونوں پاؤں کا مسح فرماتے تھے۔

۱۔ اصابہ فی تمیز الصحابہ حافظ ابن حجر عسقلانی مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۱۹۲ ترجمہ تمیم بن زید (اس کتاب میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں)

۲۔ تفسیر ابن جریر طبری مطبوعہ دارالمعارف مصر جلد ۱۰ صفحہ ۵۸

۳۔ نیل الاوطار شوکانی جلد ۱ صفحہ ۱۶۴

۴۔ شرح معانی الآثار طحاوی مطبوعہ لاہور جلد ۱ صفحہ ۲۱

۵۔ کنز العمال علامہ علی متقی جلد ۵ صفحہ ۱۰۲ حدیث ۲۱۹۳ اور صفحہ ۱۰۴ حدیث ۲۲۰۴

مذہب اہلبیتؑ پاؤں کا مسح کرنا ہے حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام بھی وضو میں پاؤں کا مسح ہی کرتے تھے۔ ملاحظہ کیجئے مسند امام اہل سنۃ والجماعۃ احمد حنبل مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۱۱۶۔

امام محمد باقر علیہ السلام بھی مسح ہی کرتے تھے۔ ثبوت کے لئے دیکھئے۔ تفسیر ترجمان القرآن اہلحدیث علامہ صدیق حسن بھوپالی مطبوعہ لاہور جلد ۳ صفحہ ۸۴۲

اصحاب رسولؐ اور تابعین کا عمل ہم نے گذشتہ اوراق میں امام

فخرالدین رازی اور علامہ نواب صدیق حسن بھوپالی کے اقرار سے ثابت کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ، عکرمہ، شعبی، قتادہ، حسن بصری وغیرہم کا عمل وضو میں پیروں کا مسح کرنا تھا اس سلسلہ میں مزید ثبوت حسب ذیل کتب میں ملاحظہ کریں۔

۱۔ عمدۃ التفسیر حافظ ابن کثیر مطبوعہ دارالمعارف مصر جلد ۴ صـ ۹۷

۲۔ تفسیر معالم التنزیل بر حاشیہ تفسیر خازن مطبوعہ مصر جزالثانی صـ ۱۶

۳۔ تفسیر ترجمان القرآن نواب صدیق حسن بھوپالی جلد ۳ صـ ۸۲۲

میں۔ ابن عمر و علقمہ امام محمد باقرؑ و حسن بصری و جابر اور ابن زید وغیرہم سے پاؤں کا مسح مروی ہے۔

جب قرآن مجید اور احادیث کتب اہل سنۃ والجماعۃ سے یہ بات بخوبی ثابت ہو جاتی ہے کہ وضو میں پاؤں کے دھونے کا حکم نہیں بلکہ مسح کرنے کا ہے تو علمائے اہلسنت عجیب و غریب عذر بناتے ہیں مثلاً علامہ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ

"صحابہ میں سے حضرت علیؑ اور ابن عباسؓ اور انس بن مالک پاؤں دھونے کے مخالف تھے لیکن بعد میں حضرت علیؑ اور ابن عباسؓ نے رجوع کر لیا تھا"، جس کا مطلب صاف ہوا کہ باب مدینۃ العلم اور بحر العلوم جیسے جلیل القدر بزرگان کچھ عرصہ غلط ہی وضو کرتے رہے حالانکہ یہ بات ناقابل اعتبار ہے کیونکہ حضرت علیؑ نے حضورؐ کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھی اور جناب عبداللہ ابن عباس حضرت امیرؑ کے شاگرد تھے اُن کو وضو حضورؐ نے خود سکھایا تھا پس ایسے عذر سے صفائی کی راہ ڈھونڈنا معقول طریقہ نہیں ہے بلکہ دراصل حضرت علیؑ، انس بن مالک اور جناب ابن عباسؓ پہ بہتان باندھنا ہے اور اُن کی توہین کرنا ہے کہ اتنی قرابت رسولؐ کے باوجود وہ وضو تک بھی نہ جانتے تھے۔

بعض حضرات اہل سنۃ والجماعۃ یہ روایت پیش کر دیتے ہیں کہ "ایڑیوں کی خرابی ہے آگ سے"، ایسی روایات اولاً تو خلاف قرآن ہیں دوم خود علمائے اہلسنت نے ان کو ٹھکرا دیا ہے جیسا کہ علامہ وحید الزمان اہلحدیث نے انوار اللغۃ

پ۱ ص۵۵ اور پ۱۸ ص۵۵، ۱۵۲ و ص۴۸ ۱۵ میں تسلیم کیا ہے ایڑیوں کی خرابی والی احادیث آیت وضو سے قبل کی ہیں لیکن ہم کہتے ہیں کہ ایک طرف تو حضرات غیر شیعہ پاؤں دھونے کے فرض یا واجب ہونے کی دلیل یہ لاتے ہیں کہ ایڑیاں خشک نہ رہیں لیکن دوسری طرف خود ہی موزوں پر مسح کر لینا ہی کافی سمجھتے ہیں اب فرمائیں کہ موزوں پر مسح کرنے کی صورت میں ایڑیاں خشک رہیں گی یا نہیں؟ اور پھر یہ کہ جب دھونا آپ کے نزدیک فرض یا واجب ہے تو پھر موزوں کی صورت میں اس فرض سے کوتاہی کیوں برتی جاتی ہے؟

ہمیں اس بات پر سخت تعجب ہے کہ موزوں پر مسح کو تو جائز مانا جائے اور اپنی جلد پر مسح تسلیم نہ کیا جائے! ہم تو یہ سمجھتے ہیں یہ سب قرآن و سنت کی مخالفت پر مبنی ہے حقیقت یہ ہے کہ نہ تو پاؤں کو دھونا جائز ہے اور نہ ہی موزوں پر مسح کرنا جائز ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباس، ابو ہریرہ، عبداللہ ابن عمر، اور بی بی عائشہ موزوں پر مسح کرنے کے سخت مخالف تھے۔ دیکھئے فتح الباری شرح بخاری جلد ۱ ص۱۵۴ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۲ ص۲۶ وغیرہ۔

جب ہم آیت وضو کی تلاوت کرتے ہیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ حقیقی وضو چار چیزوں کا نام ہے۔

(۱) منہ دھونا (۲) دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا

(۳) سر کا مسح کرنا (۴) دونوں پاؤں کا ٹخنوں تک مسح کرنا۔

منہ دھونا مشاہدہ گواہ ہے کہ انسان عموماً سارے کام سیدھے ہاتھ سے کرتا ہے اور الٹا ہاتھ محض ایک معاون و مددگار کی سی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ وضو صراط مستقیم (سیدھے راستے) کے سفر کی تیاری کے لئے کیا جاتا ہے لہٰذا بہتر ہے کہ ہاتھ بھی سیدھا ہی استعمال کیا جائے اور الٹے ہاتھوں سے پرہیز کیا جائے چنانچہ عموماً شیعہ لوگ وضو میں دائیں ہاتھ سے منہ دھوتے ہیں اور یہی سنت رسول کتب اہل سنت سے ثابت ہے۔ چنانچہ ملا علی متقی حسام الدین لکھتے ہیں کہ منہ کو دائیں

ہاتھ سے دھوئیں کیونکہ حضرت رسالت مآبؐ اپنے مبارک مُنہ کو دائیں ہاتھ سے دھوتے تھے (کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۱۱۰)

انسان کا چہرہ عضو شریف ہے اس کے لئے دایاں ہاتھ ہی مناسب ہے۔ بایاں ہاتھ استنجاء وغیرہ کے لئے مقرر ہے یعنی خسیس اعضاء یا خسیس کاموں کے واسطے ہے لیکن دائیں ہاتھ کو دھوتے ہوئے چونکہ دایاں ہاتھ فارغ نہیں ہوتا اس لئے مجبوراً بائیں ہاتھ سے دایاں ہاتھ دھویا جاتا ہے۔

مذہب شیعہ | دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سے انگلیوں کے سروں تک دھونا

ہمارا مذہب یہ ہے کہ ہاتھوں کو اس طرح دھویا جائے کہ انگلیوں کے سرے زمین کی جانب ہوں اور کہنیوں کی طرف پانی ڈال کر انگلیوں کی طرف بہایا جائے اس طرح کہنیوں سمیت ہاتھ دھوئے جائیں۔ پہلے دایاں پھر بایاں۔ ہم اس بات کا لحاظ رکھتے ہیں کہ دیگر مسلمانوں کی طرح پانی انگلیوں کی جانب سے کہنیوں کی طرف نہ بہایا جائے کیونکہ یہ طریقہ الٹا ہے۔ آپ نے مشاہدہ فرمایا ہوگا کہ جب کسی کپڑے وغیرہ پر کوئی نجاست یا داغ لگ جاتا ہے تو اس کو پکڑ کر دھوتے وقت پانی کو نیچے کی طرف بہایا جاتا ہے نہ کہ اوپر کی جانب اسی طرح قرآن مجید کی آیت وضو میں جو الفاظ "الی المرافق" وارد ہوئے ہیں ان سے یہ مراد نہیں ہے کہ کہنیوں کی طرف دھویا جائے بلکہ محض یہ بتانا مقصود ہے کہ کتنا حصّہ دھویا جائے کیونکہ ہاتھ بغل تک ہوتا ہے علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۴۶ پر بھی اقرار کیا ہے۔

سر کا مسح کرنا

ہمارے مذہب میں ہاتھوں کو دھونے کے بعد جو تری ہاتھوں میں رہ گئی ہے اسی دائیں ہاتھ کی تری سے سر کا مسح کرتے ہیں مگر پورے سر کا نہیں بلکہ سر کے اگلے حصہ کا مسح کرتے ہیں جو پیشانی کے اوپر کا حصہ سر ہے۔

چنانچہ مشہور محدث اہلسنت شاہ عبد العزیز دہلوی لکھتے ہیں "کہ مذہب اہلسنت یہی ہے کہ دھونے کے بقیہ (یعنی بچی ہوئی تری) سے مسح کیا جائے"۔
(تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۳۴۳)

اسی طرح منتہی الارب جلد ۲ ص ۵۴۲ اور متن متین میں تسلیم کیا گیا ہے کہ آیت وضو میں "برؤسکم" میں باء (ب) تبعیض کی ہے۔ اور نیل الاوطار شوکانی جلد ۱ ص ۱۵۰ میں ہے کہ سر کے بعض حصے کا مسح کافی ہے سر کے اگلے حصے کا مسح کرے۔

پس طریقہ بمطابق مذہب شیعہ کتب سُنیہ سے بھی ثابت ہو گیا۔

پاؤں کا مسح | ہمارے ہاں اسی طریقہ تری سے دونوں پاؤں کا مسح ٹخنوں تک کیا جاتا ہے جس پر مفصل بحث ہم نے گذشتہ صفحات میں پیش خدمت کر دی ہے۔

کان و گردن کا مسح | کان و گردن کا مسح نہ ہی قرآن مجید سے ثابت ہے اور نہ ہی عمل رسولؐ سے۔ لہٰذا ایسی بات جو کتاب و سُنت میں موجود نہ ہو اُس پر عمل ضروری نہیں ہے۔ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری ملاحظہ فرمائیں۔

لطیفہ | ایک صاحب نماز اور وضو کے بڑے پابند تھے سردیوں میں بار بار پیر دھونے کی وجہ سے ان کے پیروں کی ایڑیاں پھٹ گئیں اور بہت بھدّی دکھائی دینے لگیں۔ کسی صاحب نے اُن سے دریافت کیا کہ بھائی صاحب آپ کے پیروں کی ایڑیوں کو کیا ہوا ہے؟ حضرت نے فوراً جھنجھلا کر جواب دیا کہ میاں نماز کا کوڑھ ہو گیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے طبّی مشورہ لینے کی نصیحت فرمائی تو ڈاکٹر نے کہا بار بار پیر دھونے کا نتیجہ ہے۔

طبی رائے | چونکہ اسلام ایک حکیمانہ نظام ہے۔ اور اس کا کوئی عمل حکمت کے خلاف اور مضر نہیں ہو سکتا ہے اب چونکہ طبّی نکتہ نگاہ سے پیروں کا زیادہ دھونا نقصان دہ ہے لہٰذا اسلام نے مسح کرنے کا معتدل حکم جاری کیا ہے۔

اطباء کا قول ہے کہ موسم سرما میں سوتے وقت پیروں کو لپیٹ کر سوؤ کیونکہ سردی پیروں سے چڑھتی ہے پس اس لحاظ سے پیروں کا بار بار دھونا طبّی نقطۂ نگاہ سے فائدہ مند نہیں ہے۔

گردن پر سردی کا اثر جلدی ہو سکتا ہے اسی وجہ سے گلو بند کا رواج تمام قوموں میں ہے انگریزوں نے NECKTIE کا رواج بھی حفاظت گردن ہی کے پیش نظر رائج کیا ہے لہٰذا اگر گردن پر بار بار پانی لگے گا تو اندیشہ ہے کہ کوئی جسمانی ضعف کا عارضہ لاحق ہو جائے۔ اس لئے مسح گردن بھی علم طب میں معقول نہیں ہے۔

دو دھونے اور محاورہ ۲ دو دھونے جو وضو کے ہیں اس قدر مشہور ہیں کہ محاورہ بن چکے ہیں اور ہر کوئی کہتا ہے کہ "منہ ہاتھ دھولو"۔ مسلمانوں کے علاوہ دیگر اقوام بھی ان ہی دو دھونوں پر عامل ہیں کہ منہ ہاتھ ہی دھونے پر اکتفا کرتی ہیں۔ جبکہ پیروں کو عام حالات میں بہت ہی کم دھویا جاتا ہے کہ ضروری خیال نہیں کیا جاتا۔

پس قرآن حکیم، رسولؐ کریم، عمل اہلبیتؑ و اصحاب رسولؐ اور اقوال علمائے اہل سنت والجماعت سے ثابت ہوا کہ مذہب امامیہ اثنا عشریہ کا طریقہ وضو قرآن و سنت کے عین مطابق ہے۔

ایک حدیث فروع کافی جلد ۱ کتاب الطہارت باب ۲۲ میں ہے کہ جسے نقل کر کے مولوی کرم الدین دبیر صاحب نے اپنی کتاب "آفتاب ہدایت" ص ۲۴۶ میں دعویٰ کیا ہے کہ "اس حدیث کا کوئی جواب شیعہ نہیں دے سکتے اور یہ حدیث خلاف شیعہ ہمارے پاس ایک زبردست حربہ ہے جس سے ان کے تمام استدلال پر پانی پھر جاتا ہے"۔

چنانچہ وہ حربہ یہ حدیث ہے۔ اگر سر کا مسح بھول جائے اور پہلے پاؤں کو دھو ڈالے تو سر کا پھر مسح کرے اور بعد ازاں پاؤں دھو ڈالے"۔

اس کا سب سے پہلا جواب یہ ہے کہ جو روایت قرآن کے خلاف ہو وہ قابل قبول نہیں ہے اور پیروں کا مسح قرآن سے ثابت ہے لہٰذا آیت کو آیت ہی منسوخ و تبدیل کر سکتی ہے نہ کہ حدیث۔

دوم یہ کہ حدیث مذکورہ موثق ہے اور اس کے راوی غیر شیعہ ہیں بعض نے اسے مجہول تسلیم کیا ہے کہ اس کی تصدیق قرآن و حدیث سے نہیں ہوتی ہے۔

پس اگر قرآن کی آیات کے مقابلہ میں روایات غیر معتبرہ پیش کرنا ہی زبردست حربہ ہے تو فی الواقع شیعوں کے پاس اس حربہ کا کوئی علاج نہیں ہے۔

اذان و اقامت جب ہم اذان و اقامت کے الفاظ دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مذہب شیعہ میں "حی علی خیر العمل" کے الفاظ جزو اذان ہیں۔ اور متواتر پڑھے جا رہے ہیں لیکن حضرات اہلسنت کی اذان میں یہ جملہ موجود نہیں ہے جبکہ کتب اہل سنت سے مکمل طور پر ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مذکورہ الفاظ اذان میں پڑھے جاتے تھے لیکن بعد میں حضرت عمر کے حکم سے یہ الفاظ اذان سے خارج کر دئیے گئے۔ جب دین مکمل ہے اور اس میں حضور کے بعد کسی کو رد و بدل کرنے کا اختیار نہیں ہے تو پھر ایک امتی کے ایسے حکم کو کس طرح قابل عمل سمجھا جا سکتا ہے جو بالکل ظاہری سنت کو تبدیل کرنے کا ارتکاب کر رہا ہے۔ اگر عقیدت و خوش گمانی کے پردے اٹھا کر سوچا جائے تو ایک طالب حق یہاں ضرور غور کرے گا کہ اس طرح کی قطع و برید آخر کیوں ضروری ہوئی۔ جب آپ دین کو الہامی مانتے ہیں۔ مذہب کی بنیاد وحی الہی قرار دیتے ہیں تو پھر اس تحریف کو جو ایک غیر معصوم و غیر منصوص انسان کے حکم سے کی گئی آج تک کیوں تسلیم کیا جا رہا ہے؟ اور اگر شیعہ سنت رسول کی اتباع میں اس جملہ کو ترک نہیں کرتے تو بتائیے سنت کے پیروکار شیعہ ہوئے یا سنی؟

حضرت عمر کا "حی علی خیر العمل" پڑھنے سے روکنا مندرجہ ذیل کتب اہلسنت سے ثابت ہے۔

۱۔ صحیح مسلم مترجم مطبوعہ سعودیہ کراچی جلد ۲ صفحہ ۱

۲۔ کنز العمال مطبوعہ حیدر آباد دکن جلد ۴ صفحہ ۲۶۶ حدیث ۵۴۸۹

۳۔ نیل الاوطار امام شوکانی جلد اول صفحہ ۲۳۶

الصلوٰۃ خیر من النوم | سنی و شیعہ اذان میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ شیعہ حضرات کی اذان تمام نمازوں کے لیئے ایک ہی طرح سے ہے لیکن اس کے برعکس اہل سنتہ والجماعتہ کی اذان نماز صبح کے لیئے دیگر اوقات کی اذان سے مختلف ہے کہ صبح کی اذان میں سنی حضرات "الصلوٰۃ خیر من النوم" کے الفاظ پڑھتے ہیں جبکہ یہ فقرہ شیعہ اذان میں موجود نہیں ہے۔

سُنّی بھائی اہل سُنّت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لہٰذا تمام مذہب کے اعتبار سے اُن کا مذہب سُنّت سے مختلف نہیں ہونا چاہیئے چنانچہ اگر سُنّی حضرات درحقیقت سُنّت محمدؐی کو ہی سُنّت تسلیم کرتے ہیں تو پھر جملہ "الصلوٰۃ خیر من النوم" سُنّت رسول ثابت کرنا اُن کے ذمّہ ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ تجسّس و تحقیق کے باوجود بندۂ ضعیف اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکا ہے کہ اس فقرہ کو عہد رسولؐ یا عہد ابوبکر کی اذان میں تلاش کر سکے۔

البتہ کتب بیہقی سے یہ ثابت ہوا ہے کہ یہ جملہ بھی حضرت عمر بن خطاب نے اپنی مرضی سے اذان میں داخل کر لیا حالانکہ اس کا وجود زمانہ نبیؐ اور دورِ وقت ابوبکر میں بالکل نہ تھا۔

مجھے یہ تعجب ہے کہ حضرت عمر نہ ہی نبی و مرسل تھے اور نہ ہی صاحب شریعت تو پھر امورِ شرعیہ میں وہ اس قسم کی کمی بیشی کیوں کرتے تھے یا تو وہ دین کو الہامی تسلیم نہیں کرتے تھے اور اسے ناقص خیال کر کے گاہے بگاہے اپنی عقل سے اس کے احکام میں ردوبدل کیا کرتے تھے یا پھر خوشامدی گروہ نے اُنکے ذہن میں یہ بات اُبھار دی تھی کہ انھیں اختیار ہے کہ دین میں اپنی رائے سے مداخلت کر کے اس میں تحریف کر سکتے ہیں۔ بہر حال ان کا خیال کچھ بھی ہو۔ ہمیں اس سے سروکار نہیں ہے ہم نے چونکہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول آخر الزمان مانا ہے اور اُن ہی کی رسالت کا کلمہ صدق دل سے پڑھا ہے لہٰذا اقتضائے ایمان یہی ہے کہ آپ کی سُنّت کے خلاف کسی بھی بزرگ کے عمل کو واجب الاطاعت

نہ سمجھیں کیونکہ آنحضرتؐ نے اُمت کو مکمل دین عطا فرمایا ہے لہٰذا اس میں کمی بیشی کرنا یا ایسی کمی بیشی قبول کر لینا دراصل خدا و رسولؐ کی مخالفت کرنا ہے کیونکہ ایمان کا تقاضا ہے کہ جو رسولؐ دے وہ قبول کیا جائے نہ کہ جو اُمتیؐ رسولؐ کے دیئے کو چھین لے اور اپنی طرف سے دے وہ لیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ مولا علیؑ نے سیرت شیخین کی شرط قبول نہ فرمائی۔

مجھے افسوس ہے کہ مطالعہ سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ حضرت عمر نے اذان میں رسولؐ کے دیئے ہوئے جملے "حی علیٰ خیر العمل"، کو رد کر دیا اور اپنی طرف سے "الصلوٰۃ خیر من النوم"، کا تحفہ حوالہ مسلمین کیا۔ پس چونکہ حضرت صاحب نے سنّت کی مخالفت کی اور اپنی ذاتی رائے کو دین میں داخل کیا لہٰذا جو شخص مطیع سُنّت محمدؐ ہونے کا دعویدار ہوگا وہ آپ صاحب کا یہ حکم کسی طرح قبول کرنے پر تیار نہ ہوگا۔ ہاں اگر سُنّت سے مُراد سُنّتِ عمر ہے تو پھر دوسری بات ہے۔

"الصلوٰۃ خیر من النوم"، کے الفاظ اذان صبح میں داخل کرنے کا حکم حضرت عمر نے دیا۔ اس کا ثبوت حسب ذیل کتب اہلسنّت میں ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) موطاء امام مالک مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی باب الاذان ص ۵۷

(۲) الفاروق مولوی شبلی نعمانی حصہ دوم باب اولیات ص ۲۶۳

(۳) روضۃ الاحباب محدث جمال الدین مطبوعہ لکھنؤ ص ۳۰۷

(۴) اردو ترجمہ ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مطبوعہ سعیدی کراچی مقصد دوم ص ۱۵۸

(۵) نیل الاوطار امام شوکانی مطبوعہ مع حاشیہ "عون الباری جلد ۱ ص ۳۳۸

(۶) تحقیق عجیب مصنفہ مفتی عبدالحیٔ فاروقی فرنگی محلی لکھنوی ص ۵

زبانِ وحی بیان کا تعلیم کردہ جملہ "حی علی خیر العمل"، جسے حضرت عمر نے اذان سے خارج کرنے کا حکم دیا اس کے معنی یہ ہیں کہ "بہترین عمل کے لئے آمادہ ہو"۔ اور اس قدر بامقصد فقرہ کا اخراج کر کے حضرت عمر نے جو الفاظ رائج کئے "الصلوٰۃ خیر من النوم"، ان کا مطلب ہے "نماز نیند سے بہتر ہے"، یعنی نیند کے علاوہ دیگر کاموں سے نماز بہتر نہیں ہے۔

ان دونوں کلموں کی فصاحت و بلاغت پر غور کرنے سے "حی علی خیر العمل" کو فوقیت حاصل ہو جاتی ہے اور کلام سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ جملہ معصوم کا کلام ہے اور وحی کی مراد ہے جبکہ "الصلوٰۃ خیر من النوم" میں نہ ہی حسن کلام موجود ہے اور نہ ہی اذان کے ساتھ مربوط ہوتا ہے۔ بلکہ بالکل الگ سا جوڑ لگتا ہے کہ جس طرح پیوند لگا ہو۔

پس معلوم ہوا کہ شیعوں نے حفاظت سُنّت محمدؐ کی خاطر "حی علی خیر العمل" کو جاری رکھکر جو حضرت عمر کے حکم کی مخالفت کی ہے اس میں وہ خطا کار نہیں ہیں بلکہ جن لوگوں نے الفاظ نبیؐ کو غیر نبیؐ کے کہنے پر ترک کر دیا انھوں نے دراصل سُنّت کی مخالفت کی ہے اور ایک اُمتی کا خود ساختہ جملہ جزو اذان سمجھ کر اور سُنّت محمدؐ پر اس شخص کے حکم کو ترجیح دے کر اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ دراصل وہ اس ہی سُنّت کے مطیع و پیرو کار ہیں جو خلاف رسُول اللہ کسی غیر نبی نے جاری کی ہے۔

لیکن جو شخص دین اسلام کا شارع سرکار رسالت مآبؐ کو ہی تسلیم کرتا ہے وہ یہ کس طرح کہہ سکتا ہے کہ حکم رسُولؐ کے خلاف کسی غیر رسُولؐ کا حکم مانے خواہ اس کا مرتبہ کیسا ہی کیوں نہ ہو۔ لہٰذا شیعوں کی اذان بمطابق سُنّت پیغمبرؐ ہے اور غیر شیعوں کی اذان محرف و خلاف سُنّت رسولؐ ہے۔

نوٹ:۔ اذان میں شہادت ولایت امیرالمومنین علی علیہ السلام کی بحث میری کتاب "علیؑ ولی اللہ" میں ملاحظہ فرمائیں۔ نیز خدا کا الافہام

بجواب جُلاءالافہام میں بھی یہ مسئلہ مرقوم ہے۔

نماز کا طریقہ

ہاتھ کھولنا جب ہم مذہب سُنیہ کا کوئی بھی عقیدہ یا رُکن بنظر غور جانچتے ہیں تو یہ حقیقت از خود سامنے آجاتی ہے کہ عقل تو رہی ایک طرف اُسے نقل کی تائید بھی حاصل نہیں ہوتی بظاہر تو اس مذہب نے خود کا نام "اہل سُنّت" رکھا ہوا ہے لیکن فی الحقیقت اس مذہب کا ہر حکم اور ہر عمل خلاف سُنّتِ رسُولِ مقبول ہے لیکن چونکہ ان کی نفری زیادہ ہے لہٰذا محض کثرتِ افراد ہی کو یہ حضرات معیار صداقت سمجھتے ہیں جبکہ از روئے شریعت اسلامیہ نیکی و بدی میں ایک اور دس کی نسبت ہے۔

کسقدر باعثِ شرم ہے یہ بات کہ رسُول کریم نے تیئیس ۲۳ برس تک اُمت کے سامنے نماز ادا کی اور پھر ہر روز یہ عمل پانچ مرتبہ دہرایا گیا لیکن پھر بھی اُمّت یہ فیصلہ آج تک نہ کر سکی کہ نماز میں ہاتھ باندھنے چاہئیں یا کھُلے رکھنا چاہئیں چنانچہ ہاتھ کھولنے اور باندھنے کی مفصل تحقیق ہم نے اپنی کتاب "چودہ مسئلے" میں ہدیہ ناظرین کر دی ہے۔ از روئے کتُب اہلسُنّت یہ ثابت کر دیا ہے کہ نماز پڑھتے وقت ہاتھ کھُلے رکھنا ہی سُنّت رسول ہے۔ اور یہی عمل اصحاب و اہلبیتؑ کا رہا ہے۔ تاہم یہاں مختصراً عرض ہے کہ عام قاعدہ یہ ہے کہ فطری امُور میں دلیل طلب نہیں کی جاتی ہے بلکہ خلاف عادت و فطرت کاموں کے متعلق پوچھا جاتا ہے کہ یہ خلاف فطرت تغیرّ کس وجہ سے معرض وجود میں آیا۔ کیونکہ کھُلے ہاتھ رکھنا فطرت انسانی ہے لہٰذا دینِ فطرت کا کوئی حکم خلاف فطرت نہ ہوگا۔ اور جب خلاف فطرت و عادت نماز میں ہاتھ باندھے جائیں گے تو اس وضعیت کی وجہ دریافت طلب ہوگی۔ پس اصولاً ان لوگوں کو وہ وجہ بتانی چاہیئے جو عادت کے خلاف نماز میں ہاتھ باندھتے ہیں۔

جبکہ دین اسلام فطری جذبات و عادات کو پائمال نہیں کرتا ہے۔

ہم نے از روئے قرآن و حدیث چودہ مسئلے میں مکمل طور پر ہاتھ باندھنے کو امر جدید ثابت کر دیا ہے تاہم مزید اطمینان کے لئے یہاں پر قارئین کی توجہ فتاوی عبدالحی جلد ۱ صفحہ ۲۲۶ کی اس عبارت کی جانب مبذول کراتے ہیں۔

"معاذ" سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ نماز میں ہوتے تو دونوں ہاتھوں کو تکبیرۃ الاحرام کے وقت کانوں کے مقابل بلند کرتے پھر کھلے چھوڑ دیتے۔ طبرانی نے اس کو روایت کیا ہے اور عمرو بن دینار سے مروی ہے کہ عبداللہ بن زبیر جب نماز پڑھتے تو ہاتھ کھلے چھوڑ دیتے۔"

علامہ عینی حنفی شرح کنز الدقائق مطبوعہ نولکشور صفحہ ۲۵ میں لکھتے ہیں کہ امام (اہلسنت) مالک نے فرمایا کہ حکم تو ہاتھ کھولنے کا ہے۔ اور ہاتھ باندھنے کی اجازت ہے۔ اہل حدیث علامہ وحیدالزمان اور دیوبندی علامہ محمد اسمٰعیل شہید دہلوی نے اقرار کیا ہے اصل حکم تو ہاتھ کھولنے کا تھا لیکن (بقول اسمٰعیل شہید) روافض (شیعہ) کی مشابہت کی وجہ سے مذہب حنفیہ کے پیروکاروں نے یہ شعار چھوڑ دیا۔

(تنویر العینین صفحہ ۲۱)

اب انصاف فرمائیں کیا محض ضد میں آکر جو مذہب طریقہ نماز تبدیل کرلے اور شیعہ دشمنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے سنت رسول کو ترک کر کے اپنا طریقہ ایجاد کرلے وہ اہل سنت ہونے کا دعویدار کیونکر ہو سکتا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اصل طریقہ نماز ہاتھ کھولنا ہے نہ کہ باندھنا۔ لہٰذا جو مذہب اصل حکم پر عمل کرتا ہے وہ ہی واجب الاطاعت ہے نہ کہ ضدی تبدیلی والا مذہب۔

نماز رسولؐ کی ابتدا اور اختتام اسی طرح جب ہم نماز کے طریقہ کی تحقیق کرتے ہیں تو ہمیں اہلسنت کی مشہور و معروف کتب میں یہ بات لکھی ہوئی ملتی ہے کہ حضورؐ سورہ حمد سے نماز شروع فرمایا کرتے تھے اور تکبیر یعنی "اللہ اکبر" پر ختم کرتے تھے ملاحظہ کیجئے۔

(۱) صحیح بخاری مطبوعہ مصر جلد ۱ کتاب الصلوٰۃ صفحہ ۱۰۱
(۲) صحیح مسلم مع شرح نووی مطبوعہ مکتبہ سعودیہ کراچی جلد دوم صفحہ ۱۹۴، ۱۹۵
(۳) مشکوٰۃ مترجم مطبوعہ سعیدی کراچی جلد اوّل صفحہ ۱۸۳

یوں تو بظاہر مذہب سنیہ اور شیعہ دونوں میں ابتدائے نماز سورۂ فاتحہ ہی سے ہوتی ہے لیکن اس میں بھی ایک فرق ہے جو دیکھنے میں معمولی معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت اس کا نتیجہ بہت خطرناک ہے وہ یہ کہ سنی حضرات سورۃ الفاتحہ کی تلاوت تو ضرور کرتے ہیں لیکن اس میں عموماً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم چھوڑ جاتے ہیں حالانکہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورۂ حمد کی جزوی آیت ہے اور اگر اسے ترک کر دیا جائے تو سورہ کی آیت چھوٹ جاتی ہے جو تحریف ہے۔

جہر بسم اللہ | بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا سورۃ الفاتحہ کی پہلی آیت ہونا اہل سنت کے ہاں تسلیم شدہ ہے۔ ثبوت کے لئے دیکھئے شرح معانی الآثار طحاوی مطبوعہ الاسلامیہ لاہور جلد اوّل صفحہ ۱۱۷، صفحہ ۱۱۸ اور سنن کبریٰ علامہ بیہقی مطبوعہ حیدرآباد دکن جلد ۲ صفحہ ۴۲ اور صفحہ ۴۵ وغیرہ

اب آپ خود اندازہ فرمائیں کہ جب حضورؐ حمد سے نماز شروع کرتے تھے تو یقیناً بسم اللہ ضرور تلاوت فرماتے تھے لیکن آج غیر شیعہ مسلمان جو بظاہر اہل سنت ہونے کے دعویدار ہیں نماز کی ابتدا ہی خلاف سنت کرتے ہیں اور ایک سورۂ قرآن کی ایک انتہائی اہم آیت نظرانداز کر دیتے ہیں جبکہ شیعہ اس آیت کو بآواز بلند پڑھ کر اس بات کا ثبوت دیتے ہیں کہ وہ سنت رسولؐ کے پیروکار ہیں۔

اسی طرح سنی حضرات کی نماز سلام پھیرنے پر ختم ہوتی ہے جبکہ متفق علیہ روایت کے مطابق نبی اکرمؐ کی نماز تکبیر پر ختم ہوتی تھی لہٰذا معلوم ہوا کہ سنی حضرات نماز کا اختتام بھی سنت محمدؐ کے خلاف ہی کرتے ہیں جبکہ شیعہ نماز "اللہ اکبر" یعنی تکبیر پر ختم ہوتی ہے پس معلوم ہوا کہ شیعہ نماز کی ابتدا اور انتہا بمطابق رسول کریمؐ ہے۔

جب ہم اہل سنتہ والجماعتہ کے طریقہ سے نماز پڑھتے تھے تو اس مسئلہ کے متعلق ایک مولوی صاحب سے تبادلۂ خیال کیا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ خوردار بسم اللہ شریف اگر دل میں پڑھ لی جائے تو حرج نہیں ہے لہٰذا ہم دل میں پڑھ لیتے ہیں بلند آواز سے نہیں پڑھتے اس وقت ہم نے ان کی بات قبول کر لی کہ چلو نیت نیک ہے خفی پڑھیں یا علانیہ کوئی حرج نہیں لیکن یہ کھٹکا رہا کہ جب امام صاحب ساری سورۃ بلند آواز میں پڑھتے ہیں اور قرآن مجید میں آیت بسم اللہ لکھی بھی ہے پھر آخر اسے چھپانے کا مقصد اور راز کیا ہے اسی اثناء میں ہم نے امام اہل سنتہ والجماعتہ حافظ جلال الدین سیوطی کی تفسیر دُر منثور میں پڑھا۔

"اور دار قطنی و حاکم و بیہقی نے ابوہریرہ سے حدیث نقل کی ہے کہ ابوہریرہ نے بیان کیا کہ رسول خدا نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، بلند آواز سے پڑھتے تھے" (دُر منثور جلد ۱ ص ۸)

جب اس بات کا پتہ چلا کہ رسولؐ با آواز بلند بسم اللہ ... پڑھتے تھے تو آخر اس سُنّت کو کیوں ترک کیا گیا اور ظاہری تلاوت کو کس وجہ سے چھپایا گیا لہٰذا دال میں کالا ڈھونڈنے کا شوق ہوا۔ مطالعہ کرتے رہے۔ اہل سُنّت کے مشہور امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر میں یہ الفاظ پڑھے۔ ان علیا کان مذھبہ الجھر بسم اللہ فی جمیع الصلوات، یعنی بیشک علیؑ کا مذہب تمام نمازوں میں بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنا تھا۔ (تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۱۵۹، سنن کبریٰ جلد ۲ ص ۴۶)

حضرت علی علیہ السلام صحابی رسولؐ بھی ہیں اور آل محمدؐ میں بھی شامل ہیں اہلسنت اور اہل تشیع دونوں گروہ حضرت امیرؑ کو مشترکہ طور پر بزرگ اور راشد مانتے ہیں۔ آپؑ کو یہ خصوصی شرف حاصل ہے آپؑ حضور اکرمؐ کی آغوش میں پروان چڑھے اور حضورؐ نے خود آپ کو تعلیم دی اور باب علم و حکمت فرمایا۔ لہٰذا طبیعت اس امر کی طرف راغب ہوئی کہ ایسے جلیل القدر بزرگ کا مذہب جہر بسم اللہ ہے تو یقیناً یہی حق ہے کیونکہ فرمان رسولؐ ہے کہ علیؑ حق کے ساتھ ہے۔

پھر مشہور امام شوکانی کا یہ قول نظر سے گذرا کہ "جہر بسم اللہ، پر آلِ رسولؐ نے اجماع کیا ہے،، (نیل الاوطار مع حاشیہ عون الباری جلد ۲ صفحہ ۹۱) یعنی آلِ محمدؐ کے تمام افراد کا اس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ بسم اللہ بلند آواز سے پڑھی جائے اب تو یہ مسئلہ اور بھی صاف ہوگیا کہ آلِ محمدؐ پر نماز میں درود پڑھا جاتا ہے پھر نماز ہی کے معاملہ میں آلِ محمدؐ کی مخالفت کیونکر درست ہوسکتی ہے لہٰذا تسلیم کیا کہ شیعہ لوگ جو جہر بسم اللہ کے قائل ہیں تو یہ اتباع محمدؐ و آلِ محمدؐ ہے اور سُنّت نبیؐ کی پیروی ہے اور اہلسنّت حضرات نے اس سُنّت کو بھی عملاً چھوڑ دیا ہے۔

چوری

جب یہ مسئلہ حل ہوگیا تو اب اشتیاق ہوا کہ یہ معلوم کیا جائے کہ بسم اللہ کی یہ چوری اولاً کس بزرگ نے کی چنانچہ مشہور علامہ اہل سُنّت والجماعۃ شیخ محمد معین لاہوری صاحب نے یہ گتھی بھی کھول دی اور لکھا کہ

"ایک دفعہ حاکم شام مدینہ آیا اس نے نماز میں بسم اللہ نہیں پڑھی۔ تو مہاجرین اور انصار (اصحاب رسولؐ) نے اُن کے اس فعل سے ناواقفیت کا اظہار کیا اور صاف کہہ دیا،، اے معاویہ! تو نے بسم اللہ پڑھنے کی چوری کر لی۔ (دراسات اللبیب صفحہ ۹۵)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ چونکہ بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنا سُنّت رسولؐ ہے اور اصحاب رسولؐ (مہاجرین و انصار) اسے سُنّت سمجھتے تھے جب معاویہ نے اُونچی آواز سے بسم اللہ نہ پڑھی اور اصحاب نے بسم اللہ نہ سُنی تو فوراً چور رکھ دیا۔ لہٰذا مولوی صاحب نے جو ہمیں بسم اللہ دل میں پڑھنے کا سبق پڑھایا تھا وہ غلط معلوم ہوا کیونکہ اگر بسم اللہ شریف کو مخفی طور سے پڑھنا بھی سُنّت ہوتا تو مہاجرین و انصار یہ سمجھ لیتے کہ بادشاہ وقت نے دل میں بسم اللہ پڑھ لی ہوگی۔ پھر وہ حاکم وقت کو علانیہ "چور،، نہ کہتے۔

پس صحیح مذہب یہی ثابت ہوا کہ نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اونچی آواز میں پڑھنا سُنّت ہے اور اس کے خلاف سرقہ یعنی چوری ہے لہٰذا چور بننے اور

تارک سنتِ رسولؐ ہونے سے بچاؤ کا یہی طریقہ ہے کہ شیعوں کے عمل جہر بسم اللہ کو قبول کیا جائے۔

بسم اللہ اونچی آواز میں پڑھنے کا مزید ثبوت حسب ذیل کتب اہل سنت والجماعۃ میں موجود ہے۔

۱۔ دارقطنی مطبوعہ فاروقی ص۱۱۴ اور ص۱۱۶

۲۔ ازالۃ الخفا ولی اللہ محدث دہلوی مقصد دوم ص۱۶۲

۳۔ کنز العمال جلد ۴ ص۹۶ حدیث ۲۰۴۴، ص۲۰۹ ص۲۱۰ حدیث ۴۴۷۶ تا ۴۴۸۰

ملاوٹ | مذہب سُنیہ کے بھی رنگ نرالے ہیں نماز جو افضل الاعمال ہے اور انتہائی ضروری عبادت ہے اگر صرف یہی عمل زیر بحث لایا جائے تو بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کے طریقہ میں ہی کئی امور سنت رسولؐ کے خلاف ثابت ہوتے ہیں اس تغیر و تبدیل سنت کے باوجود سُنی حضرات کا اہل سنت ہونے کا دعویٰ بہت ہی عجیب معلوم ہوتا ہے ایک محقق مذہب جب یہ ملاحظہ کرتا ہے کہ عمل رسولؐ (سنت) کے خلاف بلکہ کتاب محکم (قرآن) کے خلاف یہ جماعت کثیرہ کبھی تو ایک آیت کا سرقہ کرتے ہیں جو تحریف ہے اور کبھی کلام خدا میں اپنا کلمہ داخل کرتے ہیں مثلاً آپ نے معلوم کیا کہ قرآن میں موجود سنت سے ثابت آیت بسم اللہ کو ہضم کر لیتے ہیں اور سورۂ فاتحہ ہی میں اپنی طرف سے "آمین" کا اضافہ کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ لفظ قرآن مجید میں موجود نہیں ہے اور نہ ہی اس کا رواج زمانہ رسولؐ مقبول میں ثابت ہوتا ہے۔ طرہ یہ ہے کہ باوجود اسے بدعت اور نئی چیز تسلیم کرنے کے پھر بھی اس ملاوٹ سے باز نہیں آتے۔

چنانچہ مشہور امام اہل سنت شوکانی تحریر کرتے ہیں کہ "مہدی نے البحر میں عترت (آل رسولؐ) کا متفقہ بیان لکھا ہے کہ تامین (یعنی نماز میں سورۂ الحمد کے بعد "آمین" کہنا بدعت (نئی چیز) ہے۔ اور تامین کے نئی

بنیز (بدعت) ہونے پہ حدیث معاویہ بن حکم سے استدلال کیا ہے "۔
(نیل الاوطار مطبوعہ مع حاشیہ عون الباری جلد ۲ صفحہ ۱۱۶)

اب خود فیصلہ فرمائیے کہ علی نماز میں بدعت کا ارتکاب کر کے اہل سنت ہونا کس طرح ثابت ہو سکتا ہے اور کلام خدا میں سرقہ و ملاوٹ کر کے دعویٰ اتباع سنت رسول کس منہ سے کیا جاتا ہے ؟

مذہب امامیہ شیعہ میں نہ ہی بسم اللہ شریف کا سرقہ کیا جاتا ہے اور نہ ہی آمین کی آمیزش۔ کیونکہ یہ دونوں باتیں سنت کے خلاف ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ یہی مذہب طریقہ رسول کی پیروی ہے۔

قنوت | شیعیان اہلبیت ہر نماز میں قنوت پڑھتے ہیں جبکہ غیر شیعہ مسلمان تمام نمازوں میں قنوت نہیں پڑھتے ہیں حالانکہ معتبر کتب اہل سنت سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اکرم نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ صحیح مسلم مطبوعہ نولکشور جلد اول ص ۲۳۷
۲۔ فقہ عمر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ص ۶۸
۳۔ سنن نسائی مترجم علامہ وحید الزماں مطبوعہ مکتبہ الیوبیہ کراچی جلد ۱ باب القنوت صلوٰۃ المغرب ص ۲۷ بروایت براء بن عازب صحابی رسول ۔
۴۔ مشکوٰۃ مترجم مطبوعہ سعیدی کراچی جلد ۱ کتاب الصلوٰۃ باب القنوت ص ۲۹۰، ص ۲۹۱
۵۔ المعلم ترجمہ صحیح مسلم علامہ وحید الزماں اہلحدیث مطبوعہ صدیقی لاہور ص ۵۴، و ص ۵۵

جب احادیث سے رسول اکرم کا نماز میں قنوت پڑھنا ثابت ہے تو پھر ہم وہ وجہ جاننے کے متمنی ہیں کہ سنت رسول کو ترک کر کے سنی حضرات اپنی نماز بغیر قنوت کے کیوں ادا کرتے ہیں۔ مجبوراً سنی بھائیوں سے پوچھتے ہیں کہ خدارا بتا دیجئے آپ حضرات نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو رسول تسلیم بھی کیا ہے یا محض

برائے نام ہی اہل سنّت لکھتے پڑھتے بولتے ہیں کیونکہ ہمیں تو آپ کا ہر عمل برخلاف رسولؐ ہی نظر آتا ہے۔

رفع یدین: سُنّی حضرات کی معتبر کتابوں سے یہ ثابت ہے کہ آنحضرتؐ نماز میں تکبیر (یعنی اللہ اکبر کہنا) کے ساتھ ہاتھوں کو اٹھاتے تھے دیکھئے

(۱) صحیح مسلم مترجم مع شرح نودی مطبوعہ مکتبہ سعودیہ کراچی جلد ۲ صفحہ ۱

(۲) سنن ابوداؤد مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر الجزء الاوّل باب رفع الیدین صفحہ ۲۶۹۔

(۳) حجۃ اللہ البالغہ ولی اللہ محدث مطبوعہ مطبعۃ البولاق مصر صفحہ ۱

لیکن افسوس ہے کہ آج جب ہم مذہب سُنیہ کی نماز دیکھتے ہیں تو یہ سُنّت وہاں نہیں ملتی ہے جب رسولِ خدا رفع یدین فرماتے رہے تو آپ اُمت ہونے کے باوجود حضورؐ کی اتباع کیوں نہیں کرتے ہیں شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ اندھی تقلید کرتے چلے آرہے ہیں اور آپ کے پاس اپنے مذہب کے صحیح ہونے کی ایک دلیل کہ آپ کے بزرگ اسی پہ قائم تھے سوا اور کوئی نہیں ہے ورنہ اگر آپ آزادانہ تحقیق فرمائیں تو معلوم ہو جائے کہ اس مذہب میں ہر عمل رسولؐ کریم کے عمل سے مختلف ہے۔

پس چونکہ شیعوں نے اس سُنّت رسولؐ کی بھی حفاظت کی ہے اور آج تک آپؐ کے طریقہ کے مطابق رفع یدین کر رہے ہیں۔ اس لئے سُنّت کے اصل مطیع اور فرماں بردار یہی لوگ ہیں اور سُنی حضرات اپنے اس نمائشی دعویٰ "اہل سُنّت" کا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ انھوں نے غیر رسولؐ کے احکام کو رسولؐ کے احکام پہ ترجیح دی ہے۔ اور ایسے اعمال کو قبول کر لیا ہے جو سُنّت رسولؐ کے موافق نہیں ہیں۔ اور ان امور کو چھوڑ دیا ہے جو حضورؐ بجالایا کرتے تھے لہٰذا ایک محمدیؐ مسلمان کے لئے ضروری ہے سُنّت محمدیہؐ کی اتباع کرے اور آپ کے احکام و اعمال کے مقابلہ میں کسی اُمتی کی بات کو بالکل کوئی وقعت

دو نمازیں جمع کر کے پڑھنا جب ہم شیعہ نہیں تھے تو اس غلط فہمی کا شکار تھے کہ شیعہ لوگ تارک الصلوٰۃ ہوتے ہیں ان کا مذہب صرف رونا پیٹنا ہے یہ سارے دن کی نمازیں ایک ہی وقت میں اکٹھا پڑھ لیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

لیکن جب ہم نے مذہب شیعہ میں دلچسپی لینا شروع کی تو معلوم ہوا کہ اس مذہب میں نماز کی سخت پابندی ہے نماز سے غفلت قطعاً ناقابل برداشت ہے اور یہ لوگ ساری نمازیں ایک وقت پر ادا کرنے کے قائل نہیں ہیں البتہ وہ نمازیں جن کا ذکر قرآن مجید میں بھی اکٹھا آیا ہے ایک دفعہ پڑھ لینے کو جائز سمجھتے ہیں لیکن ہر نماز کو علیحٰدہ علیحٰدہ پڑھنا افضل سمجھتے ہیں اور یہی عقیدہ اہل سُنّت کا ہے کہ دو نمازیں ملا کر بھی پڑھی جا سکتی ہیں مگر الگ الگ پڑھنا افضل ہے۔ جیسا کہ اہلحدیث علامہ وحید الزماں نے لکھا ہے۔

"دو نمازیں اکٹھی پڑھ لینا کسی عذر، سفر اور بارش کے بغیر اہل حدیث کے نزدیک جائز ہے اور الگ الگ پڑھنا افضل ہے۔

(ہدیۃ المہدی جلد ۱ صفحہ ۱۰۹)

یہ بات سُنّت رسول سے بھی ثابت ہے کہ حضور اکرمؐ سفر یا بارش کے بغیر بھی دو نمازیں اکٹھی پڑھ لیتے تھے ثبوت کے لئے دیکھیے۔

(۱) صحیح بخاری مترجم مطبوعہ سعیدی کراچی جلد اوّل کتاب مواقیت الصلوٰۃ پارہ ۵ صفحہ ۲۷۲ حدیث ۵۴۲

(۲) صحیح مسلم مترجم مع شرح نووی مطبوعہ مکتبہ سعودیہ کراچی جلد ۲ صفحہ ۲۵۸

(۳) سنن ابو داؤد مطبوعہ مصر الجزء الثانی صفحہ ۵ حدیث ۱۲۱۰ و ۱۲۱۱

(۴) موطائے امام مالک مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی صفحہ ۱۲۶

(۵) شرح معانی الآثار طحاوی مطبوعہ لاہور جلد ۱ صفحہ ۹۵

پس معلوم ہوا کہ دو نمازیں ملا کر پڑھ لینا نہ ہی خلاف سنّت ہے اور نہ ہی متنازعہ لیکن ہم نے ایک شیعہ صاحب سے دریافت کیا کہ بھائی جب دو نمازیں جمع کر کے پڑھ لینا جائز ہے اور مذہب سنیہ اور شیعہ میں اس مسئلہ پہ کوئی اختلاف بھی نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ اہل سنۃ حضرات عملاً اس سنّت کے پیرو نہیں ہیں اور اکثر شیعہ لوگ جمع بین الصلواتین کے عامل ہیں حالانکہ ان کے مذہب میں الگ الگ نماز پڑھنا افضل بھی ہے تو ان صاحب نے جواباً فرمایا کہ عزیزمن! بات یوں ہے کہ اہل سنّت نے محض شیعوں کی مشابہت سے بچنے کے لئے اس سنّت کو چھوڑ دیا ہے اور ہم بڑے مجبور ہو کر ایسا کرتے ہیں اور چونکہ شیعوں کو سنّت کی حفاظت ہر شے پہ مقدم ہے لہٰذا سنّت کو زندہ و جاری رکھنے کے لئے یہ لوگ دو نمازیں اکٹھا پڑھتے ہیں اور جو فضیلت کا ثواب (علیحدہ پڑھنے سے) ان کا باقی رہ جاتا ہے وہ اس سے زیادہ ثواب سنّت کی حفاظت کر کے حاصل کر لیتے ہیں اس کے برعکس سنّی حضرات رسولؐ کی اس سنّت کی کوئی پرواہ نہیں کرتے بلکہ اُلٹا شیعوں کو نشانۂ اعتراض بنا کر بالواسطہ رسولؐ مقبول پہ اعتراض کرتے ہیں۔

سجدہ گاہ شیعہ نمازی بوقت نماز سجدہ گاہ سامنے رکھ لیتا ہے اور بوقت سجدہ اسی خاک پہ پیشانی رکھتا ہے جب کہ سُنّی حضرات ایسا نہیں کرتے ہیں شیعوں کا یہ فعل بھی اہل سنّت کے نزدیک قابل اعتراض ہے۔ چونکہ ہم سُنّی تھے لہٰذا شروع میں یہ بات بھی عجیب سی معلوم ہوئی خاک پہ پیشانی رکھنا یوں تو ہم بھی عجز و انکسار کی علامت سمجھتے تھے لیکن چونکہ یہ فعل شیعوں کا تھا لہٰذا یہ انکساری بھی ہمیں عادت روافض معلوم ہوئی لیکن جب ضد اور تعصب سے چھٹکارا ملا تو یہ جان کر بہت حیران ہوئے کہ یہ فعل بھی دراصل سنّت رسولؐ مقبول ہے جسے صرف شیعہ مخالفت کی نذر کر دیا گیا ہے چنانچہ بخاری شریف نے یہ مسئلہ بھی حل کر دیا۔ کیونکہ حق زبانِ دشمن پہ بھی آجایا کرتا ہے۔

لہٰذا صحیح بخاری مترجم مطبوعہ سعیدی کراچی جلد ۱ کتاب الصلوٰۃ ،

باب الصلوٰۃ علی الخمرہ باب ۲۶۲ ص ۳۲۰ حدیث ۳۷۱ اس طرح ہے -
"ابو ولید، شعبہ، سلیمان شیبانی، عبداللہ بن شداد حضرت میمونہؓ (ام المومنین) روایت کرتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خُمرہ پر نماز ادا فرمایا کرتے تھے"

ایسا ہی بیان امام بیہقی اہلسنت نے اپنی سنن کبریٰ جلد ۲ باب الصلوٰۃ علی الخمرہ ص ۴۲۱ میں لکھا ہے -

جب یہ روایت ملی تو اب "خمرہ" کے بارے میں تجسس ہوا کہ یہ کیا شئے ہے جس پر حضورؐ نماز ادا فرماتے تھے - چنانچہ فاضل محدث اہلسنت مولانا محمد طاہر فتنی احمد آبادی کی کتاب "مجمع بحار الانوار" نے یہ الجھن بھی دور کر دی - مولوی صاحب موصوف اس کتاب کی جلد اول باب الخ مع المیم ص ۳۷۶ پر لفظ "خمرہ" کے معنی اس طرح تحریر کرتے ہیں -

"و هی التی یسجد علیها الآن الشیعة" یعنی (خُمرہ) یہ وہی چیز ہے جس پر اب شیعہ سجدہ کرتے ہیں -

پس معاملہ صاف ہو گیا کہ شیعہ نماز میں یہ سُنّت بھی پوری کرتے ہیں اور نام نہاد اہل سُنّت حضرات اس سُنّت کو بھی چھوڑ چکے ہیں -

تراویح ہم دیکھتے ہیں کہ سُنّی بھائی رمضان شریف میں نماز تراویح بڑے انہماک سے پڑھتے ہیں جبکہ شیعہ لوگ اس ورزش جسمانی سے محروم رہتے ہیں - تراویح کے اہل سنتہ والجماعتہ کے نزدیک بہت فضائل ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ میرے سُنّی بھائی اندھا دھند تقلید میں اپنی مثال آپ ہیں جس طرف ان کو مُلّا لگا دے بلا چوں چرا آنکھ بند کر کے رواں دواں رہتے ہیں - جو امور اصل سُنّت رسولؐ ہیں اُن کو چھوڑ دیتے ہیں اور جو بات آنحضرتؐ کی سُنّت ثابت نہیں اس پر اس طرح اڑتے ہیں جیسے حلق میں پان کی چھالیہ - !

بھائی اللہ کے بندو! اگر آپ واقعی سنّت رسولؐ کے پروانے ہیں از راہِ خُدا رسولؐ مجھے لفظِ تراویح زبانِ رسولؐ سے ثابت کر کے دکھا دیں ہمیں باوجود کوششِ تامہ کے یہ لفظ حضورؐ کی زبان مُبارک سے کسی بھی جگہ نہیں مل پایا اب خود اندازہ فرمائیں کہ جس عمل کا نام تک شارع علیہ السلام نے زبان مبارک سے ادا نہ فرمایا وہ کس طرح سُنّت ہو سکتا ہے مگر آپ کی ہٹ دھرمی کا کیا کریں بلا وجہ غلط بات رسولؐ مقبول کی طرف منسوب کئے چلے جا رہے ہیں جس کی نہ کوئی دلیل ہے اور نہ ہی کوئی جواز۔

اب ذرا "بخاری بعد از کلام باری" کی طرف توجہ کیجئے اور اپنی صدیقہ حضرت اُم المومنین عائشہ کی اس روایت پر غور فرمائیے۔

"ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان میں کس طرح ہوتی تھی؟ اُنھوں (عائشہ) نے کہا کہ آپؐ رمضان میں اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نماز نہ پڑھتے تھے۔

(صحیح بخاری مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی پارہ ۸ جلد اوّل کتاب الصوم "نماز تراویح کا بیان" ص۴۴۸ حدیث ۱۸۵۷)

ایسی ہی روایت صحیح مُسلم مترجم مطبوعہ مکتبہ سعودیہ کراچی جلد ۲ ص۲۷ میں ہے لہٰذا محدثین کے نزدیک یہ روایت متفق علیہ ہے۔

اب ایمان سے بتائیں اگر حضورؐ تراویح پڑھا کرتے تھے تو پھر صدیقہ صاحبہ نے اس کا ذکر کیوں نہ فرمایا۔ اور رمضان و غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں کی ادائیگی کس لئے بتائی۔ پس بخاری و مُسلم کی روایت سے بشہادت اُم المومنین ثابت ہوا کہ زمانۂ رسولؐ مقبول میں تراویح نام کی کوئی نماز نہیں تھی۔ پھر یہ سُنّت کیسے ہوئی؟

مگر مجھے افسوس سے یہ دُہرانا پڑتا ہے کہ دراصل اہل سُنّت حضرت رسولؐ

مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال واقوال کو سنّت نہیں سمجھتے بلکہ اُن کے دوستوں یاروں کے افعال واحکام کو سنّت کا درجہ دیتے ہیں خواہ وہ رسولؐ کے طریقوں سے کتنے ہی مختلف کیوں نہ ہوں۔

اب تراویح ہی کی مثال لے لیں صحیح بخاری ہی میں ہے کہ اس نماز کا حکم مسلمانوں کے خلیفہ دوم نے دیا اور خود ہی اقرار کیا کہ یہ اچھی بدعت ہے ثبوت کے لئے دیکھئے۔

(۱) صحیح بخاری پارہ نمبر ۸ کتاب الصوم باب "فضل من قام رمضان"
(۲) مشکواۃ (مترجم) مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی جلد ۱ ص ۲۳۹ حدیث ۱۲۱۶۔

اب جس وقت سُنّی صاحبان تراویح کو "سنّت مؤکدہ" کہتے ہیں تو حیرت کے ساتھ ہنسی بھی آتی ہے کہ جب حضرت عمر نے محض اپنی رائے سے ایک قاری کے پیچھے جمع ہونے کا حکم دے کر اس فعل کو "نئی چیز" تسلیم کر لیا ہے تو یہ سنّت کیسے ہو گئی؟ کیا بی بی عائشہ اور حضرت عمر نے جھوٹ بولا! اگر رسولؐ خدا نے یہ نماز ادا کی تھی یا اس کا حکم دیا تھا تو پھر حضرت عمر نے اسے "اچھی بدعت" یعنی نئی چیز کہنے کی ضرورت کیوں محسوس کی۔

چنانچہ بعد کے علماء نے بھی اسے اوّلیاتِ عمر ہی میں شمار کیا ہے اطمینان کے لئے دیکھئے۔

(۱) "الفاروق" مؤلفہ شمس العلماء شبلی نعمانی ص ۶۶۳ حصہ دوم
(۲) "تاریخ الخلفاء" علامہ حافظ جلال الدین سیوطی ص ۴۳، ص ۴۴
(۳) "انتقاد الرجیح" اہلحدیث علامہ نواب صدیق حسن بھوپالی ص ۶۲، ص ۶۳ وغیرہ۔

پس چونکہ شیعیان علیؑ اپنے امام اوّل کے مذہب کے مطابق صرف سنّت محمدؐ کے پیروکار ہیں اور حضرت عمر کو امتی سمجھتے ہیں اس لئے سنّت کے مقابلے

میں بدعت کو قبول کرنا اُن کے مذہب میں جائز نہیں ہے۔ لہٰذا وہ تراویح کے قائل نہیں۔ اس کے برعکس سُنّی حضرات حضورؐ کی سُنّت سے زیادہ مقام احکامِ صحابہ کا اعتقاد کرتے ہیں لہٰذا وہ باقاعدگی سے تراویح پڑھتے ہیں۔

دروغ گو را حافظہ نباشد۔ حضرت عمرؓ نے نماز تراویح با جماعت کا حکم دیتے وقت اس بات کو ملحوظ نہیں رکھا کہ قرآن مجید میں آیاتِ سجدہ بھی ہیں اکیں چار مقامات ایسے ہیں کہ جہاں فی الفور قاری و سامع پر سجدہ کرنا فرض ہوتا ہے چاہے وہ کیسی ہی حالت میں ہوں لیکن دوسری طرف حکم یہ ہے کہ نماز کی ترتیب میں تبدیلی کرنا منع ہے یعنی رکوع سے پہلے سجدہ نہیں کرنا چاہیئے۔ اب فرمائیں جب تراویح میں آیت سجدہ آئیگی تو حالت قیام کے بعد سجدہ کرنا واجب ہو گا۔ ادھر رکوع سے پہلے سجدہ کرنا مانع نماز ہے۔ اب ایسی صورت میں کسی ایک حکم کی خلاف ورزی کرنا پڑے گی یا نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ عام حالات میں اہلسنّت کے ہاں بھی وہ سورتیں نماز میں پڑھنا منع ہیں جن میں سجدہ کی آیت موجود ہے۔ نیز یہ کہ حکم ہے نماز با جماعت کو لمبا نہ کیا جائے تاکہ لاغر و ضعیف حضرات کو تکلیف محسوس نہ ہو۔ جو شریعت انسانی ضروریات کو اس طرح ملحوظ رکھتی ہے اگر وہ بھوکے پیاسے لوگوں کو تراویح کی مشقت برداشت کرنے پر مجبور کرے تو یہ بات ایک نقص ہوگا اور بوجھ بھی!

بعد از افطار روزہ داروں کی طبیعت پر یہ بوجھ ضرور ناگوار گزرتا ہے اور اسلامی شریعت قدم قدم پر انسانی اقدار و تقاضوں کی حفاظت کرتی ہے یہی وجہ ہے حضورؐ اکرم جو کہ انسانیت کے مزاج شناس تھے نے تراویح کا نام تک نہ لیا۔

تراویح کے بارے میں یہ لطیفہ مشہور ہے کہ ماہ رمضان میں ایک انگریز نے اسلام قبول کیا دن بھر روزہ رکھا اور رات کو تراویح کی بیس رکعت نماز

پڑھی۔ اگلی صبح اس نے ترک اسلام کر دیا اور کہا کہ یہ مذہب استطاعت سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔

تکبیراتِ جنازہ مذہب شیعہ اور مذہب سُنیہ کی نماز جنازہ میں بھی فرق ہے سنی حضرات نماز جنازہ میں چار سے زیادہ تکبیریں نہیں پڑھتے ہیں جبکہ شیعہ کی نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں پڑھی جاتی ہے سنی حضرات کا خیال یہ ہے کہ منافق کی نماز جنازہ کی ممانعت کے بعد حضورؐ نے چار تکبیرات پڑھنا شروع کر دیں جبکہ اس امتناع سے پہلے آپ پانچ تکبیریں پڑھا کرتے تھے۔ لہٰذا آخری عمل رسولؐ سُنّت ہوگا۔ جبکہ شیعہ بدستور پانچ تکبیروں کے قائل ہیں۔ اُن کا دعویٰ ہے حضورؐ مومن کے جنازہ پہ پانچ تکبیرات پڑھتے رہے اور عہد ابوبکر تک یہی سُنّت قائم رہی مگر حضرت عمر نے چار سے زیادہ تکبیریں کہنے سے منع کیا۔

سُنّی حضرات کی یہ بات ہماری سمجھ میں نہ آسکی کہ حرمتِ نماز جنازۂ منافق کے ساتھ ایک تکبیر کیوں کم کر دی گئی؟ یہ معاملہ ہمیں سمجھا دیا جائے کہ نماز تو منع ہوئی تکبیر کس لئے گھٹ گئی؟ جبکہ کتب سُنیہ ہی سے ثابت ہے کہ پانچ تکبیرات حضرت عمر کے زمانہ تک جاری رہیں لیکن انھوں نے چار سے زیادہ تکبیروں پر پابندی لگائی۔ ثبوت کے لئے دیکھئے۔

(۱) تاریخ الخلفاء علامہ جلال الدین سیوطی صفحہ ۹۳ و ۹۴

(۲) الفاروق علامہ شبلی نعمانی حصہ دوم صفحہ ۲۶۲

(۳) تاریخ ابوالفدا۔ جلد اوّل صفحہ ۱۲۴

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر آنحضرتؐ ہی نے چار تکبیرات پڑھی تھیں تو پھر اصحاب رسولؐ نے اس سُنّت پر عمل کیوں نہ کیا کہ حضرت عمر کو چار سے زیادہ تکبیرات کہنے پر حکم ممانعت نافذ کرنا پڑا؟ یا تو لوگ سُنّت ہی پانچ تکبیروں کو سمجھتے تھے اور چار تکبیروں سے ناواقف تھے بصورت دیگر حضرت عمر نے خلاف سُنّت ایجی

طرف سے یہ حکم دیا۔ تبھی تو اسے اولیّات عمر میں لکھا جاتا ہے۔

پس اس حکم کو اوّلیات میں شمار کرنا ہی یہ دلیل ہے کہ عہد رسالت اور زمانہ ابوبکر میں اس سے مختلف عمل تھا یعنی پانچ ہی تکبیرات نماز جنازہ میں پڑھی جاتی تھیں۔

لہٰذا سنّت رسولؐ کو چھوڑ کر حضرت عمر کے حکم کی پیروی کرنا ایسا ہی ہے کہ رسالت محمدؐ کا انکار کر کے نبوت عمر کو مان لیا جائے شاید اسی لئے راہ ہموار کرنے کی خاطر یہ حدیث لکھی گئی ہے کہ "اگر میرے بعد کوئی نبیؐ ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتا" نافہم ــــ !

اس حقیقت کا اعتراف خود علمائے اہلسنت نے کیا ہے کہ بعد از رسولؐ نماز میں تبدیلی کی گئی چنانچہ مولوی محمد علی لکھنوی فرنگی محلی اپنی کتاب "وسیلۃ النجاۃ" میں ص۲۰ پہ لکھتے ہیں۔

"بعد از رسولؐ خدا تغیر و تبدل در نماز کہ ستون دین است راہ یافت"

یعنی حضورؐ کے بعد نماز جو کہ ستون دین ہے اس میں بھی تغیر و تبدیلی ہو گئی، اسی طرح صحیح بخاری اور ترمذی شریف وغیرہ میں ایسی روایات ملتی ہیں کہ بعد از پیغمبر اصحاب نے نماز کو بھی تبدیل کیا جیسا کہ تلخیص الصحاح جلد اوّل کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ص۳۵ میں ہے کہ :-

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو امور رسول اللہ صلعم کے عہد میں تھے ان میں سے اب میں کچھ بھی نہیں پاتا۔ دریافت کیا گیا (صحابہؓ نے پوچھا) نماز تو ہے۔ انس نے جواباً کہا کہ تم لوگوں نے نماز میں بھی کیا تغیّرات و تفرقات نہیں کئے ہیں۔

اب جبکہ خود محدثین محققین اہل سنۃ والجماعۃ اس کے معترف ہیں کہ بعد از نبیؐ امت نے نماز کو تبدیل کیا اور نئی نئی باتیں داخل کیں اور رسولؐ اللہ کے جاری کردہ امور کو پس پشت ڈالا تو پھر مذہب سُنیہ کا بمطابق سنّت رسولؐ

ہونا کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

حدیث رسولؐ ہے کہ "حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا جس نے دین میں کوئی نئی بات جاری کی وہ ہم میں سے نہیں ہے بلکہ وہ مردود ہے"

(صحیح بخاری جلد چہارم ص ۱۴۲)

نیز حدیث ہے یقول النبی من عمل لیس علیہ امرنا فھو مردود، یعنی حضورؐ نے فرمایا جو کوئی ایسا عمل کرے کہ ہم نے اس کے بارے میں حکم نہ دیا ہو وہ عمل مردود (نا قابل قبول) ہے

سُنّی حضرات سے گذارش ہے کہ منقولہ دونوں احادیث کی روشنی میں ہماری معروضات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی نمازوں کا جائزہ لیں پھر یقیناً آپ یہی فیصلہ فرمائیں گے جو آپ کے دوسرے بھائی لوگوں نے کیا۔ چنانچہ جماعت پیترہ ہی کی جانب سے ایک پمفلٹ "الصلوٰۃ" شائع ہوا۔ جس میں نماز مروجہ کا علانیہ انکار کیا گیا ہے اور ناشر ادارہ بلاغ القرآن لاہور نے واضح طور پر اس طرح لکھا ہے

"واضح رہے ادارہ بلاغ القرآن نے عرصہ ہوا ایک پمفلٹ "الصلوٰۃ" شائع کر کے وضاحت کر رکھی ہے کہ مروجہ نماز رسول کی نماز ہرگز نہیں ہو سکتی جس میں "فاقرءوا ماتیسر من القرآن" کے خداوندی حکم کے خلاف غیر قرآنی عربی جملے پڑھے جاتے ہیں۔ اور جس میں قرآن کریم کی وہ عبارتیں دہرائی جاتی ہیں جو نماز یعنی خدا کے حضور حاضری کے مقام کے غیر مقتضی ہیں۔ جیسے کہ "ایاک نعبد و ایاک نستعین" کے براہ راست خطاب کے ساتھ خدا کو مخاطب کرنے کے بعد پھر اسے کہا جاتا ہے قل ھو اللہ احد کہ اللہ ایک ہے۔ یا کہا جاتا ہے قل یا ایھا الکافرون لا اعبد ما تعبدون .... لکم دینکم ولی دین۔ کافروں کو کہہ دے کہ اے کافرو! جس کی عبادت تم کرتے ہو میں اسکی عبادت نہیں کرتا .. . تمھارا دین تمھیں مبارک اور میرا دین مجھے مبارک۔ نیز

نماز میں عام قرآن پڑھنا بھی مقتضی مقام کے خلاف ہے عقل وخرد سے بیزاری کی علامت ہے۔ کہ حضورِ الٰہی میں نکاح وطلاق اور حیض ونفاس کے مسائل کی تلاوت کی جائے۔

چونکہ رسول اکرم سلام علیہ کا ان تمام خلاف عقل اور خلاف قرآن چیزوں کا مرتکب ہونا ہرگز ممکن نہیں اس لئے ہم نے اعلان کر رکھا ہے کہ مروجہ نماز نہ رسولی ہے نہ قرآنی بلکہ یہ کہیں بعد کی ایجاد ہے"۔

(ماہنامہ بلاغ القرآن لاہور جون ۱۹۶۷ء صفحہ ۱۷)

مندرجہ بالا وضاحت دربارۂ نماز جو ادارہ بلاغ القرآن لاہور نے کی ہے۔ بالکل ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ یعنی سرے سے نماز کا پتہ ہی غائب کر دیا ہے۔ چونکہ یہ اہل سنت بھائیوں کے گھر کا معاملہ ہے لہٰذا ہم اس پر اپنی کوئی رائے نہیں پیش کرتے اہل سنۃ والجماعۃ حضرات جانیں اور اُن کا ادارہ بلاغ القرآن ہمیں تو بس یہی کہنا ہے کہ خود سُنّی حضرات علانیہ تسلیم کرتے ہیں کہ اُن کی نماز نہ قرآنی ہے اور نہ رسولی بلکہ بعد کی وضع کردہ ہے یعنی بدعت ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ تعصب ولغزش کی زنجیریں انھیں آلِ محمدؐ کی تعلیمات پر توجہ کرنے سے روکتی ہیں اگر وہ ان بندھنوں سے آزاد ہو کر خلوص نیت سے نمازِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے فلسفہ پر غور فرمالیں تو اس قدر جارحانہ رائے کبھی بھی مرتب نہ فرمائیں کیونکہ مقررہ تمام اُمور نماز بمطابق عقل وخرد اور قرآن وسُنّت پائیں گے اور ثقلین کی ہدایات کی روشنی میں عقل خالص اُن کی راہنمائی کرے گی پھر مقتضی وغیر مقتضی کا عذر انشاءاللہ رفع ہو جائے گا۔ لیکن اگر خود سری اور فہم ناقصہ کا نام ہی عقل ودانش ہے تو پھر ایسی بیزاری خرد وادراک کا کوئی علاج نہیں۔ انشاءاللہ ہم کسی اور مقام پر نماز کی لفظی تصویرکشی مکالماتی صورت میں پیش کر کے یہ ثابت کریں گے شیعہ نماز بالکل مربوط اور مسلسل ہے اور اس میں کسی بھی جگہ غیر مقتضی بات نہیں ہے جیسا کہ ادارۂ مذکورہ کا زعم اپنی نماز کے

بارے میں ہے ۔ ۱
ادارہ بلاغ القرآن نے تو نماز کو کلاً موضوع و بدعت قرار دیا ہے جبکہ

۱۔ ادارہ بلاغ القرآن کا دعویٰ ہے کہ صرف اکیلا قرآن ہی ہدایت کے لئے کافی ہے لیکن احقر کی رائے ہے کہ انھوں نے انکار نماز کر کے دراصل اپنے موقف ہی کی تردید کردی ہے ان کی قرآن فہمی کا اندازہ منقولہ بیان ہی سے ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ سورۃ الفاتحہ کو قرآن کے دیباچہ وخلاصہ کی حیثیت حاصل ہے اور میرا دعویٰ ہے کہ یہ ایسی سورت ہے کہ اس کے بعد کلام مجید کی کوئی بھی آیت پڑھی جائے تو اس سے مربوط ہو کر بامقصد معنی دیتی ہے اور تقاضائے نماز پورا کرتی ہے یہ بات ایک طرف قرآن کے الہامی ہونے کا قوی ثبوت ہے اور اس کی فصاحت وبلاغت کی تائید کرتی ہے تو دوسری طرف معترض کا اعتراض رفع کر دیتی ہے۔ چونکہ سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ توحید کی تلاوت کو ادارۂ موصوف نے خصوصاً نشانۂ اعتراض بنایا ہے لہٰذا ازالۂ شبہ کی خاطر اس حاشیہ میں چند معروضات پیش خدمت ہیں۔

نماز بظاہر حضور الٰہی میں دُعا گوئی ہے لیکن اس کے معنی بہت وسیع ہیں کہ اس ایک عمل میں پوری تعلیم اسلام کی فکری و عملی تشریح موجود ہے۔ جس پر مفصل روشنی ہم نماز کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے ڈالیں گے تاہم مختصراً یہاں نماز بمعنی عام عبادت کا جائزہ لیتے ہیں کہ مسلمان جب نماز کے لئے آتا ہے تو اللہ کی بڑائی کے اقرار کے ساتھ ہاتھ بلند کر کے اس بات کا عملی ثبوت پیش کرتا ہے کہ اے اللہ ناچیز بندۂ مخلوق تیری بارگاہ میں تمام دیگر دنیوی اُمور کو ترک کر کے تیرے حضور آیا ہے۔ (جو لوگ پیٹ کو تھام لیتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سب کچھ چھوڑ رہے ہیں لیکن پیٹ چھوڑنا بس میں نہیں ہے!) اور گذارشات تیری بارگاہ رحم وجود میں پیش کرتا ہے اور وہی الفاظ استعمال کرتا ہے جو تو نے نازل کئے کہ تیرے پسندیدہ ہیں لہٰذا کہتا ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہ میری گفتگو کا آغاز تیرے نام کے ساتھ ہے اور چونکہ تو بہت ہی رحم والا ہے لہٰذا

رسوائے زمانہ محمود احمد عباسی نے اپنی کتاب "تحقیق سید و سادات" کے صفحہ ۳۱ پر:

اگر کوئی خفی یا جلی کوتاہی ہوجائے تو اسے اپنی رحمت کے صدقہ میں درگذر فرما اس لئے کہ ایسی نیک صفات و تعریفات تو تیرے ہی لائق ہیں (الحمد للہ) کیونکہ بلا تمیز نیک و بد تو نے ساری مخلوق کی پرورش کا ذمہ اٹھایا ہے (رب العالمین) اور ہم نے جو تمھیں رحمٰن و رحیم کہا ہے تو اس کا ثبوت یہی ہے کہ تو فی الواقع الرحمان الرحیم"، کیونکہ عاصی و نیکوکار کو اس کے اعمال کی پرواہ کئے بغیر اپنی بارگاہ رحمت سے پالتا ہے حالانکہ غیر خدا میں ایسے اوصاف کہاں ہیں۔ مگر ہمارا ایمان ہے کہ تو عادل ہے۔ ایک دن تو نے ایسا مقرر رکھا ہے کہ جب تو ہمارے اعمال کا محاسبہ کرے گا اور بے شک اس دن تیری ہی حاکمیت و بادشاہت کا دربار عدل منعقد ہوگا۔ اور تو جزا و سزا کا فیصلہ ضرور کرے گا کہ تو مالک یوم الدین ہے۔ ہم ناتواں بندے ہیں اور تیری رحمت پر بھروسہ کرتے ہیں تیری بندگی اور فرمانبرداری اس طرح نہیں بجا لا سکتے کہ جس طرح اس کا حق ہے لیکن پھر بھی ہم تیرے علاوہ کسی دوسرے مخلوق کو لائق بندگی نہیں سمجھتے ہیں اور نہ ہی تیرے ہوتے ہوئے ہم کسی دوسرے سے تیری مرضی کے خلاف کسی قسم کی امداد کے طالب ہیں۔ ایاک نعبد وایاک نستعین چونکہ ہم تجھے معبود اعتقاد کرتے ہیں اور تجھے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا عادل حاکم تسلیم کرتے ہیں لہٰذا تیری ہی مدد مانگتے ہیں خواہ تو خود براہ راست کر یا اپنے کسی مقرر کردہ کے ذریعہ سے اعانت فرما اور ٹیڑھا پن دور کر ہماری خامیاں رفع فرما۔ اور اس راہ کی ہدایت و نصیحت میں اضافہ فرما جس کو تو پسند کرتا ہے کہ وہی راہ مستقیم ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم۔ کیونکہ تو نے خود یہ تعلیم دی ہے جو کوئی تیرے پسندیدہ راستہ پر چلے گا تو تو اس پر انعام دے گا۔ اور بالحقیقت جتنے لوگ اس راہ پر گامزن ہوئے تیری نعمات کے خزانوں کے منہ ان باسعادت ہستیوں کے لئے کھول دئے گئے۔ صراط الذین انعمت علیھم اور

مسئلہ درود میں نماز کو جزءً غا بعد کی پیدا وار تحریر کیا ہے۔ شاید عباسی اگر تھوڑے دن

ہمیں یہ بھی پتہ ہے جو لوگ اس راہ کے مسافر نہ بنے وہ تیری غضبناکی کی زد میں آئے یا راستہ میں اپنی معصیتوں سے بھٹک گئے ان کا انجام بھی عبرتناک ہوا لہٰذا ہم التماس کرتے ہیں کہ ہمیں ایسے لوگوں کی پیروی کرنے سے محفوظ رکھ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ اور چونکہ ساری تعریفات نیک کا تو ہی سزاوار ہے اس لئے کہ تو ہمیں پالتا پوستا ہے لہٰذا حسب کا کھائے اس کے گیت گائے۔ ہم تیری اس مہربانی کا ہدیہ تشکر بجالاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں الحمد للّٰہ رب العالمین۔

(مذہب جعفریہ کی نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد دوبارہ یہی قرآنی الفاظ دہرائے جاتے ہیں کہ سنّت ہے جبکہ غیر شیعہ حضرات تامین کے قائل ہیں حالانکہ آمین قرآن مجید میں نہیں ہے۔)

اے بار الٰہا! ہم جس قدر بھی تیری تعریف کریں اور شکر بجالائیں وہ کم ہے مگر تیرا تو نام اللّٰہ ہے جو کہ ذات رحمٰن و رحیم ہے لہٰذا تیری رحمت پر اعتماد ہے تو ہمارا یہ قلیل شکرانہ بھی قبول کرے گا۔ (بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم) کیونکہ تیری ذات و صفات میں کوئی دوسرا داخل نہیں ہے۔ اور تو نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم تیری توحید ایسے مانیں جس طرح تو نے اپنی کتاب محکم میں تعلیم دی کہ کہو اللّٰہ اکیلا ہے (قل ھو اللّٰہ احد) ایک بھی نہیں کہ اس کا آدھا کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ہم تجھے احد مانتے ہیں اور ایسا احد جو "صمد" بھی ہے۔ کہ بے نیاز ہے یہ اکیلا پن اس کی کُنہ' ذات کے لئے کسی احتیاج کا باعث نہیں جس طرح کہ ہم گنہگاروں کے نزدیک کسی کا اکیلا ہونا اکثر قابل رحم نظر آتا ہے۔ (اللّٰہ الصمد) تیری شان بے نیازی ایسی ہے کہ تو لم یلد ولم یولد ہے کہ تجھ سے پہلے کوئی ایسا نہ تھا کہ جس نے تجھے پیدا کیا ہو اور نہ ہی تجھ سے کوئی پیدا ہوا کہ تیری ذات ان احداث سے منزّہ ہے اور تو ایسا بے مثل و مثال ہے کہ کوئی تیرا ہمسر نہیں ہے

اور زندہ رہتا تو اپنی نماز کو کُلاً مبدّل و محرف کہہ دیتا۔

تیری کوئی نظیر نہیں ہے تو نے اپنے جیسا کسی کو ہونے ہی نہیں دیا۔ (ولم یکن لہٗ کفواً احد) پس ایسی منفرد حیثیت کی بنا پر یقیناً تجھ سے بڑا کوئی نہیں ہے تو ہی اکبر ہے۔ "اللہ اکبر"

چونکہ تو بڑائی کے لائق ہے اور ہم تیرے ہر حالت میں محتاج بندے ہیں لہٰذا ہماری دعا ہے کہ ہمارے محسنین محمد و آل محمد پر رحمت کر کیونکہ اُن کی بدولت ہمیں تیری آشنائی ہوئی ہے۔

(عموماً مذہب شیعہ میں سورۂ اخلاص دوسری رکعت میں پڑھا جاتا ہے اور اس کے بعد دعائے قنوت ہاتھ بلند کر کے پڑھی جاتی ہے) ہم ہاتھ پھیلا کر التجا کرتے ہیں کیونکہ تو کھلے ہاتھوں سے اپنی رحمتیں تقسیم کرتا ہے کہ اے ہمارے پالنہار! روز حساب ہماری کوتاہیوں کو اپنی ربوبیت کے صدقہ میں معاف کر دینا۔ ہمارے بزرگوں کو بھی معافی دے دینا اور ہمارے اُن ایمانی بھائیوں کی مغفرت کرنا جنھوں نے تیرا دین قبول کیا جیسے تو نے حکم دیا (ربنا اغفر لی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب) اے ہمارے اللہ ہم پھر ملتجی ہیں کہ ہم سب کی مغفرت کر اور رحم فرما (کیونکہ تیرا عدل ہمیں سزاوار قرار دے گا) اور اس دُنیا اور آخرت میں عافیت عطا کر اللھم اغفر لنا وارحمنا وعافنا واعف عنا فی الدنیا والآخرۃ) کیونکہ بہ تحقیق تجھے تو ہر چیز پر قدرت ہے۔ (انک علیٰ کل شیٍٔ قدیر) اور یہ سب باتیں تو ہمیں تیرے رسولؐ کے ذریعہ سے معلوم ہوئی ہیں لہٰذا ہم اس احسان سے فراموشی کرنا تیری ناراضگی کا باعث سمجھتے ہیں اور اپنے دینوی اور اخروی مفادات میں تیرے نبیؐ کے اس احسان کو بھولے نہیں لہٰذا تیرے حکم کے تابع ہو کر عرض گزار ہیں اُس پاک رسول اور اس کی طاہر آل پر درود بھیج۔ (اللھم صل علیٰ محمد و آل محمد) تیرے حبیب اور ان کی آل طیب نے ہمیں تیرے حکم سے یہ سبق دیا ہے کہ جب بھی تیری

قدرت و بالادستی کا تذکرہ ہو تو تیری حاکمیت کا اقرار سر نگوں ہو کر کیا جائے چونکہ تو صاحب قدرت و اختیار ہے اس لئے تجھ سے بڑا کوئی نہیں تو اکبر ہے اور تیری اس بڑائی کا اقرار ہم صرف زبانی نہیں کر رہے ہیں بلکہ عملاً اپنی پستی کا اظہار تیرے حضور سر اور کمر خمیدہ کر کے اعلانیہ صدق دل سے تیری ذات سبحان کو عظیم و برتر تسلیم کرتے ہیں اس لئے کہ بلاشک و شبہ تو ہی اس تعریف کا مستحق ہے۔ (سبحان ربی العظیم و بحمدہ) اور ہم تیری تسبیح یوں ہی نہیں کرتے ہیں بلکہ ہمیں یقین واثق ہے کہ ہمارا اللہ ہماری حمد سنتا ہے (سمع اللہ لمن حمدہ) اس لئے کہ ذات صفات میں اس سے بڑا کوئی نہیں کہ اللہ اکبر۔

(مذہب سنیہ میں ذکر رکوع میں حمد خدا نہیں کی جاتی ہے لیکن رکوع کے بعد جملہ سمع اللہ لمن حمدہ کہا جاتا ہے عقلاً سوال کیا جا سکتا ہے کہ جب حمد کی ہی نہیں گئی تو سنا کیا؟ لہذا اس عادت سے بھی سنی نماز ناقص ثابت ہو جاتی ہے قرآن مجید میں جہاں فرشتوں کی تسبیح کا ذکر ہے وہاں حمد ساتھ بیان ہوئی ہے اور شیعوں کا یہ عمل قرآن مجید اور سنت رسول سے ثابت ہے۔ لیکن ذکر رکوع اور سمع اللہ لمن حمدہ کا ظاہری تضاد بھی سنی نماز کو باطل قرار دیتا ہے۔)

چونکہ ہمیں یقین ہے کہ تو نے ہمارے معروضات سنے ہیں لہذا یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ تیرے جیسے احکم الحاکمین نے ہماری شنوائی کی جبکہ دنیا کے عام افسر تک اپنی فریاد پہنچانے کے لئے کئی کئی پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ لہذا ہم پھر تیری بڑائی کا اعلان ہاتھ اونچے کر کے کرتے ہیں اور اس فریاد رسی پر تیرا سجدۂ شکر بجا لاتے ہیں اور تیری بزرگی و تقدس کا اعتراف کر کے اپنی کمتری و ناچیزی کا اعتراف کرتے ہیں اپنے اعضائے سبعہ خاک نشین کرنے کو فلک بوسی پر ترجیح دیتے ہیں اپنی جبین نیاز کو تیری درگاہ بے نیازی میں خاک پر رکھ کر تیری علاء کو مانتے ہیں اور عملاً اپنی

اب بھی وقت ہے۔ ہشیار ہو جائیں!

بلندی یہی سمجھتے ہیں کہ تیری ذات اعلیٰ کے سامنے انتہائی پست ہیں تو قوی و غنی ہے۔ ہم لاغر و محتاج ہیں اور سر بسجود مقر ہیں کہ تو لائق تسبیح ہے اس لئے کہ تو اعلیٰ ہے اور اس تعریف کا حقیقی سزاوار بھی تو ہی ہے (سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ) پس اے اللہ تو بڑا ہے کیوں کہ تیری ذات سب سے اعلیٰ ہے اور اس حمد میں بھی تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ مگر ہمیں تیرے ساتھ یہ قربت بھی تیرے مقرر کردہ وسیلہ کے ذریعہ نصیب ہوئی ہے۔ اس لئے ہم اس وسیلۂ تقرب خدا کو ایسے مقام پہ بھول جانا طوطا چشمی اور مطلب برآری سمجھتے ہیں پس ہم حق مؤدۃ کا پاس کرتے ہوئے تیری بارگاہ میں التجا کرتے ہیں کہ پالنے والے ہمارے محسن رہبران پر اپنی رحمت نازل فرما۔ (رب صل علیٰ محمد وآلہ) اور ان کے صدقہ میں ہم اپنے رب سے بخشش کے امیدوار ہیں اپنے گناہوں کے بارے میں توبہ کے وعدہ کے ساتھ۔ (استغفر اللہ ربی واتوب الیہ) جب ہم اپنے گناہوں کا تصور کرتے ہیں تو شرم سے منہ چھپائے جھکے جاتے ہیں مگر تیری ذات غفار سے مایوس نہیں ہیں۔ توبہ و استغفار قبول کرنے والا تجھ سے بڑا تو کوئی دوسرا نہیں ہے کہ تو اللہ اکبر ہے۔ لہٰذا سر ندامت خاک پر رگڑ کر تسبیح و تقدیس تیری حمد کے ساتھ دوبارہ بجا لاتے ہیں کہ حمد و تعریف کا استحقاق تجھے ہے اور تو نے اپنے ذکر کے ساتھ اپنے رسولؐ کا ذکر بھی بلند کیا ہے اور رفعنا لک ذکرک کا وعدہ فرمایا ہے لہٰذا سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ کے ساتھ ہم تیرے رسولؐ اعلیٰ کا ذکر بھی کرتے ہیں اور ملتجی ہیں کہ بارالٰہا اپنے رسولؐ اور ان کی آلؑ پر صلوٰۃ بھیج اس لئے کہ انھوں نے تیری توحید خالص کو ساری دنیا میں پھیلایا اور ہمیں یہ کلمہ پڑھایا جو فلاح کا ضامن ہے۔

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔

تیری ذات حمد قدر شناس ہے۔ رائی برابر عمل کا انعام بھی تیری بارگاہ سے عطا ہوتا ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸ کا :۔

تو نے اپنے محبوبؐ کی محنت کا صلہ بھی باقی نہیں رکھا ہے اور اتنا خوش ہوا گویا ہے کہ پوری خدائی کا بندوبست اُسے سونپ دیا ہے چونکہ تجھے یقین ہے کہ تیرا حبیب تیری منشاء کے خلاف کوئی عمل کرتا ہی نہیں نہ بولتا ہے مگر جب تو چاہے لہٰذا تو نے انھیں مصطفےٰ کیا اور اُن پر درود پڑھے بغیر تو نماز کو قبول نہیں کرتا ہے اب چونکہ تشہد میں ان کا اسم گرامی آیا ہے اور تیرا حکم ہے جب تیرے رسولؐ کا نام نامی آئے درود پڑھا جائے لہٰذا ہم تیری اطاعت میں تیرے رسول پر پورا درود پڑھتے ہیں کہ اللھم صل علی محمد و آل محمد تیرے حکم وسلموتسلیما کے مطابق ہم ہدیہ سلام نذر کرتے ہیں کہ اے نبیؐ! آپ پر سلام ہو اللہ کی رحمت اور برکت ہو۔

(السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ)

اور آپؐ کی طفیل ہماری بھی اور تمام نیکو کار بندگان خدا کی بھی سلامتی ہو پس چونکہ رسولؐ کو حاضر جان کر ندا کر کے سلام کیا جاتا ہے لہٰذا منجانب خدا و رسولؐ بزبان نمازی جواب ملتا ہے کہ "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہ تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت و برکت ہے۔ جب نمازی جواب سلام حاصل کرتا ہے تو خوشی سے پھولا نہیں سماتا۔ قبولیت صلوٰۃ کا یقین کرتا ہے اور بے اختیار نعرہ تکبیر بلند کر کے ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدا دیتا ہے اور خدا کی بزرگی کا اعتراف کر کے نماز ختم کرتا ہے :۔

۵۔

روزہ

نماز کے بعد دوسرا درجہ روزہ کا ہے۔ جسے عربی زبان میں "صوم" کہتے ہیں۔ جس کے لغوی معنی خاموشی کے ہوتے ہیں۔ یا باز رہنے اور رُک جانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اوّل الذکر معنی پر بھی "صومؐ" کا اطلاق اسی مفہوم کے لحاظ سے ہے کہ زبان کو بولنے سے باز رکھا جائے اور کلام کو روکا جائے۔

روزہ کے معنی اصطلاح اسلام میں ان معنی کو مزید وسعت دی گئی ہے اور رُک جانا یا باز رہنا لغوی اعتبار سے واجبات کا ترک کرنا اور مستحبات سے باز رہنا ہے مگر شرعاً خاص اُمور کا چھوڑنا جن سے شریعت نے اس میں منع کیا ہے خاص ارادہ یا نیت کے ساتھ "صوم" یعنی روزہ کہلاتا ہے۔ یہ اسلامی حیثیت سے فرض ہے اور پورے ماہ رمضان میں اُسے واجب قرار دیا ہے اسکے علاوہ نذر عہد، کفارہ وغیرہ کے لیئے بھی روزہ رکھا جاتا ہے لیکن اس وقت ہمارا مقصد فریضۂ ماہ رمضان پر گفتگو کرنا ہے۔

مادہ پرستوں کا اعتراض مادہ پرست لوگ اور مذہب دشمن طبقہ معترض ہیں کہ اسلام نے ایک ماہ کے روزے فرض کر کے ایک طرح کی ترک دُنیا کی تعلیم دی ہے اور اپنے رہبانیت کی مخالفت کے اصول کی خود ہی خلاف ورزی کی ہے۔ مہینہ بھر کی زندگی سے محروم مُدت دیگر مذاہب کی طرح اسلام نے بھی روحانیت کی ارتقار کے لیئے وقف کی ہے اور اس عرصہ کیلیئے مادیت کے تقاضوں کو نظرانداز کر دیا ہے۔ لیکن یہ اندازِ فکر بھی حقیقی اسلام سے ناآشنائی کا ہی نتیجہ ہے۔

حالانکہ رُوح اور مادہ کا ایسا تعلق ہے کہ دونوں کا افتراق زندگی کو مانع ہے دونوں اس طرح باہم مربوط ہیں۔ کہ ایک کا اثر دوسرے پر ہوتا ہے۔ روحانی احساسات

کا اثر جسم پر ہوتا ہے اور جسمانی تاثرات رُوح کو متاثر کرتے ہیں مثلاً خوف "رُوحانی احساس" ہے جبکہ جسم پر اس کا اثر ہوتا ہے کہ چہرہ خوفزدہ دکھائی دیتا ہے آنکھیں متحرک ہو جاتی ہیں۔ لبوں پر خشکی آجاتی ہے۔ جسم میں لرزہ پیدا ہوتا ہے۔ الغرض جیسا احساس ہوگا۔ ویسے ہی اثرات نمایاں ہوں گے۔ اسی طرح اگر جسمانی تکلیف ہو جائے تو اس کا اثر رُوح پر پڑتا ہے۔ مشاہدہ گواہ ہے کہ عموماً طبیعت کی خرابی مزاج پر اثر انداز ہوتی ہے۔ علالت کے باعث چڑچڑاپن پیدا ہو جاتا ہے بات بات پر غصہ آتا ہے۔ خرابی معدہ کی حالت میں بعض اوقات بھیانک خواب آتے ہیں۔ اور ایسے اثرات جسمانی خرابی کی وجہ سے رُوح پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

پیدائش سے موت تک رُوح انسانی ایک ہی طرح رہتی ہے جبکہ جسم نشوونما پاتا ہے۔ مگر جسمانی پرورش کے ساتھ ساتھ عقل بھی بڑھتی ہے اور پھر بعض اوقات بڑھاپے کے باعث عقل بھی بہک جاتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ انسان کے قوائے جسمانی کا اثر قوائے روحانی پر پڑتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ مادّہ و روح آپس میں اٹوٹ انگ ہیں اور ان کی جدائی کا نتیجہ خاتمہ ہے۔

انسان بھی رُوح و جسم کا مرکب ہے۔ واجب الاطاعت اور قابل قبول مذہب وہی ہوگا۔ جو اس مرکب کو قائم رکھتے ہوئے انسانی زندگی کو جاودانہ اور معتدلانہ اصول عطا کرے۔ ایسا مذہب جو دونوں میں سے کسی ایک سے بھی لاپرواہی برتے ناقص اور ناقابل قبول ہوگا۔ لہٰذا ایسی مذہبی تعلیم ہی صحیح ہو سکتی ہے جو ہمہ گیر ہو۔

جسم مادی اور رُوح دو متضاد چیزیں ہیں یہ قدرت خلاق عالم کا کرشمہ ہے کہ ان کو شیر و شکر کر دیا۔ لیکن رُوح کی غذا اور ہے اور جسم کی خوراک دوسری۔ رُوح افزا اشیاء دیگر ہیں اور جسم پرور چیزیں الگ ہیں۔ دونوں کو اپنی اپنی مطلوبہ خوراک کی ضرورت ہے ان میں کسی ایک کو بھی بھوکا نہیں رکھا جا سکتا۔ لیکن رُوح کو جسم پر حاکم کی حیثیت حاصل ہے کہ پورا جسم روح کی تابع فرمانی کرتا ہے۔ اسی فطری حاکمیت کو اسلام نے بھی تسلیم کیا ہے اور اس کے نزدیک اشرف و افضل ہے کہ جسم کی حیثیت ثانوی ہے بلکہ جسم کی پرورش کا نصب العین ہی بقائے روحانی ہے اسی مقام پر مادہ پرستی اور اسلام

کا ٹکراؤ ہو جاتا ہے کیونکہ اہل مادیت صرف مادہ کی ترقی اصل مقصد قرار دیتے ہیں جبکہ اسلام مادی پرورش کو بھی ضروری سمجھتا ہے مگر اس لئے کہ وہ رُوح سے منسلک ہے اور روحانی بقاء و ارتقاء اس پر موقوف ہے۔

مادیت کی حفاظت اسلام نے مادی زندگی کا قدم قدم پر خیال رکھا ہے لیکن اپنے نصب العین کی حدود میں۔ اگر اسلام مادیت کا مخالف ہوتا تو خودکشی کوئی جرم نہ ہوتا کیونکہ اس طرح مادہ سے چھٹکارا حاصل کر کے انسان کی رُوح کو ارتقاء ملتا۔ اسی طرح روحانی احکام پر اسلام نے بعض اوقات مادیت کو فوقیت دے دی ہے مثلاً نماز جیسی عبادت ہی کو لیجئے محض مادی ضروریات و تکالیف کا احساس کرتے ہوئے نماز کی رعایت کے احکام ہیں معذوروں پر جہاد فرض نہیں ہے تقیہ کی سہولت ہے۔ الغرض مادی حفاظت کی خاطر اسلام نے اپنے احکام میں تبدیلیاں گوارہ کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ شریعت مادیت کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کرتی ہے۔

حکم صوم جسے مادی پہلو سے تو تغافل کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے اس میں اس قدر مراعات ہیں کہ اِن کے تجزیہ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اسلام نے کسی پہلو سے بھی مادی تقاضوں کو پس پشت نہیں ڈالا۔ لیکن چونکہ اس نظام کی بنیاد عدل پر ہے لہٰذا حدود عدل کی قیود ضرور عائد کی گئی ہیں۔ ذرا غور فرمائیں اگر انسان بیمار ہے اور روزہ اس کے لیئے مضر ہے تو روزہ کے فرض کو ساقط کر دیا گیا ہے۔ حالتِ سفر میں روزہ ضروری نہیں۔ لیکن اس کے برعکس اسلام مادی لذائذ، عیش و عشرت کی اتنی خاطرداری نہیں کرتا ہے کہ فرائض کو نظر انداز کر دیا جائے کیونکہ یہ کوتاہی روح کے لیئے ضرررساں ہے۔

روزہ کے مادی و رُوحانی فائدے عباداتِ اسلامیہ سے روحانی ارتقاء ضرور مقصود ہے اگر کسی وقت جسمانی فائدہ مدنظر ہوتا تو اِن کا کسی نہ کسی طرح انجام پا جانا خواہ بغیر قصد قربت کے ہو، ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لیئے کافی ہوتا ہے مگر قربتہً الی اللہ اس عمل کے بجالانے کے معنی یہ ہیں کہ ہم اُسکی روحانی ترقی کے لئے بجالاتے ہیں مگر اسلامی

عبادتیں صرف اعتقادی پوجا پاٹ نہیں ہے بلکہ ان کی حرکات و سکنات و کیفیات ایسے قرار دیئے گئے ہیں جو جسم سے متعلق ہیں لہٰذا روحانی بلندی کے ساتھ ان میں مادی فوائد بھی مضمر ہیں۔

روحانیت کا ارتقاء ادراک و معرفت سے پیدا ہوتا ہے جذبات صالح پیدا ہونے سے خدا سے تعلق بھی ہو سکتا ہے اور بندگانِ خدا سے بھی مادی فوائد انفرادی بھی ہو سکتے ہیں۔ اور اجتماعی بھی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ روزہ ان حیثیتوں سے کتنے فوائد کا حامل ہے۔

عبادت کی اصل روح احساسِ عبودیت ہے اور یہی ادراک روحانی ارتقاء کی راہیں واضح کرتا ہے انسان کو اپنے افعال و اعمال کا محاسبہ کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ نیک و بد میں امتیاز پیدا کرتا ہے۔ خوشنودیٔ خدا اور ناراضگی خدا کے نتائج سے باخبر کرتا ہے بندہ کی انتہائی بلندی یہی ہے کہ معبود سے حتی الامکان قوی ارتباط رکھے اپنی نیازمندی اور احتیاج کے اعتراف سے جس قدر بندے کو اپنی حاجت مندی کا بارگاہ الٰہی میں زیادہ اقرار ہوگا۔ اتنی ہی اس کی نگاہ آرزو اسکی جانب مڑے گی اور دستِ توسل اس کیطرف بڑھے گا جس قدر دامانِ آرزو وسیع ہوگا۔ اسی قدر فیاض و جواد مالک کی طرف سے عطاء ہوگی۔ چنانچہ اسی اعترافِ نیازمندی کا نام ہے احساسِ عبودیت اور اسی درجے کے حصول کو عبدیت کہتے ہیں جس کی ترقی انسان کی معراجِ کمال ہے یہی وجہ ہے جب خدا نے غایتِ کائنات سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معراج کا ذکر کیا ہے تو وہاں حضورؐ کو "عبدٌ" فرمایا۔

اس احساس کا اثر زندگی کے تمام شعبوں پر پڑے گا۔ اور عمل اس احساس کو پیدا کرنے والا ہوگا وہ انسانی زندگی کی عملی اصلاح کا باعث ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی عمل بذاتِ خود جزوی حیثیت رکھتا ہو۔ لیکن اگر اس نے انسان کے دل و دماغ کو اس احساسِ عبودیت کا مرکز بنا دیا تو نتیجہ اس کا کلی ہوگا۔ مثلاً" یہ کہ ارشاد ہے کہ نماز برائیوں سے باز رکھنے والی ہے یہ صرف اس احساس و انفعال کی بنا پر جو نماز سے نفسِ انسان میں پیدا ہو سکتا ہے۔

باعث روزہ روزہ کے متعلق آیت صوم اس طرح ہے کہ "اے مومنو! تم پر روزہ رکھنا واجب قرار دیا گیا ہے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر تاکہ شاید تم متقی بن جاؤ" یعنی بیان آیت سے ظاہر ہے کہ روزہ اس لیے ضروری قرار دیا جا رہا ہے کہ اہل ایمان میں صفت تقویٰ پیدا ہو۔ مطلب یہ ہوا کہ مقصودِ خالق "تقویٰ" ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ روزہ ایک ایسا عمل ہے "جو تقویٰ" کا باعث ہے مگر اکثر لوگ روزہ اس طرح رکھتے ہیں کہ "تقویٰ" کا اثر تک نہیں ہونے دیتے۔ بعض یوں روزہ کو انجام دیتے ہیں کہ اس کا نتیجہ ناقص نکلتا ہے اور کم ہی ایسے افراد ہوتے ہیں جن کے عمل سے خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔

تقویٰ اب یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ یہ "تقویٰ"، کیا شے ہے؟ جو روزہ رکھنے کا نتیجہ ہے اولاً تو اسلام نے اس صفت کو عظمت انسانی کا معیار مقرر کیا ہے۔ کہ سب سے معزز اور ذیشان وہ شخص ہے جو تقویٰ کی صفت سے متصف ہے۔

خوف ہمارے اہل سنت بھائیوں کے ہاں تقویٰ سے مراد اللہ میاں سے ڈرنا ہے یعنی اس مذہب میں روزہ رکھنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ میاں سے ڈرنے کی صفت پیدا ہوتی ہے لیکن جب ہم اس ماحصل کو عقلاً" دیکھتے ہیں تو یہ تصور ہی بہت ڈراؤنا ہے کیونکہ مشاہدہ گواہ ہے کہ ڈرا ہمیشہ تین چیزوں سے جاتا ہے۔ پہلی بھیانک یعنی ایسی چیز جو کریہہ المنظر ہو اور منافرت طبعی کے باعث ڈراؤنی ہو۔ جیسے غول بیاباتی کا خیالی مجسمہ یا تصویر دوسرے وہ جس کا سابقہ انسان کو پہلے نہ پڑا ہو اور پہلے پہل اس کا سابقہ ہو رہا ہو اس لیئے طبعیت اس سے غیر مانوس ہو اور وحشت کرتی ہو۔

تیسرے وہ طبیعت کے تقاضے کے مطابق آزار رساں اور تکلیف دہ ہو جیسے درندہ، ظالم، زہریلا جانور، دشمن وغیرہ۔

لیکن خدا تعالیٰ کی ذات میں تو ان میں کا کوئی بھی سبب نہیں ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔ خوفزدہ تو باعث آزار چیز سے ہوتے ہیں۔ بری شے سے ڈرتے ہیں۔ خدا کا تو تقرب حاصل کرنا چاہیئے اس سے محبت کرنا چاہیے۔ شاید یہ اسی

غلط تعلیم ہی کا نتیجہ ہے کہ لوگ اب خدا کے نام سے بھی ڈرتے ہیں مسجد کو دور سے دیکھ کر سینما میں گھس جاتے ہیں۔ چونکہ مذہب اہل سنت کی ہر بات الٹی ہے لہذا اس تقویٰ کا مطلب بھی یار لوگوں نے الٹا ہی لیا ہے حالانکہ حقیقت میں خدا سے نہیں ڈرنا ہے بلکہ اپنے نفس سے ڈرنا ہے۔ ان اعمال سے ڈرنا ہے جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہوں اور جس قدر خدا کی محبت و عظمت نگاہوں میں زیادہ ہو گی۔ اتنا اپنے افعال کی کوتاہیوں کا اندیشہ زیادہ ہوگا۔ پس یہی تقویٰ ہے جسے بھائی لوگوں نے اللہ کو معاذ اللہ بھوت بنا دینے کے معنی دے رکھے ہیں۔ اسی تقویٰ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے قلب و دماغ کے متاثر ہونے کا جو عظمت الٰہی کا احساس ہے جب یہ اثر انسان کے نفس پر قائم ہو جائے گا۔ تو انسان کے تمام افعال و اعمال میں توازن و اعتدال اور عمومی طور پر فرض شناسی کا ملکہ پیدا ہو جائے گا۔ کیونکہ تمام افعال اگرچہ اعضاء انسانی کے اعتبار سے بٹے ہوئے ہیں۔ اور جرائم بھی اسی لحاظ سے تقسیم ہیں۔ کچھ نگاہ کے گناہ ہیں کچھ کانوں کے کچھ ہاتھوں کے اور کچھ پیروں کے لیکن قول حکماء ہے کہ نفس انسانی اپنی یکتائی کے ساتھ تمام قوتوں کا مجمع ہے جو طاقت نفس کو متاثر بنائے گی۔ وہ ایک ہی وقت میں تمام قوائے عملی اور کل اعضاء پر اثر انداز ہو گی پس جو شے نفس کو متاثر بنا دے وہ انسان کے تمام افعال و اعمال میں فرض شناسی کا ملکہ پیدا کر دیگی اور اسی کا نام تقویٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز کو بری باتوں سے روکنے والا عمل کہا گیا۔ اور روزہ کو تقویٰ کا سبب ٹھہرایا۔

سببِ تقویٰ انسان اپنی ضروریات مادیہ کے شکنجہ میں گرفتار ہے اور ان سے باز رہنا اپنے لیئے انتہائی دشوار سمجھتا ہے ضروریات زندگی تو ہے ایک طرف انسان غیر عقلی عادتوں سے بھی مرعوب ہوتا ہے مثلاً تمباکو نوشی وغیرہ۔ عام حالات میں انسان ان چیزوں کا ترک کرنا وبال جان سمجھتا ہے مگر روزہ کی حالت میں ایک غیبی قوت کا دباؤ ہوتا ہے جس کے اثر سے انسان ہر ضرورت سے محروم رہنے کی تکلیف بھی گوارہ کر لیتا ہے حالانکہ وہ مجبور بھی نہیں ہوتا۔ بس یہی احساس ترقی کرتے کرتے اس مقام تک بھی آجاتا ہے میدان جہاد

میں ایثارِ جان پر بھی آمادہ کر دیتا ہے اور اور باعظمت مالک کے حکم کی اہمیت کا احساس اس نہج پر آجاتا ہے کہ اپنی زندگی بھی اُس کی خوشنودی کے سامنے ہیچ نظر آتی ہے پس معلوم ہوا کہ روزہ انسان کے نفس پر عظمتِ الٰہی کا اثر مرتب کرتا ہے اسی لئے سبب تقویٰ ہے۔

ایک سوال یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوسکتا ہے کہ خود روزہ کا رکھنا اس احساس پر موقوف ہے یعنی اگر انسان کے نفس میں اللہ کی عظمت و اہمیت ہی کا احساس نہ ہوگا۔ تو وہ روزہ کیسے رکھے گا۔ اس کا روزہ رکھنا از خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عمل احساس موصوفہ ہی کا نتیجہ ہے پھر روزہ کو اس احساس کا پیدا کار کیسے تسلیم کیا جائے۔ مگر اس کا جواب آسان ہے۔ مثلاً جسمانی ورزش لیجئے۔ ظاہر ہے کہ بغیر طاقت و ہمت کے ورزش نہیں کی جاسکتی۔ لیکن ورزش از خود بھی طاقت کا سبب ہے یعنی مطلب یہ ہوا کہ ایک خاص مقدارِ قوت کا پہلے سے ہونا ورزش کے لئے ضروری ہے لیکن ورزش کے ذریعہ اس طاقت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ بالکل اسی طرح ایک مخصوص درجہ کا اعتقاد دربارۂ رب العزت پہلے سے موجود ہونا ضروری ہے۔ تبھی انسان روزہ رکھے گا۔ اسی لیئے آیتِ صوم میں خطاب یاایھا الذین امنو کے الفاظ سے ہوا ہے اگر ایمان ہی نہ ہوا تو روزہ کے حکم کی تعمیل بھی نہ ہوگی۔ بصورتِ دیگر روزے کے ذریعہ سے اس تصور و احساس میں ترقی ہوتی رہے گی۔ یہاں تک کہ وہ درجہ حاصل ہو جائے گا۔ جو روزہ سے قبل ہرگز حاصل نہ تھا۔

میعارِ انسانیت اب ایک اور پہلو زیرِ بحث لاتے ہیں کہ جرائم کا سرچشمہ انسان کے طبعی رجحانات ہوتے ہیں۔ جنہیں جذبات بھی کہتے ہیں خواہ قوتِ غصبی کے ماتحت ہوں اور خواہ قوتِ شہوی کے انسان کی انسانیت ان رجحاناتِ طبعی پر قابو حاصل کرنے میں مضمر ہے انسان کو غصہ بھی آتا ہے کہ فطری امر ہے اور اس میں بہت سے قابلِ تعریف اقدام بھی عمل میں آتے ہیں مگر انسانیت کا معیار یہ ہے کہ انسان غصہ کا بے محل استعمال نہ کرے۔ ہمارے نزدیک بلکہ اسلام

کے نزدیک وہ انسان بیکار ہے کہ جس کی قوت شہویہ بالکل مردہ ہو یعنی خواہشات کی جس میں پیداوار ہی نہ ہو۔ انسان وہ ہے جو اپنی خواہشوں کو موقع محل کے مطابق صحیح طور پر پورا کرے اپنی خواہشات غیظ و غضب اور تمام رجحانات پر اپنا تسلط قائم کرے یہی انسانیت ہے اور اسلامی شریعت کے تمام احکام عموماً اسی جوہر کو چمکاتے ہیں چنانچہ اسلام نے ایسے طریقے اور ذرائع متعارف کرائے ہیں کہ انسان کو اپنی خواہشوں پر زیادہ سے زیادہ قابو حاصل کرنے کا ڈھنگ معلوم ہو جائے۔ اس مقصد کے لئے اس نے مختلف طریقے تعلیم دیئے ہیں جس طرح جسمانی ورزش میں آپ نے مشاہدہ فرمایا ہوگا کہ جسم کو مختلف پہلوؤں کے طرف بار بار موڑا جاتا ہے اور ایک ہی وزن کو کئی صورتوں سے اٹھایا جاتا ہے اور مختلف طرح سے حرکت وگردش دی جاتی ہے صرف اس لئے کہ جسم میں لوچ و لچک پیدا ہو۔ اور ارادہ کے ماتحت جیسی حرکت کی ضرورت ہے اور جس طرح کا وزن جیسی صورت پر اٹھانا ہو اس کی صلاحیت پیدا ہو۔ اسی طرح اسلام نے نفس انسانی کی ریاضت کی ہے اور مختلف صورتوں سے اس کو اپنی خواہشات نفسانی سے مقابلہ کرنے کی مشق کرائی ہے اولاً تو رہبانیت کے برعکس اسلام نے لذائذ طعامی کی اجازت دیکر انسان کے کام دہن کی حوصلہ افزائی کی مگر اس اجازت کے ساتھ متوازن و معقول شرائط عائد کر دیئے کہ جانور ذبیحہ و حلال کا گوشت کھاؤ تاکہ انسان میں فرض شناسی کا جذبہ بیدار رہے خواہ حرام گوشت کتنے ہی مزے کا تیار رکھا سامنے ہو مگر اس علم نے کہ یہ حرام ہے اس سے منہ موڑ دینے پر مجبور کر دیا۔ جس سے مطلب نکلا مقصد انسان محض حیوان کی طرح شکم پُری نہیں ہے۔

حتیٰ کہ فطری شہوانی خواہش جس میں انسان و حیوان تقریباً" ایک ہی تقاضا شدید سے مغلوب ہوتے ہیں کے معاملہ میں بھی پابند شرع انسان کو خیال آتا ہے کہ کہ وہ خاص عبارت جسے صیغہ عقد کہا جاتا ہے اگر ادا نہ ہو تو حرام کاری ہو گی۔ یعنی نتیجہ یہ ہوا کہ جذبات نفس کے اس طوفان میں بھی انسان حدود و قیود سے باہر نہ ہو۔ اپنے پر قابو پائے اور فرض کا احساس قائم رکھے۔

ایسی تمام صورتیں انسان کو اپنی خواہشوں پر قابو رکھنے ہی کے لئے تھیں مگر

یہ وہ باتیں ہیں جو مستقل طور پر ناجائز ہیں۔ اور ایک انسان جس کی ترتیب اچھی نہج پر ہوتی ہے وہ فطرۃً ایسے امور سے اجتناب کرتا ہے کسی باشرع ترتیب یافتہ کو لاکھ شراب کے فوائد بیان کیے جائیں لیکن چونکہ بنیادی تعلیم ہی نے اس کے ذہن پر اس کی حرمت نقش کر دی ہے اور وہ اس کے قریب بھی نہیں بھٹکتا اس پر اس کی تعریفات و فوائد کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ لہذا حکیمانہ نظام اسلام نے اس پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ قدرت نے چاہا کہ ایک ایسا موقعہ بھی آجائے جب وہی حلال و جائز خواہشات جنہیں عام حالات میں انسان آزادانہ پورا کرتا ہے۔ روک دی جائیں۔ یہ ہے سخت آزمائش۔ شراب نوشی نہ کرنا آسان ہے مگر جون جولائی کے گرم مہینوں میں دوپہر کے وقت چلچلاتی دھوپ و حدت میں برف کے پانی کا ٹھنڈا گلاس شدید پیاس کے باوجود نہ پینا مشکل کام ہے۔ کیونکہ اختیار ہے کہ طلب پوری کر سکے مگر فرض شناسی کا احساس مانع ہے۔ چنانچہ یہ وہ ناقابل فراموش چیز ہے جس سے انسان کی ہر خواہش اس کے قابو میں نظر آتی ہے۔ اور تکرار عمل اور استمرار سے یعنی مسلسل مشق سے یہ خوبی انسانیت کا امتیاز بن جاتی ہے۔

معاشرتی و اقتصادی منفعت

روزہ جہاں انسان کو اپنے نفس پر غالب و قوی کرتا ہے وہاں اس سے ایک اور احساس شریف پیدا ہوتا ہے اور یہ احساس اجتماعی معاشرہ کے لیے انتہائی اہمیت کا حامل ہے یہ ہے غرباء کی تکالیف اور ان کے دکھ درد کی قدر کرنا۔ مالدار لوگوں کو بھوک کا کیا احساس ہوگا۔ کہ بھوکے کی امداد کرنا ضروری سمجھیں۔ لہذا شریعت نے چاہا کہ ہر سال ایک موقعہ آجائے جب افراد کو عملاً بھوکے کی تکلیف کا احساس پیدا ہو جائے اور وہ محتاجوں کے حقوق کی پاسداری کریں۔

انفرادی فوائد

الغرض یہ فوائد روحانی تھے روزہ کے مادی فائدے بھی ہیں (جبکہ روحانی فوائد روحانیت و مادیت دونوں کیلئے مفید ہیں) مادی فوائد دو قسم کے ہو سکتے ہیں ایک خود روزہ دار کیلئے اور دوم اجتماعی حیثیت کے فوائد۔ روزہ دار کیلئے روزہ کا پہلا مادی فائدہ یہ ہے کہ جسم انسانی میں جو اکثر

قسم کے فاسد مادے جمع ہو گئے ہیں روزہ کے سبب سے وہ تحلیل ہو جاتے ہیں جیسا کہ اطبار کی رائے میں فاقہ اکثر امراض کا مستقل علاج ہے اور بعض صورتوں میں نافع ہے۔

معدہ تمام بیماریوں کا گھر ہے اس کا اعتدال پر رہنا صحت انسانیہ کیلئے بہت ضروری ہے معدہ کی مشین سارا سال رواں دواں رہتی ہے۔ لہذا ایک ماہ اس کے لیے آرام و راحت کا موقع پیدا کرتا ہے اگر روزہ میں اعتدال سے کام لیا جائے تو تجربہ سے ثابت ہے کہ ماہِ رمضان کے بعد معدہ میں ازسرنو ایک قوت پیدا ہو جاتی ہے اور نظام معدہ پہلے کی نسبت بہت درست ہو جاتا ہے۔

پھر یہ کہ روزہ دار کو محنت و مشقت کی عادت پڑتی ہے قوت برداشت میں اضافہ ہوتا ہے۔ سرد و گرم حالات کا مقابلہ کرنے کی مہارت پیدا ہوتی ہے۔

اجتماعی فائدے

اجتماعی لحاظ سے روزہ کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس کی معاشی و اقتصادی حالت بہتر ہوتی ہے جب وہ کچھ وقت خورد و نوش سے رُکے گا تو لامحالہ وہ اخراجات باقی بچیں گے بشرطیکہ آداب روزہ ہر جہت سے ملحوظ رہیں اور چٹخاری افطاریوں اور ثقیل سحر خوری سے اجتناب کیا جائے یہ بچت رفاہی امور میں صرف کی جا سکتی ہے۔

روزہ مساوات کا مظاہرہ ہے کہ مال دار اور فقیر برابر نظر آتے ہیں تکبر و نخوت دور ہوتی ہے اور منکسر المزاجی پیدا ہوتی ہے۔ غرباء و مساکین سے ہمدردی کے جذبات جنم لیتے ہیں، فرض شناسی کا ملکہ پیدا ہوتا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ روزہ میں روحانی فوائد کے ساتھ ساتھ مادی فوائد بھی ہیں اور یہ مفروضہ غلط اساس پر قائم ہے کہ اسلام نے روزوں کا حکم صادر کر کے مادیت کو نظر انداز کیا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو دیگر مذاہب کی طرح اسلام بھی صوم وصال پر کاربند رہتا یعنی دو دن یا اس سے زیادہ کا روزہ کہ درمیان میں افطار نہ کیا جائے مگر چونکہ اسلام کو مادیت کا لحاظ ہے لہذا اُس کا روزہ صبح سے رات تک کی مدت سے آگے نہیں بڑھتا ہے۔

رعایت جس طرح حالتِ سفر میں چار رکعتی نماز کو دو رکعت کر دیا گیا اس طرح

مادی پہلو کے پیش نظر شریعت نے مسافر کو روزہ سے بری قرار دیا ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ دین نے یہ رعایت اس وقت کی دشواریوں کو سامنے رکھتے ہوئے دی تھی جبکہ سفر سخت و صعوب تھا۔ لیکن آج کے دور میں سفر آسان ہو چکا ہے۔ آرام وہ سواریاں اور تمام ممکنہ سہولیات میسر ہیں۔ مگر خیال قطعاً درست نہیں ہے۔

اوّلاً تو مفروضہ خدا کے علم کی نفی پر انحصار کرتا ہے اور دین پر ضرب کاری لگاتا ہے۔ کیونکہ خدا کو علم تھا۔ ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ لوگوں کے سفر میں آسانیاں ہو جائیں گی۔ دوم یہ کہ احکام میں استحکام کی بجائے لچک پیدا ہوتی ہے جو کسی الہامی دین کے لیئے نقص ہے۔

پھر یہ کہ درحقیقت ایسے لوگ اس زمانہ قدیم کے سفر کا اپنی روزمرہ زندگی کے سفر کو سامنے رکھ کر موازنہ کرتے ہیں لہٰذا پرانا سفر انہیں مشکل اور تکلیف دہ نظر آتا ہے لیکن اگر اُسی زمانہ کی بود و باش و معاشرت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اُن لوگوں کی سفری زندگی کا اُن کی روزانہ زندگی سے تطابق کریں اور اپنے سفر کو اپنے حالات موجودہ کی ہم آہنگی میں دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ پرانے زمانہ کا سفر اُن کے عہد کے لحاظ سے وہی نسبت رکھتا ہے جو ہمارے سفر کو ہمارے زمانے کیساتھ ہے اس لیئے اگر اُن کے نظام عادت اور قوت برداشت کو سامنے رکھتے ہوئے اُن کا سفر رعایت کا مستحق ہے تو ہماری پر آسائش زندگی کے اعتبار سے ہمارے سفر کو بھی یہی حق حاصل ہے اسکے علاوہ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ جس طرح آج کل ہمارے سفر کا معیار مختلف ہے اور سفر کے بھی مختلف درجے ہیں اوّل درجہ دوم کلاس تھرڈ کلاس وغیرہ اُسی طرح گذشتہ دور کے طرز سفر کے مطابق اس زمانے میں بھی درجہ بندی ضرور تھی۔ صاحبان ثروت و امراء یقیناً اُس طرح سفر کرتے تھے جو اُس وقت کے لحاظ سے بالکل پُر آرام سمجھا جاتا تھا۔ اگر قصر کا حکم محض تن آسانی اور مشقت کی وجہ سے دیا گیا ہوتا تو اس میں یہ تفریق ضرور ہوتی کہ غُربا جو زحمت کے ساتھ سفر کریں وہ اس رعایت سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ لیکن امیر لوگ جو راحت و آرام سے سفر کرتے ہیں وہ ان مراعات کے حقدار نہیں ہیں جبکہ ایسا نہیں کیا گیا ہے بلکہ عمومی طور پر حکم نافذ کیا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مبینہ مفروضہ غلطِ محض ہے۔ دراصل یہ حکم اُس

ذاتی ناگواری اور بے اطمینانی کو مدنظر رکھتے ہوئے دیا گیا ہے جو سفر کا طبعی نتیجہ ہے۔ یہی فطرت کا تقاضا ہے اور اسلام فطرت کا ہمنوا ہے نیز یہ کہ روزہ دار کے لئے یہ رعایت بھی اس کے مادی مفادات کے تحفظ کا ثبوت ہیں ہے۔

اہم اعتراض مذہب دشمن طبقہ روزہ کے حکم پر اعتراض کرتا ہے کہ ایک بھوکا پیاسا شخص دن بھر کام نہیں کر سکتا ہے کیونکہ اس حالت میں جسمانی محنت اس کی صحت کے لئے مضر ہے ایک مزدور جب اپنی صحت بحال نہ رکھے گا تو اقتصادی بدحالی کا شکار ہو جائے گا۔

ایسا سوال کرتے وقت انسان خیال کرتا ہے کہ ایک مزدور جو کڑکتی دھوپ میں بوجھ اٹھاتا ہے یا کوئی اور سخت مشقت والا کام کرتا ہے اور اس کے برعکس خود سائل اپنی حالت کو اس مزدور کی نسبت آرام دہ تصور کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ محنت کش مزدور کا بہت سخت کام ہے لہذا اسے مزدور کیلئے روزہ ایک زائد تکلیف محسوس ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس بارے میں تھوڑا سا سوچا جائے تو معلوم ہوگا۔ جو شخص جس پیشہ کو اختیار کر لیتا ہے اور اس کو اپنے نظام زندگی کا جزو بنا لیتا ہے تو اس کی قوت برداشت اسی کے لحاظ سے بڑھ جاتی ہے ہم جس وقت سخت گرمی کے دن کاریگروں کو دیکھتے ہیں کہ وہ سخت تمازت آفتاب میں دھوپ میں کھڑے دلوار بنا رہے ہیں اور مزدور اینٹیں گارا ڈھو ڈھو کر لا رہے ہیں تو یقیناً اگر ہم ایک پھیرا ایسا لگا دیں تو فوراً پیاس سے بے تاب ہو جائیں اور ٹھنڈے پانی کی طرف لپک جائیں جبکہ ان پیشہ وروں کو ایسی کوئی بے تابی نہیں محسوس ہوتی اور بڑے انہماک سے اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں۔ لہذا ان کے اختیار کردہ کسب معاش کو دیکھ کر یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ وہ روزہ نہیں رکھ سکتے جسطرح کہ ہمیں غیر پیشہ وروں کو ایسی غیر معمولی مشقت کی حالت میں روزہ رکھنا تکلیف دہ ہوگا۔

اگر محنتی مزدور نے روزہ رکھا اور روزہ سے بالغرض اس کی صحت پر برا اثر پڑنے لگا تو ایسی صورت میں اس پر تکلیف روزہ ساقط ہو گی جس طرح کہ عام آدمی کا اندیشہ مرض روزہ سے بیری ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔ لہذا ایسی صورت

میں اقتصادی بدحالی اور مالی مشکلات کیونکر پیدا ہو سکتے ہیں یہ تو جب پیدا ہوتے
جب انہیں مجبور کیا جاتا کہ اگر صحت پر برا اثر پڑنے لگے تو وہ روزہ رکھے جائیں اور
اپنا کام ترک کر دیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔

ایک مہینہ کے روزے کیوں ضروری ہیں

روزہ کے وجوب کو قرآن مجید نے مخصوص مہینہ کے ساتھ محدود کیا ہے۔
یہ خصوصیت اور مصلحت خداوندی ہماری ناقص عقل سمجھنے سے قاصر ہے تاہم ضرور
کوئی نہ کوئی وجہ ہو گی۔ جسے سردست سمجھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اگر رمضان نہیں
تو کوئی اور مہینہ ہوتا۔ لیکن یہ امر توجہ کا طالب ہے کہ آخر کسی ایک مہینہ کا تعین کیوں
ضروری ہوا۔

لہذا جب ہم اس سوال پر غور کرتے ہیں تو روزہ کے وجوب کے لیئے کچھ
صورتیں خیال میں آتی ہیں پہلی صورت یہ کہ روزہ کے لئے کوئی زمانہ خاص نہ ہوتا اور
نہ ہی کوئی تعداد مقرر ہوتی بلکہ کہا جاتا کہ جس کو جتنی قدرت ہو جتنا کسی کا دل چاہے
روزے رکھ لے۔ دوسری صورت یہ چلو تعداد مقرر کر دی جاتی مگر زمانہ کی قید نہ
لگائی جاتی سال بھر میں کسی بھی وقت روزوں کو پورا کر لیا جاتا یکمشت یا جدا جدا
تیسری صورت یہ کہ تعداد بھی مقرر ہوتی اور کیفیت بھی مگر خاص ماہ رمضان کی شرط
عائد نہ کی جاتی۔ چنانچہ اب ہم ان صورتوں کا جائزہ لے کر دیکھتے ہیں کہ یہ کہاں تک
مقصد تشریح کے مطابق ہیں۔

یہ بات مسلمہ ہے کہ کسی قانون کا بنیادی مقصد نظم وضبط ہوتا ہے پھر
اس ضبط و نظام کے ساتھ فرض کا احساس قائم رکھنا ضروری ہوتا ہے ہمارے
دین کا یہ منفرد پہلو ہے کہ یہ انفرادی زندگی میں بھی مداخلت کرتا ہے اور معتدل
پابندیاں عائد کرتا ہے یہی خصوصیت اس نظام کو دیگر دساتیر و مذاہب پر
فتح یاب کرتی ہے کہ عام قوانین صرف اجتماعی اور خارجی امور پر پابندیاں عائد
کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے ایسے قوانین کا دباؤ مادی اسباب کا مرہون منت ہے۔

لیکن اسلام کا قانون براہ راست فرد کے دماغ دل اور ضمیر پر اپنی گرفت مضبوط کر کے اسکی ذاتی انفرادی حیات اور عادات و اعمال کو اپنا مطیع بنا لیتا ہے اس اطاعت کے احساس کو قائم رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ دین کی جانب سے کچھ دباؤ طبیعت پر بطور ایک ڈیوٹی کے عائد رہے اور اس کے ساتھ اس میں ہم رنگی یک جہتی ہو تا کہ اجتماع افراد اس کے ذریعہ سے ایک ہی رشتہ میں منسلک نظر آئیں چنانچہ جب آپ اسلام کے کسی بھی فرض پر غور کریں گے تو ایسا مساویانہ رنگ خصوصی اہتمام کے ساتھ پائیں گے لہٰذا جب ہم اس اہتمام کو مدّ نظر رکھکر مندرجہ بالا صورتوں کو زیر بحث لاتے ہیں تو ان خصوصی مقاصد کے اعتبار سے اُن کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔

پہلی صورت کہ روزوں کی کوئی تعداد مقرر نہ ہوتی اس لیئے ناقص اور ناقابل قبول ہے کہ فرض کا احساس جس کیلئے طبیعت پر ایک دباؤ پڑنے کی ضرورت ہے بالکل نہیں پایا جاتا۔ جب معاملہ ہماری مرضی سے وابستہ ہو گیا۔ تو ظاہر ہے ہم سے ہر کوئی اپنے لیئے کم سے کم مقدار واجب سمجھتا ایسی صورت میں نہ ہی نظم و ضبط قائم رہتا اور نہ ہی جماعتی ہم آہنگی اور مساوات کیونکہ کوئی روزہ رکھ رہا ہے کوئی نہیں کوئی پانچ روزے رکھتا کوئی دس اور کوئی ایک ہی لہٰذا نہ کوئی قانونی پابندی ہوتی اور نہ ہی فرض شناسی کا مظاہرہ کامل ایک خوشی مرضی کا سودا ہوتا۔ اس سے نہ ہی روحانی فائدے حاصل ہوتے اور نہ مادّی جو کہ تشریح صوم کے اصل مقاصد ہیں۔

صورت دوم یہ کہ تعداد مقرر ہوتی مگر کیفیت معین نہ ہوتی۔ اس سے تعداد مقرر ہونے سے فرض کی شان تو پیدا ہو جاتی مگر کیفیت معین نہ ہونے کی وجہ سے ضبط و نظام قائم نہ رہتا۔ اور افراد کی ہم آہنگی نظر نہ آتی یعنی کوئی ایک ساتھ رکھ رہا ہے کوئی الگ الگ کوئی ایک وقت میں کوئی دوسرے وقت میں۔

تیسری صورت کہ کیفیت معین ہو جاتی مگر زمانہ خاص نہ مقرر ہوتا۔

اس میں بھی اوّل الذکر دونوں جوہر مفقود ہیں۔ نہ ہی ضبط و نظام ہے نہ افراد کی یکجہتی اب سب تیس روزے تو رکھ رہے ہیں مگر کوئی شوال میں کوئی شعبان میں اور کوئی کسی دوسرے زمانہ میں۔ اس میں وہ اجتماعی شان نہ نظر آتی جو اب ماہِ رمضان میں پیدا ہو جایا کرتی ہے۔

پس موجودہ اجتماعی شان کی وجہ سے روزہ کا فرض باوجود ناخوشگوار ہونے کے خوشگوار ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ سب ایک رنگ میں ہیں بلکہ روزہ نہ رکھنا ناگوار لگتا ہے کسی دوسرے زمانہ میں جب قضا و نذر وغیرہ کا روزہ رکھا جاتا ہے وہ اتنا روح پرور و فرحت بخش نہیں محسوس ہوتا ہے جتنا رمضان کا روزہ اور اس بات کو روزہ دار کا دل ہی سمجھ سکتا ہے۔

اس تفصیلی بحث کے بعد اب اس سوال کی طرف لوٹیے کہ آخر ایک ماہ ہی کے روزے کیوں فرض ہوئے۔ آخر ہفتہ میں ایک دن کا روزہ رکھ کر بھی متبینہ مادی و روحانی فوائد حاصل ہو سکتے تھے بلکہ اس طریقہ سے انسان آسانی سے اپنے روزمرہ کی کاروائیاں جاری رکھ سکتا تھا۔ کیونکہ ہفتہ واری روزہ تو ہمارے خون و معدہ کی اصلاح کر سکتا ہے جبکہ ایک ماہ کا مسلسل روزہ نہ رکھنا دماغی اور جسمانی ضعف کا باعث ہو سکتا ہے۔

روزہ پر یہ اعتراض گذشتہ صورتوں کی نسبت ٹھوس دکھائی دیتا ہے کیونکہ اس صورت میں احساس فرض بھی ہے، نظم ضبط اور ہم آہنگی بھی موجود ہے لیکن اس میں ایک بہت بڑی خرابی ہے یہ ایک فطری و مشاہداتی حقیقت ہے کہ ایک چیز جو قریبی وقفہ میں بار بار آئے اور چلی جائے طبیعت اس کی عادی ہو جاتی ہے۔ پھر اس کی نہ ہی وہ خصوصی اہمیت رہتی ہے اور نہ ہی اس سے مطلوبہ اثر حاصل ہوتا ہے اگر ہفتہ واری روزہ کا حکم دے دیا جاتا تو شروع میں تو کچھ عرصہ اس سے معدہ و خون کا نظام اصلاح حاصل کرتا لیکن بعد میں جب طبیعت اس کی عادی بن جاتی تو روزہ ان مقاصد کیلئے ناکامیاب ثابت ہوتا۔ اب ضرورت ہوتی کہ ہفتہ میں دو دن فاقہ کیا جائے اور

یوں ہی اس میں اضافہ ہوتا چلا جاتا۔ یہاں تک انسان اپنے معدہ کی خرابی سے پریشان ہو جاتا۔ لیکن حکماء کے نزدیک اگر طول مدت کے ساتھ تکرار ہو تو چونکہ پہلا اثر عرصہ طویل کی وجہ سے زائل ہو چکا ہوتا ہے لہٰذا دوبارہ پھر ویسا ہی اثر ہوتا ہے جیسا پہلے ہوتا تھا۔ گیارہ مہینوں کا کام کیا ہوا معدہ جب ایک ماہ آرام کرتا ہے۔ تو پھر وہ ایک نئی زندگی اور روح سے معمور ہو جاتا ہے اور اس سے جسمانی نظام پر ایسا اچھا اثر پڑتا ہے کہ گویا از سر نو اس کی تجدید ہو جاتی ہے اس کے علاوہ جو روحانی فوائد ہیں وہ بھی ہفتہ واری روزہ سے حاصل نہیں ہو سکتے کیونکہ ہر ہفتہ میں ایک بار اس کی عادی ہو جانے کے بعد طبیعت اس میں کوئی کلفت اور ناگواری محسوس نہ کرے گی۔ اور وہ اتوار یا جمعہ کی تعطیل کے مثل ہر ہفتہ ایک رسمی دن بن جائیگا۔

روزہ پر طبی اعتراض

اس کے علاوہ یہ تسلیم کرنے کی صورت میں کہ روزہ سے انسان کے کاروبار اور دماغی کاموں میں کمی ہو جاتی ہے موجودہ حالت میں اس کمی کا معاوضہ گیارہ مہینہ کی مسلسل جدوجہد سے ہو سکتا ہے لیکن اگر ہر ہفتہ میں ایک دن بھوکا پیاسا رہنے کو کہا گیا ہوتا۔ جیسا تجویز زیر بحث سے ظاہر ہے تو پھر انسان کوئی کام جم کر نہ کر سکتا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ روزہ سے کمزوری بڑھ جاتی ہے ضعف پیدا ہوتا ہے اور مختلف بیماریوں کے جراثیم کو ایسا ضعف قبول کر لیتا ہے۔ جیسا کہ طبیبوں کی رائے میں ضعف مرض سے خطرناک ہوتا ہے لہٰذا طبی لحاظ سے روزہ ضرر رساں ہے۔ مگر اس شبہ کو مشاہداتی دلیل سے دور کیا جا سکتا ہے کہ حالیہ تحقیقات سے یہ بات منظر عام پر آتی ہے کہ طبقہ روحانیت یعنی علماء کے مذاہب کی عمریں دوسرے لوگوں سے طویل ہوتی ہیں جبکہ یہ لوگ زیادہ تر ریاضتوں کے پابند ہوتے ہیں جو جسمانی حیثیت سے ناتوانائی کا باعث ہوتی ہیں۔ اکثر ایسے لوگ جو کثرت سے روزے رکھتے ہیں لمبی عمر پاتے ہیں۔

تزکیۂ نفس الغرض اس طویل بحث کا نفس مضمون یہ حاصل ہوا کہ روزہ تزکیۂ نفس کیلئے ہے اسی لئے آئمہ معصومین علیہم السلام نے تاکید فرمائی ہے کہ روزہ کی حالت میں انسان اپنے دل و زبان و نگاہ پر ہر حصۂ جسم کا احتساب قائم رکھے اور اپنے طرز زندگی اور آئین معاشرت میں ایسی پابندی کرے کہ اس کا روزہ اپنی روحانی حیثیت کا مظہر اتم ثابت ہو سکے چنانچہ امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ جب تم روزہ رکھو تو تمہارے کان آنکھ اور جسم کی کھال ہر چیز روزہ دار ہو مطلب یہ ہے کہ کان ان آوازوں سے علیحدہ رہیں جن کو کان لگا کر سننا شرع نے حرام قرار دیا ہے جسم کی کھال ایسی چیزیں چھونے و مس کرنے سے باز رہے جو ناجائز ہیں اس طرح دیگر اعضائے جسم قیود و حدود کے پابند رہیں آخر میں آپ نے فرمایا تمہارے روزہ کا دن مثل تمہارے بغیر روزہ کے دن کے نہ ہو یعنی تمہارے ہر شعبۂ زندگی پر روزہ کا اثر نمایاں ہونا چاہیئے۔

روزہ کو دیگر عبادات سے ایک خاص امتیازی حیثیت حاصل ہے کہ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ نے فرمایا روزہ مجھ سے مخصوص ہے اور میں اس کی جزا دونگا۔ ظاہر ہے کہ ہر عبادت خدا ہی کے لئے ہوتی ہے مگر دیگر عبادات میں دید و شنید کی گنجائش ہے مگر روزہ اگر ہوگا تو وہ خدا ہی کیلئے ہوگا۔ اس لئے کہ اس میں نہ دکھانے کا محل ہے اور نہ سنانے کا اس میں حرکات و سکنات نہیں جو دیکھی جا سکیں ذکر و قرآت نہیں جو سنا جا سکے۔ یہ تو مخصوص چیزوں کے ترک کرنے کا حکم ہے اور ترک قابل دید نہیں اسی کا نتیجہ ہے اللہ نے کہا کہ اس کا بدلہ میں دونگا حالانکہ ہر عبادت کا بدلہ وہی دیتا ہے مگر دوسری عبادتوں کی ظاہری صورت کا معاوضہ دوسروں سے مل سکتا ہے مگر روزہ کا معاوضہ کوئی اور نہیں دے سکتا۔ اور جو روزے نیابت کے طور پر رکھے جاتے ہیں تو ان میں اجرت لی جاتی ہے جس کا ثواب اس کو ہے جو روزہ رکھتا ہے۔ اور اس کا ثواب دینے والا خدا ہی ہے۔

ہم نے ابتدا میں عرض کیا ہے روزہ خدا نے اس لئے فرض کیا ہے کہ لوگ متقی بن سکیں اس لئے کہ اسلام کی تعلیمات سے ہدایت صرف متقین ہی

کو حاصل ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید نے شروع میں اعلان کیا ہے وہ متقیوں کی ہدایت کرتا ہے اور اسی لیئے قرآنِ ناطق کو امام المتقین" کہا جاتا ہے۔ لہذا اگر روزہ صحیح نہیں ہوگا۔ تو تقویٰ کا حاصل ہونا مشکل امر ہے پس اس قدر اہم فرض کی بجاآوری میں یہ احتیاط اشد لازمی ہے کہ روزہ کو اسی طریقہ سے پورا کیا جائے۔ جس طرح کے خدا نے حکم دیا ہے اور اس کے رسولؐ نے اس پر عمل کرکے دکھایا ہے اگر ہم اس کے خلاف محض کھانا پینا ترک کردیں اور اللہ کے حکم اور اس کے رسولؐ کی سنت کو نظر انداز کردیں تو وہ روزہ نہیں بلکہ محض خالی پیٹ رہنا ہوگا۔

وقت افطار

جب ہم اس احتیاط کی پاسداری کرتے ہوئے حکم روزہ دیکھتے ہیں تو ارشاد خداوندی یوں ہے کہ "ثم اتموا الصیام الی الیل" پھر پورا کرو روزوں کو رات ہونے تک۔

اس حکم سے بالکل صاف ظاہر ہے روزہ کی انتہا یعنی وقت افطار رات شروع ہونے کے وقت تک ہے۔ لہذا جب تک رات نہ ہو جائے افطار درست نہیں بلکہ قصداً مخالفت قرآن ہے قرآن مجید کے مقابلہ میں کوئی دوسری چیز بطور حجت پیش نہیں کی جاسکتی۔ آیت میں الی الیل" موجود ہے اب اگر کوئی مذہب اس حکم کے خلاف اپنا روزہ قرآنی وقت سے قبل کھول لیتا ہے تو وہ دراصل روزہ توڑ دیتا ہے۔

مذہب اہل سنتہ والجماعتہ نے محض روافض (شیعوں) کی ضد اور مخالفت میں اس قرآنی حکم کی بھی پرواہ نہیں کی ہے اور برابر اپنے روزے رات کی بجائے دن ہی میں افطار کرتے چلے آرہے ہیں، اگر خدا کا حکم وقت مغرب کو ساعت افطار قرار دینا ہوتا تو آیت میں اللہ تعالیٰ "الی المغرب" فرماتا نہ کہ "الی الیل" مگر بھائی لوگ اپنی قدیم روایت پر آنکھ بند کرکے عمل کیئے چلے جارہے ہیں۔ حالانکہ خود علمائے اہل سنت نے اس کا اقرار کیا ہے صحیح وقت افطار بعد از مغرب ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ کہ "حضرت عمر اور عثمان نماز

مغرب کے بعد روزہ افطار کرتے

(فقہ عمر ص ۱۱۱ روایت ع ۳۵)

اب غور فرمایئے حضرات عمر و عثمان نے "الی اللیل" کا مفہوم تو یہ سمجھا کہ نماز مغرب کے بعد روزہ افطار کیا جائے لیکن یار لوگوں نے نہ صرف قرآن و سنت کی مخالفت کی بلکہ سیرت شیخین کو بھی ٹھکرا دیا۔ اور الٹا یہ جھوٹ گھڑ لیا کہ نماز مغرب کے بعد روزہ افطار کرنے والوں کے روزے مکروہ ہو جاتے ہیں۔ شاید یہ بات بناتے وقت اُن کو عمل خلفاء یاد نہ رہا کہ جھوٹ کا حافظہ کمزور ہوتا ہے چلیئے صاحب اگر شیعوں کے روزے مکروہ ہیں تو پھر آپ کے خلیفوں کے روزے کیوں مکروہ نہیں؟ حالانکہ حضرت عمر و عثمان چونکہ عمل رسولؐ کو جانتے تھے لہذا انہوں نے نماز مغرب کے بعد افطار کرنا ہی سنت رسولؐ سمجھا اور مکروہ والی بات اُن کے علم نہیں تھی۔

کراہت یا ضیاع

اب میں یہ کہتا ہوں کہ بالفرض آپ کی بات مان لی جائے کہ بعد از مغرب روزہ کھولنا مکروہ ہے تو یہ صورت اتنی خطرناک نہیں ہے کیونکہ اس کراہت کا ازالہ حالت روزہ میں نماز پڑھ کر ثواب حاصل کر کے ہو جاتا ہے کیونکہ جو نماز روزہ سے پڑھی جاتی ہے وہ بغیر روزہ کے نماز سے افضل ہوتی ہے لیکن اس طرف تو صرف مکروہ ہونے کا خوف ہے جبکہ آپ کا عمل کرنے سے روزہ ٹوٹ جانے کا قوی خدشہ ہے اور عقلاً فیصلہ کیجئے۔ اپنے سارے دن کی ریاضت کو دس بارہ منٹ کی خاطر برباد کر دینا زیادہ خطرناک ہے یا صرف کراہت سے متہم ہونا۔ یقیناً عقل سلیم کا فیصلہ یہی ہوگا۔ کہ اپنی عبادت کو ضائع نہ ہونے دیا جائے اور کراہت کی پرواہ کئے بغیر روزہ کو پورا کر دیا جائے۔

پس چونکہ سنی حضرات چند منٹ کی بے صبری میں خلاف قرآن و سنت و عمل خلفاء اپنے روزے رات شروع ہونے سے پہلے کھول لیتے ہیں لہذا اُن کا یہ عمل اطاعت خدا اور رسولؐ کے موافق نہیں ہے اس لیئے اُن کی طرز پر رکھا ہوا روزہ سبب تقویٰ نہیں ہو سکتا ہے۔ جبکہ

ان کے ہاں تقویٰ بھی خوف و ڈر ہے جس سے آدمی کو دور بھاگنا چاہیئے۔

جس مذہب کا ہر رکن اور عقیدہ کتاب و سنت کے خلاف ہو اس پر نجات کی امیدیں باندھنا ہوائی قلعہ تعمیر کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے یہ ایسا موضوع مسلک ہے ہے کہ جسے نہ ہی عقل قبول کرتی ہے اور نہ ہی نقل اس کی تائید کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آئے دن اس جماعت کثیر سے لوگ باہر آ رہے ہیں اور اپنے نئے نئے مذہب پیش کرتے چلے جا رہے ہیں۔ کبھی غلام احمد پرویز صاحب کبھی چکڑالوی گروہ ظاہر ہوتا ہے تو کبھی مخالفت حدیث اہل قرآن جماعت سرگرم عمل ہو جاتی ہے الغرض جوں جوں مذہب میں خامیاں اور کمزوریاں نظر آتی جاتی ہیں افتراق بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

آج ایسے لوگ بھی ہیں جو اسلام کے پورے لٹریچر ہی کو ناقابل قبول کر رہے ہیں۔ پوری تاریخ اسلام یکسر کالعدم قرار دیتے ہیں اور تمام محدثین و فقہاء و مفسرین کی مساعی جلیلہ کو زوال اسلام اور وبال دین سمجھتے ہیں۔ دراصل یہ روش مذاہب سنیہ کی شکست کی برہان قاطعہ ہے۔

اس کے برعکس بعد از وفات پیغمبرؐ شیعان اہل بیتؑ ثقلین رسولؐ کو ہدایت کا منبع و منار اعتقاد کرتے چلے آ رہے ہیں اور اُن کا عقیدہ صرف رسمی جوش اور اور فطری مذہبی لگاؤ کا ردعمل نہیں ہے بلکہ حقائق اس عقیدہ کو ثابت کرتے ہیں کہ تحقیق کائنات کے جملہ مادی اور روحانی مسائل کا واحد حل تمام امراض کا شافی علاج ہر قسم کی الجھین دور کرنے کا صحیح طریقہ اور تمام گمراہیوں سے نجات حاصل کرنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ دنیا تمسک بالثقلین کے حکم رسولؐ مقبول کو خلوص نیت سے قبول کرے اور اس دعوٰی کو راقم عاجز نے اپنی تصنیف "صرف ایک راستہ" میں تفصیل اور شواہد علوم مروجہ سے پایۂ ثبوت کو پہنچایا ہے۔

کسی مذہب کے غیر الہامی ہونے کی اولین دلیل اُس کا محرف و لچکدار ہونا ہوتا ہے اور جب ہم رسولؐ دین کے احکام میں غیر رسول افراد کی ذاتی رائے و تنقید اور تغیر و تبدل کی گنجائش پاتے ہیں تو اس کی دو ہی صورتیں ممکن ہیں اوّل یہ کہ ہم خدا کے علم کو اپنے فہم و تدبر سے کمتر خیال کرتے ہیں دوم یہ کہ ہمارے خیال میں یہ اجازت منجانب شارع ہے کہ ہم جزئیات و کلیات میں حسب ضرورت ردوبدل کر سکتے ہیں

اور یہ دونوں ہی خطرناک اور ناقابل تسلیم ہیں کیونکہ خدا اور اس کے رسول کو جاہل و
غیر مدبر تسلیم کرنا صریح کفر ہے دین میں غیر معصوم کی مداخلت تسلیم کر لینا اس امر کا اعتراف
کرنا ہے کہ دین ناقص اور قابلِ اصلاح ہے لہٰذا ایسا نامکمل اور قابلِ ترمیم و اضافہ مذہب
ہدایت کیلئے کافی نہیں ہو سکتا ہے۔

اس لئے ضروری ہے کہ دین کو جامع و کامل و تمام، ناقابلِ رد و بدل خلوص نیت سے
مانا جائے محض زبانی کلامی جامعیت کا دعویٰ نہ کیا جائے کہ ضرورت کے وقت لا دینی
پر لیبل دین لگا کر اصل دین کی توہین کرنا پڑے جیسے آج کل اسلامی سوشلزم کی اصطلاح
رائج ہو چکی ہے۔ بہر حال یہ بات توضیحاً زیر بحث آگئی۔ ہمارا موضوع گذارش یہ تھا کہ
صحیح دین اسلام وہی مذہب ہو سکتا ہے جس پر ابتداء سے آج تک عمل ہوتا
رہا ہو۔ اور زمانہ رسول سے لیکر اب تک اس میں کسی اُمتی نے کوئی قطع و برید
نہ کی ہو جب ہم اس طریق کار سے تحقیق کرتے ہیں تو عقائد و ارکان یا اصول و فروع
کے لحاظ سے صرف مذہب شیعہ امامیہ ہی کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ ان کا مذہب
متواتر اور غیر محرف ہے یہ ایک ایسی منفرد خوبی ہے کہ شیعہ کے علاوہ دوسرے کسی
اسلامی فرقہ کو نصیب نہیں ہوتی ہے نام سے لیکر ہر کام تک اُسے کتاب و سنت
کی تائید و تصدیق حاصل ہے۔ لہٰذا متواتر و محرف کا امتیاز حق شناس کی رہبری کرنے
کیلئے بالکل کافی ہے کہ وہ محرف کو ترک کر دینے پر آمادہ ہو جائے اور متواتر کو قبول کرے
ہم نے گذشتہ بیان میں ثابت کیا ہے کہ مذہب سُنیہ کا ہر رکن غیر متواتر اور تبدیل
شدہ ہے جیسا کہ وضو، اذان، نماز اور روزہ میں ہر حکم میں عہد رسولؐ کے عمل اور
آج کے جاری شدہ عمل میں اختلاف ہم نے از روئے کتب اہل السنتہ و الجماعتہ
ثابت کیا ہے لہٰذا بالکل سیدھی بات ہے کہ حضورؐ کی اطاعت کلّی واجب ہے۔
کیونکہ از روئے قرآن اطاعت رسولؐ ہی در اصل خدا کی اطاعت ہے اِس
لئے سنت و عمل محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو ترک کر کے کسی اُمتی شخص
کی اتباع کرنا غیر معقول اور ناجائز ہے۔ جبکہ ایسی بدعات مذہب سُنیہ میں لاتعداد
ثابت ہیں پس چونکہ مذہب شیعہ اس نقص سے قطعاً محفوظ ہے اس لئے دینِ الٰہی
کا صحیح راستہ یہی مقدس مذہب ہے۔

زکوٰۃ

زکوٰۃ وہ مالی عبادت ہے جو ہر عاقل و بالغ مسلمان پر واجب ہے جو اپنے مال میں سے خرچ کرنے پر قادر ہو۔ اور وہ مال بقدر نصاب شرعی ہو اور سال بھر سے ایک حال میں رکھا رہا ہو اور تمام سال میں اس پر تصرف کرنا ممکن ہو۔ قرآن مجید میں اس عبادت کا ذکر کم و بیش پچاس مقامات پر کیا گیا ہے۔ اور اکثر جہاں نماز کا تذکرہ و حکم ہے وہاں زکوٰۃ کی بھی تاکید کی گئی ہے۔ اسی لئے احادیث میں ہے کہ جس شخص پر زکوٰۃ واجب ہو اور وہ نہ دے تو اسکی نمازیں قبول نہ ہوں گی۔ زکوٰۃ کا وجوب ضروریات دین اسلام سے ہے اور جو شخص عمداً اس کا منکر ہو وہ علمائے اسلام کے نزدیک کافر ہے۔ زکوٰۃ کی فضیلت میں بیان ہوا ہے کہ مال پر زکوٰۃ کا نکالنا مال کو بڑھاتا ہے اور نقصانات سے محفوظ رکھتا ہے۔ صاحب زکوٰۃ کی عمر، ناموری، شہرت و سخاوت کو زیادہ کرتا ہے۔

زکوٰۃ کے لغوی معنی طہارت کے ہیں، اور شرعی معنی میں بھی پاکیزگی کا اعتبار کیا گیا ہے۔ زکوٰۃ سے تطہیر مال ہی مراد ہے۔ چونکہ جب تک زکوٰۃ ادا نہ کی جائے، مال طاہر نہیں ہوتا ہے۔ اور ادائے زکوٰۃ کے بعد مال بھی طاہر اور انسانی ذہن بھی، بخل و طمع، حرص اور اس سے پیدا شدہ کثافتوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے کہ ان کے مال سے زکوٰۃ لو اور اس کے ذریعہ انہیں پاک و صاف کر دو۔

خداوند تعالیٰ کی ذات غنی ہے اور اسے کسی دنیوی مال کی احتیاج نہیں ہے۔ دراصل یہ حکم اسلام نے مادّی ضروریات کو ملحوظ رکھتے ہوئے نافذ کیا ہے۔ زکوٰۃ کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ محتاج و ضرورت مند لوگوں کی مدد و کفالت ہوتی رہے۔ اور معاشرہ میں کوئی فرد ضروریات زندگی سے محروم نہ رہے۔ اور اگر بلاشبہ صاحبان نصاب اپنے مال سے وہ حق دیانتداری سے نکالیں جو خداوند عالم نے ان کے ذمہ مقرر کیا ہے، تو

سارے مسلمانوں کی زندگی آرام و سکون سے بسر ہو سکتی ہے۔ اور اسلامی معاشرہ میں کوئی بھی فرد ایسا نہیں ہوتا ہے جو فقر و فاقہ میں مبتلا ہو۔

اسلام کا کوئی بھی حکم لیجئے جب اس کا تجزیہ کیا جاتا ہے تو وہ ہر پہلو سے معتدل و متوازن ثابت ہوتا ہے۔ زکوٰۃ ہی کو لے لیں۔ اسلام نے اس رقم کے آٹھ مصارف مقرر کئے ہیں۔ اور ان آٹھ میں سے سات مصارف کا تعلق افراد سے ہے اور ایک کا تعلق رفاہی و اجتماعی امور سے ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ

"صدقہ زکوٰۃ بس فقیروں کا حق ہے، اور محتاجوں کا اور اس کے کارندوں اور اُن لوگوں کا جن کی تالیف قلب کی ضرورت ہو، اور غلاموں کی رہائی کے لئے اور مقروض کے ادائے قرض کے لئے اور خدا کی راہ میں امور خیر کے لئے اور مسافروں کے لئے۔"

زکوٰۃ سے بڑی حد تک معاشی ناہمواری کو متوازن سطح پر لایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ہر سال دولت کا ایک حصہ امیروں کے ہاتھوں سے نکل کر غرباء اور محتاجوں کو پہنچ جاتا ہے۔ اگرچہ بظاہر اس سے امیر و غریب کا فرق نہیں مٹتا ہے مگر ایک حد تک کمی ضرور ہو جاتی ہے اور دراصل اس مالی فریضہ کا مقصد بھی یہی ہے کہ دولت چند ہاتھوں میں جمع ہونے کی بجائے افراد میں تقسیم ہوتی رہے اور سرمایہ داری کی طرف جھکاؤ پیدا نہ ہونے پائے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے کہ "تاکہ گھوم گھام کے دولت تمہارے دولتمندوں ہی کے ہاتھوں میں نہ رہے۔"

زکوٰۃ نو چیزوں پر واجب ہے جبکہ وہ حد شرعی تک پہنچ جائیں یعنی مال کی واجب الزکوٰۃ مقدار گیارہ مہینے بغیر تغیر و تبدل کے رہی ہو۔ اور بارہواں مہینہ شروع ہو گیا ہو۔

۱۔ سکہ دار سونا جبکہ بیس دینار طلائی ہوں یا اسی مالیت کا کوئی اور طلائی سکہ ہو۔ عموماً پاکستانی حساب سے یہ مقدار ۶ تولہ اور ڈیڑھ ماشہ کے برابر ہوتی ہے۔

۲۔ سکہ دار چاندی جبکہ دو سو درہم ہوں۔ یا اسی قیمت کا کوئی اور نقرئی سکہ ہو۔ علماء نے درہم کے وزن میں اتفاق نہیں کیا ہے۔ تاہم مشہور قول یہ ہے کہ

لے وہ غیر مسلم جو آزمائش کے اوقات مسلمانوں کی امداد دیں۔ اسی حکم میں شامل ہیں۔

پاکستانی وزن کے مطابق یہ مقدار ۴۲ تولہ کے قریب ہے۔

۳۔ اونٹ اگر ۵ یا زیادہ ہوں، تو اُن پر زکوٰۃ ہوگی۔

۴۔ گائے بیل بھینس اگر ۳۰ یا زیادہ ہوں تو اُن پر زکوٰۃ کا دینا واجب ہوگا۔

۵۔ بھیڑ، بکری، دنبہ اگر چالیس یا زیادہ ہوں تو اُن پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

۶۔ گندم تین سو صاع یعنی ۱۲ من بیس سیر تقریباً یا اس سے زیادہ

۷۔ جو۔ ایضاً۔

۸۔ خرمے۔ ایضاً۔

۹۔ مویز (منقی) ایضاً

نصاب:۔ مال کی وہ مقدار جس پر زکوٰۃ دینی واجب ہوتی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ، بیس دینار سونا۔ اس کے بعد ہر نصاب چار دینار طلائی کا ہے ۲½ فیصد کے حساب سے اسی طرح پورے نصاب پر زکوٰۃ بنے گی اور جو مقدار باقی بچے گی، اس پر زکوٰۃ ضروری نہیں ہے۔ یہی حساب چاندی کا ہے کہ پہلا نصاب دو سو درہم اور اس کے جو چالیس درہم نقرئی اور ان کا چالیسواں حصّہ زکوٰۃ کا ہے

جانوروں کے نصاب علیحدہ علیحدہ ہیں ان کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ کریں۔

نیز غلّہ کا نصاب ایک ہی ہے مگر اس کی زکوٰۃ مختلف ہے

بعض لوگوں نے زکوٰۃ کی اس قلیل مقدار پر کڑی نکتہ چینی کی ہے۔ ان کا خیال یہ ہے کہ یہ اتنی کم مقدار ہے جو نہ ہی امیری و غریبی کا درمیانی فاصلہ کم کرتی ہے، اور نہ ہی اس سے کسی کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ امام جعفر صادقؑ نے اس کا اعتراض کا جواب یوں دیا ہے کہ۔

"اللہ نے دولت مندوں کی دولت میں فقیروں کا اتنا ہی حق مقرر کیا ہے جو ان کی ضروریات کی کفایت کرتا ہے۔ اور اگر یہ جانتا کہ اس سے محتاجوں کی حاجت روائی نہیں ہوسکتی تو وہ اس کی مقدار زیادہ کر دیتا۔ بلکہ اگر اللہ چاہتا تو مالک کے مال میں فقیر کا حصّہ برابر کا مقرر کر دیتا۔ مگر وہ ذات عادل ہے۔ اور اس کی حکمت یہی ہے کہ اس نے صاحب مال کا حصّہ زیادہ رکھا کیونکہ یہ مال اس کی سعی و محنت کا ثمرہ ہے اور اس طرح اگر

غریب و محتاج کا اس میں حق ہے تو مالک کی بھی ضروریات ہیں۔ جہاں غریب کی ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے، اللہ نے اس کا حق مقرر کیا ہے، وہاں مالک کی محنت صرفہ اور حق ملکیت کو نظر انداز نہیں کیا ہے۔

لیکن جہاں مالک کی محنت و صرفہ کم ہوتا ہے، زکوٰۃ کی مقدار زیادہ رکھی ہے۔ چنانچہ گیہوں کی فصل اگر بارانی ہو تو مالک چونکہ آب پاشی کی محنت اور اس کے مصارف سے بچتا ہے اس لئے فقیر کا حصّہ ۱/۱۰ قرار دیا ہے۔ اور اگر فصل آب پاشی کے ذریعہ ہو تو چونکہ مالک آب پاشی کے اخراجات بھی برداشت کرتا ہے اس لئے فقیر کا حصّہ ۱/۲۰ قرار دیا گیا۔

اسی طرح اُن مویشیوں کے بارے میں جنکی پرورش کا بوجھ مالک پر ہوتا ہے فقیر کا حق قرار نہیں دیا گیا۔ لیکن جو صحراؤں اور چراگاہوں میں اپنا پیٹ خود پالتے ہیں اُن میں فقرار کا حق مقرر کیا گیا ہے۔ الغرض قدرت نے مالک کے صرفہ اور محنت اور فقیر کی احتیاج میں ایک نسبت عادلہ قائم کر کے زکوٰۃ کی مقدار مقرر کی ہے۔ ایک طرف فقیر کو بقدر کفایت ملتا ہے اور دوسری جانب مالک پر اتنا ہی بوجھ ہوتا ہے جسے وہ ناگوار نہیں سمجھتا ہے۔

چونکہ لوگ اس فریضہ کو اہمیت نہیں دیتے۔ زکوٰۃ میں حیلے بہانے کرکے خرد برد کرتے ہیں، لہٰذا اسلام کا اصل مقصد زکوٰۃ خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں کر سکا ہے۔ اگر احتیاط و دیانت کو ملحوظ رکھتے ہوئے زکوٰۃ کی ادائیگی کی جائے تو طبقاتی تفریق کم ہو کر معاشی حالت قابو میں رہ سکتی ہے۔ پھر یہ ہے کہ یہ مقدار واجبی ہے جبکہ مستحق زکوٰۃ کی حد بندی نہیں ہے۔ جیسے حالات ہوں۔ ان کے مطابق صدقات و خیرات سے عزیزوں، ہمسایوں اور دینی بھائیوں کی خبر گیری کرنا انسانی فرائض میں داخل ہے۔

زکوٰۃ ایک شرعی فریضہ ہے۔ لہٰذا اس میں نیتِ تقرب اور ادائے فرض کا تقاضہ کار فرما ہونا چاہئے۔ اور اس عمل کو احسان نہیں سمجھنا چاہیئے۔ بلکہ ایک اجتماعی حق ہے جو حقداروں کو لوٹانا ہے۔

حضورؐ کے زمانۂ مبارک میں زکوٰۃ کا نظام اجتماعی تھا جو کارندوں کے ذریعہ جمع کی جاتی تھی۔ پھر معینہ مصارف پر اسے صرف کر دیا جاتا تھا۔ وصولیٔ زکوٰۃ میں اسلام سختی و تشدد کی تعلیم نہیں دیتا ہے کہ اس مالی عبادت کو لوگ جبری ٹیکس یا غنڈہ بھتہ سمجھنے لگیں۔ لہٰذا سنت یہ ہے کہ اگر کوئی کہے کہ میرے ذمّہ زکوٰۃ نہیں ہے اُسے دوبارہ نہ پوچھا جائے۔ زکوٰۃ کو ان ہی مصارف میں خرچ کرنا ضروری ہے جو قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں اور اسے دیگر مدوں میں خلط ملط نہیں ہونے دینا چاہیئے۔

زکوٰۃ کے معاملہ میں فریقین میں کوئی اہم اختلاف نہیں ہے۔ اگرچہ کچھ فقہی مباحث ہیں، لیکن ان کی تفصیل کتب فقہ میں مرقوم ہے۔ جہاں ان کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

بعض علماء کے نزدیک نوٹوں پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ اور زیورات بھی زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں۔ یہ علماء کے اختلافات ہیں۔ لہٰذا چونکہ ہم نہ ہی مجتہد ہیں اور نہ ہی فقیہہ، اس لئے یہ معاملہ علمائے کرام ہی کے سپرد کرتے ہیں۔ وہ اس پہ اپنا فتویٰ صادر فرمائیں۔ اپنی رائے یہ ہے کہ زیورات اس لئے مستثنیٰ ہیں کہ وہ مسکوک نہیں ہیں، اور نوٹ کاغذ ہیں۔ حالانکہ جتنی مالیت کے وہ کاغذ ہیں، اُتنا ہی سونا حکومت کے خزانہ میں ہوتا ہے۔ جس کی ادائیگی کی وہ عندالطلب ضمانت دیتی ہے جیسا کہ نوٹوں کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔ نیز یہ کہ نوٹ مال و دولت میں شمار ہوتے ہیں یا نہیں؟ یہ اُمور علماء کی توجہ کے لئے لکھے ہیں۔ کہ وہ اس مسئلہ کے ہر گوشہ پر غور فرما کر اپنا حتمی فیصلہ ظاہر فرمائیں۔ یہ ایک ضمنی اختلاف ہے اور اتنا اہم نہیں ہے کہ اُسے معرضِ بحث بنایا جائے۔

نوٹ:۔ میرے معزز رفیق جناب ڈاکٹر ندیم الحسن نقوی صاحب فرزند ارجمند سرکار ادیبِ اعظم مولانا سید ظفر حسن صاحب قبلہ نقوی مدظلہ نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ عبادات کو سائنس کے اثبات کی روشنی میں قارئین کی خدمت میں پیش کروں۔ اُن کی گراں قدر فرمائش سے قبل کتاب ہذا کا تین چوتھائی حصّہ

لکھا جا چکا تھا اور ناشرانِ کتاب کی رائے یہ تھی کہ صرف اختلافات پر بحث کر کے اپنے مذہب کو کتب فریقِ مخالف سے پیش کیا جائے۔ تاہم مجھے دونوں مشورے بسر و چشم قبول ہیں۔ میں نے ہر فرع کی ابتدا میں تمہیداً مادی پہلو پر مختصراً اظہارِ خیال کیا ہے اور اختلافات کو اہمیت دیتے ہوئے اپنے مذہب کی وکالت ٹھوس براہین کے آئینہ میں کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن چونکہ ڈاکٹر صاحب محترم کی رائے تقاضائے وقت کے عین مطابق ہے۔ لہذا فروعِ دین حصہ دوم میں ہم اپنے فروعِ دین سائنس اور فن کی کسوٹی پر پرکھیں گے اور اس حقیقت کو ثابت کریں گے کہ ہمارے مذہب کا ہر حکم مروجہ سائنس کے رہنما اصولوں کی عکاسی کرتا ہے اور تمام مذاہب کی عبادات کے مقابلہ میں صرف مذہب امامیہ اثنا عشریہ ہی کی عبادات تمام مادی و روحانی تقاضے پورا کرتی ہیں۔
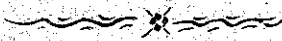
خُمس

واعلموآ انما غنمتم مِن شیءٍ فان للّٰہِ خُمُسَہٗ وللرسول ولذی القربٰی والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل لا (سورۃ الانفال ۴۱ پ ۱۰)

"اورجان لو جو کچھ تمہیں غنیمت سے حاصل ہو، اس میں کا پانچواں حصّہ (۵/۱) خدا کے لئے ہے اور رسولؐ اور (رسولؐ کے) قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور پردیسیوں کے لئے ہے۔"

خُمس کا حکم

آیت منقولہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ غنائم میں خدا نے تاکیدی حکم کے ساتھ خمس دینا یعنی پانچواں حصّہ ادا کرنا، اپنے لئے یا اپنے رسولؐ اور اس کے رشتہ داروں کے لئے فرض قرار دیا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں موجودہ اسلامی مذاہب میں اس کی پوری پابندی صرف مذہب شیعہ ہی میں کی جاتی ہے اور اس خدا و رسولؐ کے حصّہ کو ادا کرنا مذہب شیعہ میں اتنا ہی ضروری ہے جتنے دیگر ارکان، اس کے برعکس مجھے یہ جان کر تعجب ہوا ہے کہ ایک واضح قرآنی حکم کو مذہب سنّیہ میں نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ نہ ہی خدا کے حق کی پرواہ کی گئی ہے اور نہ ہی اس کے رسولؐ کے حق کی۔ چنانچہ قبل اس کے کہ ہم اپنے خیالات کا اظہار کریں ہم اس مسئلہ پہ مشہور عالم اہل سنت جناب شمس العلما مولوی شبلی نعمانی کا بیان درج کرتے ہیں۔

اعتراف شبلی

"ایک بڑا معرکۃ الآراء مسئلہ خمس کا ہے، قرآن مجید میں ایک آیت ہے۔ واعلموآ انما... الخ "جو کچھ تم کو جہاد کی لوٹ میں آئے اس کا پانچواں حصّہ خدا کے لئے ہے اور پیغمبر کے لئے اور رشتہ داروں کے لئے اور یتیموں کے لئے اور غریبوں کے لئے اور مسافروں کے لئے۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ خمس میں رسول اللہ کے رشتہ داروں کا بھی حصّہ ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس جو صحابہ میں "دریائے علم" کہلاتے تھے۔ نہایت زور کے ساتھ اس آیت سے خمس پر استدلال کرتے تھے۔ حضرت علیؑ نے اگرچہ مصلحتاً بنو ہاشم کو خمس میں سے حصّہ نہیں دیا لیکن رائے ان کی بھی یہی تھی کہ بنو ہاشم واقعی حقدار ہیں۔ (کتاب الخراج صـ۱۱ روایت محمد بن اسحٰق)

یہ صرف حضرت علیؑ و عبداللہ بن عباسؓ کی رائے نہ تھی بلکہ تمام اہلبیتؑ کا اس مسئلہ پر اتفاق تھا۔ آئمہ مجتہدین میں سے امام شافعیؒ اسی مسئلہ کے قائل تھے اور اپنی کتابوں میں بڑے زور و شور کے ساتھ اس پر استدلال کیا ہے۔"

(الفاروق حصّہ دوم صـ۳۰۵)

علامہ شبلی نعمانی کے اس اعتراف کے بعد مسئلہ خمس پر مزید بحث کرنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ جاتی۔ کیونکہ بحر علم صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، باب مدینۃ العلم علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور تمام اہلبیتؑ کا یہی مذہب تھا کہ خمس میں رسولؐ خدا کے رشتہ دار حقدار ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اس رائے کی مخالفت اہل بیتؑ کی مخالفت ہوگی۔ لیکن چونکہ مذہب اہل سنت والجماعت کا منشور ہی ایسا ہے کہ اُسے ہر عمل میں قرآن و سنت و اہل بیت رسولؐ کی مخالفت کرنا منظور ہے لہٰذا خدا کا یہ حکم بھی اسی زد میں آگیا۔

جس طرح دیگر احکام کو روشن نصوص کے باوجود قیاسی اجتہاد کی نذر کر دیا گیا۔ اسی طرح رسولؐ کی اولاد کا یہ حق بھی پامال کیا گیا۔ غالباً اس عصبیت کی وجہ اقتدار کا استحکام تھا کہ اہل بیتؑ کو مالی لحاظ سے لاغر رکھا جائے اور اس پالیسی کے نفاذ سے حکومت و متعدد سیاسی فوائد حاصل ہوئے جن کا بیان خارج از موضوع ہے مجھے تو یہاں صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ خمس فرع دین ہے۔ اور یہی مذہب قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ مولوی شبلی نعمانی صاحب کے بیان ہی سے ہم نے اوپر نقل کیا کہ آئمہ اربعہ میں سے امام شافعی بھی اسی مسئلہ کے قائل تھے۔

خمس کی فضیلت میں کئی احادیث کتب فریقین میں موجود ہیں۔ اشیاء خمس اور

اور احکام خمس تحفۃ العوام اور دیگر کتب فقہ میں تفصیل سے درج ہیں۔ ہمیں یہاں چند امور بدیہ ناظرین کرنا مقصود ہیں۔ اولاً یہ کہ "ذی القربیٰ" یعنی رسول ص کے کون سے رشتہ دار خمس کے حقدار ہیں۔

ذی القربیٰ

قرآن مجید میں سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۲۶ کے الفاظ یوں ہیں۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا۔ یعنی اور قرابت داروں اور محتاج مسافروں کو ان کا حق دے دو اور فضول خرچی مت کرو۔

چنانچہ کتب اہل سنت میں ذی القربیٰ کی تشریح اس طرح مرقوم ہے۔

ابن جریر نے حضرت علی بن حسین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے ایک شامی مرد سے پوچھا۔ تو نے قرآن پڑھا ہے؟ بولا ہاں! آپ نے پوچھا کیا تو نے سورہ بنی اسرائیل میں وات ذاالقربیٰ حقہ نہیں پڑھا ہے؟ اس نے عرض کیا یقیناً آپ ہی وہ قرابت دار ہیں جنکے حق دینے کا خدا نے حکم دیا ہے" پھر بزاز ابو الیعلیٰ بن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہؐ نے فاطمہؑ کو بلایا اور فدک عطا فرمایا۔ یہی روایت ابو بکر مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ تفسیر درمنثور علامہ حافظ جلال الدین سیوطی جلد ۴ ص۱۷۷ و ص۱۷۷ مطبوعہ مصر۔ نیز دیکھئے معارج النبوۃ جامعین۔ اسی طرح مولوی شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ

"ذوی القربیٰ میں سے آپؐ صرف بنو ہاشم و بنو مطلب (عبد المطلب) کو حصہ دیتے تھے۔ بنو نوفل و بنو عبد شمس حالانکہ ذوی القربیٰ میں داخل تھے۔ لیکن آپؐ نے باوجود طلب کرنے کے بھی کچھ نہیں دیا۔ چنانچہ اس واقعہ کو علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں کتب حدیث سے بہ تفصیل نقل کیا ہے۔ (زاد المعاد جلد ۲ ص۱۶۱) (الفاروق حصہ دوم ص۱۵۰)

پس علمائے اہل سنت کے بیانات سے ثابت ہوا کہ خمس کے حقدار بنی ہاشم و اولاد عبد المطلب ہیں۔ اور حضورؐ نے انہی کو ذی القربیٰ میں داخل فرمایا۔

چنانچہ علامہ شبلی نے اسی حقیقت کو مزید تقویت اس طرح پہنچائی ہے کہ "ان

واقعات سے اولاً یہ ثابت ہوا کہ ذوی القربیٰ کے لفظ میں تعمیم نہیں ہے (یعنی تخصیص ہے) ورنہ بنو نوفل اور بنو عبد شمس کو بھی آنحضرتؐ حصہ دیتے کیونکہ وہ لوگ بھی آنحضرتؐ کے قرابت دار تھے۔ (الفاروق حصہ دوم ص۱۱۵)

عملِ عمرؓ مولوی شبلی کے بقول حضرت عمرؓ نے بنی ہاشم سادات کا یہ حق بحال رکھا۔ چنانچہ شبلی لکھتے ہیں کہ: "حضرت عمرؓ نے جہاں تک صحیح روایتوں سے ثابت ہے بنو ہاشم اور بنو مطلب کا حال بحال رکھا۔ لیکن وہ دو باتوں میں ان کے مخالف تھے۔ ایک یہ کہ وہ یہ نہیں سمجھتے تھے کہ خمس کا پورا پانچواں حصہ ذوی القربیٰ کا حق ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ مصلحت اور ضرورت کے لحاظ سے کم و بیش تقسیم کرنا خلیفہ وقت کا حق سمجھتے تھے۔ برخلاف اس کے عبداللہ بن عباس وغیرہ کا دعویٰ تھا کہ پانچواں حصہ پورے کا پورا خاص ذوی القربیٰ کا حق ہے۔ اور کسی کو اس میں کسی قسم کے تصرف کا حق حاصل نہیں قاضی ابو یوسفؒ صاحب نے کتاب الخراج میں اور نسائی نے اپنی صحیح میں عبداللہ بن عباس کا یہ قول نقل کیا ہے

عرض علینا عمر بن الخطاب ان نزوج من الخمس ایمنا ونقضی منه عن مغرمنا فابینا الا ان یسلمه لنا وابی ذلک علینا۔

عمر بن خطاب نے یہ بات ہم لوگوں کے سامنے پیش کی تھی کہ ہم لوگ خمس کے مال سے اپنے بیواؤں کا نکاح (اور مقروضوں کے قرضوں کے مصارف لے لیا کریں، لیکن ہم بجز اس کے تسلیم نہیں کرتے تھے کہ سب ہمارے ہاتھ ہمارے دیا جائے۔ عمرؓ نے اس کو منظور نہ کیا

اور روایتیں بھی اسی کے موافق ہیں۔ صرف کلبی کی ایک روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے ذوی القربیٰ کا حق ساقط کر دیا۔ لیکن کلبی بہت ضعیف الروایۃ ہے۔ اس لئے اس کی روایت کا اعتبار نہیں ہو سکتا۔ (الفاروق حصہ دوم ص۱۱۵/۱۱۵)

وکیل حضرت عمر جناب شبلی نعمانی کے مندرجہ صدر بیان سے حسب ذیل تصریحات حاصل ہوتی ہیں۔

۱۔ حضرت عمر خمس کو حقِ سادات بنی ہاشم تسلیم کرتے تھے

(ب) حضرت عمر کی رائے میں خمس کا پورا پانچواں حصہ رسولؐ کے قرابت داروں کا حق نہ تھا۔

(ج) حضرت عمر ضرورت و مصلحت کے لحاظ سے خمس میں کمی بیشی کر لینا خلیفہ وقت کا حق سمجھتے تھے۔

(د) عبداللہ بن عباس وغیرہ ۱/۵ حصہ پورے کا پورا خاص ذوی القربیٰ کا حق سمجھتے تھے اور کسی کو اس میں تصرف کا مجاز نہیں مانتے تھے۔

(ہ) حضرت عمر نے بنی ہاشم کے اس مطالبہ کو منظور نہ کیا۔

(س) حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے ذوی القربیٰ کا حق ساقط نہیں کیا تھا۔

مندرجہ بالا تصریحات سے یہ نتیجہ بلا دشواری وضع کیا جا سکتا ہے کہ زمانہ رسولؐ مقبول میں خمس کا پورا پانچواں حصہ ذوی القربیٰ کا ہوا کرتا تھا۔ تبھی تو حضرت عمر نے بقول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بنی ہاشم کے سامنے خمس کی بات پیش کی اور بنی ہاشم نے حضرت صاحب کی اس تجویز کو نہ مانا۔ لہذا حضرت عمر نے ان کی رائے کو قبول نہ کیا۔ اگر آنحضرتؐ ۱/۵ حصہ کو سادات کا حق قرار نہ دیتے تو پھر نہ ہی حضرت عمر کو کسی مشاورت کی ضرورت پیش آتی اور نہ ہی بنی ہاشم حضرت عمر کی بات سے اختلاف کر کے پورا حصہ لینے پر اصرار کرتے پس بخوبی ثابت ہوا کہ زمانہ رسول میں خمس کا ۱/۵ حصہ سادات بنی ہاشم کا تھا۔ اس میں رد و بدل یقیناً بعد از رسولؐ ہوا۔

دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت عمر حق سادات سے انکار تو نہیں کرتے تھے مگر اس میں کمی بیشی کو بحیثیت خلیفہ جائز سمجھتے تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ نص قرآنی اور عمل رسولؐ کی موجودگی میں خلاف قرآن و سنت حضرت عمر کا ایسا اختیار استعمال کرنا صرف حضرت عمر کا ذاتی خیال یا فعل ہوگا۔ چونکہ حضرت عمر نہ ہی صاحب وحی تھے اور نہ ہی ان کو سنت تبدیل کرنے کا حق حاصل تھا۔ لہذا اُن کے ذاتی اجتہاد کو نصوص کی موجودگی میں کوئی اہمیت نہیں دی جا سکتی ہے۔ سیدھی سی بات ہے کہ اگر حصہ مذکورہ میں کمی بیشی کرنا درست ہوتا تو بنی ہاشم کو اس بارے میں ضرور معلوم ہوتا اور وہ کبھی بھی پورے حصہ کا تقاضہ نہ کرتے اور اگر حضورؐ نے ایسا فرمایا ہوتا کہ میرے بعد حاکم کی مرضی پر یہ بات منحصر ہے کہ

پورا دے یا کچھ کم زیادہ کر دے تو بھی حضرت عمر کو حاکم جانتے ہوئے بنی ہاشم اپنے حصّہ کو طلب نہ کرتے۔ اگر بنی ہاشم مصر رہتے تو حضرت عمر کو چاہیئے تھا کہ فرمان رسولؐ سے اُن کی تسلّی کر دیتے کہ خلیفہ اس مال میں ردّ و بدل کرنے کا مجاز ہے۔ لیکن حضرت عمر نے ایسی کوئی حدیث بنی ہاشم کے سامنے پیش نہ فرمائی۔ جس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ رائے خالصتہً حضرت عمر کی ذاتی رائے تھی۔ جو حجت قرار نہیں دی جا سکتی۔ کیونکہ نہ ہی آپ معصوم خلیفہ تھے اور نہ ہی منصوص۔ اسی لئے امام شافعیؒ نے بڑی دیدہ دلیری سے ثابت کیا ہے کہ آنحضرتؐ ہمیشہ پانچواں حصّہ دیتے تھے۔

مولوی شبلی نعمانی حضرت عمر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر کو ذی القربیٰ کے غیر معین حق سے ہرگز انکار نہ تھا۔ اور شبلی صاحب کے بقول خمس کو قرابت دارانِ رسول کا حقدار اس لئے بنایا گیا تھا کہ حضورؐ تبلیغ احکام اور مہمات رسالت کے انجام دینے کی وجہ سے معاش کی تدابیر میں مشغول نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لئے ضرور تھا کہ ملک کی آمدنی میں سے کوئی حصّہ آپ کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔ اس کے بعد شبلی لکھتے ہیں۔

"اس بنا پر آنحضرتؐ اور ذوی القربیٰ کے لئے جو کچھ مقرر تھا۔ وقتی ضرورت اور مصلحت کے لحاظ سے تھا۔ لیکن یہ قرار دینا کہ قیامت تک آپ کے قرابت داروں کے لئے پانچواں حصّہ مقرر کر دیا گیا ہے۔ اور گو ان کی نسل میں کسی قدر ترقی ہو اور گو وہ کتنے ہی دولت مند اور غنی ہو جائیں" تاہم ان کو یہ رقم ہمیشہ ملتی رہے گی۔ ایسا قاعدہ ہے جو اصول تمدن کے بالکل خلاف ہے۔ کون شخص یقین کر سکتا ہے کہ ایک سچا بانیٔ شریعت یہ قاعدہ بنائے گا کہ اس کی تمام اولاد کے لئے قیامت تک ایک معین رقم ملتی رہے۔ اگر کوئی بانیٔ شریعت ایسا کرے تو اس میں اور خود غرض برہمنوں میں کیا فرق ہو گا۔ حضرت علی و عبداللہ بن عباسؓ جو خمس کے مدعی تھے۔ ان کا بھی یہ مقصد ہرگز نہ ہو سکتا تھا۔ یہ حق قیامت تک کے لئے ہے جبکہ جو لوگ آنحضرت کے زمانے کے باقی رہ گئے تھے ان ہی کی نسبت ان کو ایسا دعویٰ ہو گا۔ (الفاروق حصّہ دوم صفحہ ۱۳۵)

---

[۱] سارے بنی ہاشم و اولاد عبدالمطلب حضورؐ کے زیر کفالت نہ تھے۔ یہ بات شبلی کی خود ساختہ ہے

غیر معقول عذر شبلی کا عذر بظاہر معقول نظر آتا ہے لیکن اگر تھوڑا سا غور کر لیا جائے تو اس سے پیدا شدہ نتائج انتہائی خطرناک صورتحال سامنے لاتے ہیں۔ کیونکہ ایسا تصور کرنے سے اولاً علم خدا کی نفی ماننا پڑتی ہے۔ کیونکہ جب خدا نے یہ حکم قرآن میں دیا تو مدت مقرر نہیں کی اور نہ ہی عمل رسول سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مالی حالات میں حضور نے اس حصہ میں کوئی رد و بدل فرمایا ہو۔ البتہ بعض احادیث ایسی ضرور موجود ہیں کہ افراد کو ان کی ضروریات کے مطابق عادلانہ تقسیم کیا گیا۔ اگر وقتی ضرورت اور مصلحت کو ملحوظ رکھتے ہوئے واضح احکام میں تبدیلی کرنا درست مان لیا جائے تو پھر اسلامی شریعت کا کوئی حکم بھی ایسا نہ رہے گا جسے تبدیل نہ کیا جائے۔ لہٰذا یہ صورت حال دین کو ناقص ثابت کرنے کے لئے کافی ہوگی۔ کیونکہ اسلام کی امتیازی خوبی یہی ہے کہ اس کے احکام ناقابل تبدیل ہیں، ہمہ گیر و عالمگیر ہیں۔ ہر وقت کا تقاضا ہیں۔ علامہ شبلی نے اپنے ممدوح کی وکالت میں دین کی حیثیت ہی کو نظر انداز کر دیا ہے کیونکہ جس دین کے احکام میں استحکام نہیں ہوتا۔ اس کے الہامی ہونے پر شبہہ کیا جا سکتا ہے جبکہ اسلام ایک ایسا الہامی دین ہے جس کے کسی حکم میں نہ ہی کوئی نقص ہے اور نہ ہی کجی اسی طرح اسلام کے سارے احکام قیامت تک قابلِ عمل ہیں۔ اور اللہ نے دین کو مکمل و جامع کر کے یہ واضح اعلان کیا ہے کہ اس میں کسی قسم کی تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا اگر شبلی کا یہ کلیہ مان لیا جائے کہ مصلحت اور وقتی ضرورت کے لحاظ سے خلاف قرآن و سنت دینی احکام میں قطع و برید کر لینا درست ہے تو ایسا مفروضہ دین اسلام کے الہامی و مکمل ہونے پر ضرب کاری لگاتا ہے۔

دوم یہ کہ آخر یہ ضرورت حق ذوی القربیٰ کے بارے ہی میں کیوں پیش آتی ہے۔ عام زکوٰۃ کے معاملہ میں اس توضیح کو کیوں پیش نہیں کیا جاتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ خمس کا حق مستحق افراد سادات ہی کا ہوگا۔ اور دولت مند و غنی افراد اس کے مستحق نہ ہوں گے۔

سوم یہ کہ حقیقت ہے کہ غریب و امیر کا فرق زمانہ کے ساتھ ساتھ جاری ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ اس حصہ کو مقرر کرنا ہے اصول تمدن کے خلاف ہے۔ خلاف حقیقت ہے تاریخ و مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی کے رشتہ داروں کی آبادی اسی تناسب سے

بڑھی ہے جس طرح کہ دیگر لوگوں کی۔ سادات میں صاحبان ثروت افراد بھی ہیں اور مفلس و محتاج بھی۔ چنانچہ خدا نے جو کہ رازق و علیم ہے اپنے آئندہ نسلوں کی الی ضرورت کا لحاظ رکھتے ہوئے اولادِ رسولؐ کا یہ حق ادا کرنا فرض قرار دیا چونکہ اولادِ رسولؐ پر صدقات و زکوٰۃ حرام ہیں لہذا خمس میں انکا حصہ مقرر کر کے خدا اور رسولؐ نے ایسا عادلانہ عاقلانہ فیصلہ کیا ہے کہ اصولِ تمدن میں خراج تحسین کا مستحق محفوظ رکھتا ہے۔ زمانہ رسولؐ کی بود و باش و معاشرت اور آبادی کو نظر میں لائیے اور آج کا رہن سہن ضروریات اور آبادی پر غور کیجئے۔ آپ کو تناسب کے لحاظ سے کوئی فرق نظر نہ آئے گا۔

جب اسلام کا بنیادی معاشی اصول یہ ہے کہ ضرورت سے فاضل رقم پر فرد اسلام کا کوئی حق نہیں۔ بلکہ اس کی حیثیت امین کی سی ہے۔ تو پھر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی توہین کرنا کہ ایسا کرنا خود غرض برہمنوں کے موافق ہوگا۔ محض ٹیڑھی وکالت کا نتیجہ ہے۔ اسلام نہ ہی جمع دولت کی تعلیم دیتا ہے اور نہ ہی کسی فرد کو محتاج پسند کرتا ہے۔ لہذا جب بلا استثنا کوئی مومن اپنی ضرورت کے علاوہ مال و دولت کا حقدار ہی نہیں ہے۔ تو پھر حضور پر ایسا قیاس کرنا انتہائی نامعقول بات ہے۔ کیونکہ خمس صرف مستحق افراد ہی کا حق ہوگا۔ نہ کہ دولت مند رشتہ دارانِ رسولؐ کا کہ جن کو احتیاج نہیں۔

پس ایسے نامعقول عذرات کی آڑ میں رسولؐ کی ضروریات کو نظر انداز کرنا اور اہل رسول کریمؐ اور خدا کے حقوق کو غصب کرنا ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ جس مذہب میں خدا اور رسولؐ کے احکام کو پس پشت ڈال دیا جائے۔ اور اس کے برعکس ایک عام اُمتی کے اجتہاد کو سنّت کا مقام دے دیا جائے اُس کی بنیاد وحی کی ہدایت پر استوار نہیں ہو سکتی ہے۔

نوٹ:۔ اسلامی احکام کی بنیاد وحی الٰہی پر ہے۔ لہذا خدا نے تمام مصلحتوں اور وقتی ضرورتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ اپنے قوانین نازل کئے ہیں۔ جہاں جہاں گنجائش کا امکان تھا۔ واضح احکام ہیں۔ دیکھیے نماز کہ مسافر پر ہلکی کر دی۔ بیمار کو اور مجبور کو اشارے سے پڑھنے کی اجازت دی۔ وضو کی بجائے تیمم کے احکام ہیں۔ روزہ میں مسافر و بیمار کو چھوٹ دی۔ اسی طرح زکوٰۃ کا نصاب ہے کہ جیسی دولت ویسی شرح۔

الغرض کوئی بھی فرض لیں جملہ تقاضے پورے کئے گئے ہیں ۔ اگر خمس کے حکم میں یہ گنجائش رکھنا مقصود ہوتا کہ وقتی ضروریات کے تحت اس کے حصہ میں کمی زیادتی کی جا سکتی ہے تو خدا ضرور اس کی وضاحت فرماتا یا حضورؐ کوئی ایسا حکم ارشاد کرتے ۔ لیکن اگر انسان وحی کے مقابلہ میں اپنی ناقص عقل کو رہنما مان لے اور قیاس کے مطابق ضرورت و مصلحت واضح کرنا شروع کر دے تو سارا دین محرف ہو جائے گا ۔ مثلاً یہ کہ

پرانے زمانے میں دوپہر کا وقت فارغ ہوا کرتا تھا ۔ لوگ صبح سویرے دھندے پر لگ جاتے تھے ۔ لیکن آج کل دوپہر کا وقت مصروف ٹائم ہے ۔ لہذا وقتی مصلحت یہ ہے صبح کی نماز کی دو رکعتیں ظہر کے وقت ادا کی جائیں اور صبح چونکہ فرصت ہوتی ہے ۔ لہذا وہاں چار رکعت نماز پڑھ لی جائے ۔

لیکن یہ تبدیلی تعداد رکعات کوئی مسلمان بھی وقتی مصلحت تسلیم کر کے گوارہ نہیں کریگا ۔ کیونکہ تعین سنت سے ثابت ہے ۔ پس چونکہ مذہب سنیہ کے نزدیک اسلامی احکام لچکدار ہیں اور انہیں ضرورت کے مطابق اپنی مرضی سے بدلا جا سکتا ہے ۔ اس لئے یہ مذہب غیر مستحکم اور غیر مدلل ہے ۔ جسے دیگر الفاظ میں محرف مذہب کہا جا سکتا ہے ۔

دور جدید میں مسئلہ خمس پر ایک اعتراض وارد ہے کہ پرانے زمانہ میں غنائم قابل تقسیم ہو سکتی تھیں ۔ لیکن دور جدید میں اموال غنیمت بدل چکی ہے ۔ اور ان کی تقسیم ممکن نہیں ہے ۔ مثلاً ہوائی جہاز ، سمندری جہاز وغیرہ اور اگر ان آلات حرب کو کسی طرح تقسیم کر بھی دیا جائے تو یہ مفید ثابت نہ ہو گا ۔ اسی طرح ان کی قیمت کا بٹوارہ بھی ناقابل عمل ہو گا ۔ چنانچہ ان دشواریوں کی بحث و شرعی حل ہم اس کتاب کے حصہ دوم میں پیش کریں گے ۔

لہذا جب ہم مذہب سنیہ اور شیعہ کا موازنہ کرتے ہیں تو اس منزل پر پہنچتے ہیں کہ سنی مذہب نہ ہی احکام قرآن پر کاربند رہنے کا محتاط ہے اور نہ ہی اسے سنت رسولؐ کے اتباع کی پابندی کرنے کا لحاظ ہے ۔ اسے عمل اہل بیتؑ کی بھی کوئی پرواہ نہیں ہے بلکہ بعض اوقات سیرت اصحاب بھی قابل حجت نہیں ہے ۔ جیسا کہ مسئلہ خمس میں ہم نے آیات قرآن ، سنت رسولؐ ، عمل اصحاب اور مذہب اہل بیتؑ کی روشنی میں مولوی شبلی کی زبانی خمس کو

حق سادات ثابت کیا۔ لیکن سنی حضرات اس حق کو آج تک فروگذاشت کرتے چلے آرہے ہیں۔ اور نبی کے حق کا غاصب جس سزا کا مستحق ہے اُس کو بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔

اس کے برعکس مذہب شیعہ شروع سے خمس کی ادائیگی متواتر کرنے کی تعلیم دے رہا ہے خدا کے مقرر کردہ حصہ میں وہ کمی بیشی کرنا صحیح نہیں سمجھتا ہے اور اولادِ رسولؐ کے حقوق کی پاسداری کر رہا ہے۔ پس یہ مذہب یقیناً بہتر ہے کہ اس پر نہ خدا کے حکم میں تبدیلی کا الزام دیا جاسکتا ہے۔ اور نہ ہی اسے ظنی مذہب کہا جاتا ہے۔ یہی مذہب پاسدار سنتِ رسولؐ ہے کہ آج تک اولادِ محمدؐ کے حق کو اسی طرح تسلیم کرتا ہے جس طرح خدا اور رسولؐ نے حکم دیا ہے۔

لہٰذا جو شخص خدا اور محمدؐ کی نبوت پر ایمان لانے کا عہد کرے گا۔ عقلاً اسے اطاعتِ رسولؐ کو عمل اُمت پر ترجیح دینا پڑے گی۔ پس کوئی بھی حکم جو قرآن اور سنتِ نبوی کے خلاف ہوگا۔ ایک صحیح العقیدہ مومن کیلئے واجب الاتباع نہیں ہے۔ خواہ وہ حکم کیسی ہی عظیم الشان ہستی ہی کا کیوں نہ ہو۔ کیونکہ رسولؐ سے کسی غیر نبی و غیر معصوم حضرت کی شان بلند نہیں ہے

حج

ابتدا سے آج تک اس دنیا ہست و بود میں بے شمار مفکرین و مدبرین نے انسانی زندگی کی اصلاح کیلئے اپنے اپنے نظریات و تحریکات روشناس کروائیں۔ اپنے ادراک و فہم کے مطابق مشاہدات و تجربات کی روشنی میں مرتب کردہ رہنمائی و رہبری کے اصولوں کا مجموعہ عوام الناس کے سامنے پیش کیا۔ آج بھی ایسے نظریات دنیا کے مختلف گوشوں میں رائج ہیں۔ لوگ ان مروجہ نظاموں کے تحت اپنے اپنے زاویہ نگاہ سے تہذیب و تمدن اور فلاح و بہبود کیلئے کوشاں ہیں۔ موجودہ رائج نظاموں میں آج کل ایک طرح کی دوڑ جاری ہے، ہر نظام انسانی مسائل حل کرنے کا دعویدار ہے چنانچہ مختلف نظریات کے حامیوں کے درمیان اس بارے میں آئے دن مباحثے جاری رہتے ہیں۔ بلکہ اس وقت تو ہر نظام زندگی اپنی افادیت سائنس و فن کی روشنی میں ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے دنیا کی کثیر آبادی نے مذہبیات و اعتقادات کو یا تو سرے سے ہی نظر انداز کر دیا ہے یا پھر محض تحفظ آثار قدیمہ کی طرح محض مذہب کو ضمنی حیثیت دے رکھی ہے ایسے لوگوں کا خیال ہے کہ مذہبی سرگرمیاں انفرادی دائرہ میں محدود رکھی جائیں اور اجتماعی کردار کیلئے نئے اخلاقی ضابطے متعین کئے جائیں جو جدید ترین تقاضوں اور متغیرہ حالات کیلئے مفید ہوں۔ اس ہی سے ملتا جلتا نظریہ بعض مسلمانوں نے قائم کیا ہے کہ احکام شریعت میں بوقت ضرورت تبدیلی کر لینا درست ہے۔ حالانکہ یہ خیال تبھی قابل توجہ ہو سکتا ہے جب کسی نظریہ کی اساس خدائی الہام اور وحی ربانی پر نہ ہو۔ لیکن اگر ہدایت منجانب خدا کا دعویٰ ہو تو یہ مفروضہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا ہے۔

ایسا گروہ جو مادی زندگی کے آگے کچھ بھی نہیں سمجھتا ہے بڑی جرأت سے معاد، جزا و سزا، تدوین و تکوین اور وجود خالق کائنات کے تصورات کو غیر معقول

بلکہ اوہام کہتا ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک یہ سب مزعومات ہیں اور اس دور سائنس
فنون میں ان سے چھٹکارا پانا ہی نجات ہے۔

دعویٰ اسلام ایسے حالات میں مسلمانوں کا نظریہ اسلام اس دعویٰ کے ساتھ پیش کرنا کہ یہ ایسا نظام حیات ہے جو جملہ
مسائل پر حاوی ہے۔ فلاح و بہبود اور معاشرت و حکومت کی متوازن و معتدل
قدریں پیش کرتا ہے انفرادی اور اجتماعی مشکلات حل کرتا ہے۔ مادی و روحانی
الجھنوں کو سلجھاتا ہے۔ ہر دکھ ہر درد ہر بیماری کا علاج تجویز کرتا ہے اور ہر
جسمانی، ذہنی اور روحانی مرض کا شافی علاج ہے فی الحقیقت یہ دنیا کے سامنے
مختلف نظریات کی موجودگی میں بہت بڑا چیلنج ہے اور جن حضرات نے میری
کتاب "حرف ایک راستہ" ملاحظہ فرمائی ہے اُن کو یاد ہوگا اس میں ہم نے اسی
دعویٰ کو ناقابل تردید اثبات کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

جب ہم دنیا کے سامنے یہ چیلنج پیش کرتے ہیں تو سب سے پہلی رکاوٹ
جو ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ خطہ ارض پر ہم کوئی ایسی اسلامی
ریاست بطور مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں جہاں صحیح اسلامی نظام نافذ ہو۔ بلکہ سچی
بات تو یہ ہے کہ نقشہ دنیا پر اس وقت چلتی بھی مسلمان حکومتیں موجود ہیں اُن
میں بیشتر داخلی خلفشار میں مبتلا ہیں۔ اور کسی نہ کسی طریقہ پر مروجہ غیر اسلامی نظریات
میں سے کسی ایک کی طرف ضرور جھکی ہوئی ہیں۔ زیادہ تر مسلم مملکتیں اقتصادی،
سائنسی اور فنی اعتبار سے پسماندہ ہیں اور اُن کی ثقافت اور تمدن پر خارجی
اثرات بڑی حد تک نمایاں نظر آتے ہیں سماجی حالات تو ہے ایک طرف عموماً
اخلاقیات بھی ناگفتہ بہ ہیں۔

لیکن دراصل یہ ساری کشمکش اِن غیر خدائی نظریات کی اپنی پیدا کردہ
ہے اور مدعیانِ اسلام محض اپنا راستہ چھوڑ کر ان راہوں پر چلنے کا مزہ چکھ
رہے ہیں اگر مسلمان دوسروں کی پیروی کرنے کی بجائے اپنے نظام کو اپنالیں
تو کوئی وجہ نہیں تمام قومیں اُن کی قیادت عظمیٰ کو تسلیم نہ کریں کیونکہ اسلام کا

ایک ایک حکم حیاتِ انسانی کے تمام گوشوں پر واضح روشنی ڈالتا ہے اور ایسے عمدہ نتائج برآمد کرتا ہے کہ دنیا کا کوئی نظریہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اس سلسلے میں صرف حج کے عالمگیر اجتماع ہی کی مثال لیجئے کہ یہ فریضہ خصوصی توجہ کے قابل ہے جب ہم اس اسلامی رکن کی نوعیت اور اہمیت پر غور کرتے ہیں تو لاتعداد پوشیدہ حکمتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ حج کے معنی زیارت و حاضری کے ہوتے ہیں چونکہ یہ فرعِ دین چند مخصوص مقدس مقامات پر حاضر ہو کر ہی ادا ہوتی ہے اس لئے اسے حج کہا جاتا ہے۔ حج ہر صاحبِ استطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے جس طرح حج کی ظاہری صورتیں متعین ہیں اسی طرح ظاہری صورتوں میں وہ حقائق مستور ہیں جو ان صورتوں سے مقصود ہیں یعنی جس طرح دیگر عبادات مادی و روحانی فوائد کی حامل ہیں اسی طرح "حج" کے بارے میں بھی اسلام نے مادی اور روحانی ضروریات کا مکمل لحاظ رکھا ہے۔ چنانچہ ایک مسلمان جو دنیا کے کسی بھی گوشہ میں کیوں نہ ہو اگر وہ صاحبِ استطاعت ہے تو اُسے زندگی میں ایک مرتبہ حرمین شریفین پہنچ کر حج کے مناسک ادا کرنا کیوں ضروری ہے اور اس میں کیا حکمت پوشیدہ ہے؟

مناسکِ حج کی حکمتیں

حقیقی مساوات

اس سلسلہ میں پہلی بات جو سامنے آتی ہے، وہ یہ ہے کہ نظامِ اسلام انسان کو ایک ہی رنگ میں رنگین دیکھنا چاہتا ہے اور اجتماعی مساوات کی تعلیم دیتا ہے ارضی تعصب، لسانی منافرت، ثقافتی نفرت اور آرائشی و ملبوسی تکبر کی راہیں مسدود کرتا ہے ملاحظہ فرمائیں کہ ایک ہی وقت مقرر پر مختلف نسلوں اور جدا جدا بولیاں بولنے والے زائرین اپنے روائتی لباس اُتار کر ایک پوشاک میں یکساں انداز میں معینہ ارکان ادا کرتے ہیں، یہ اہتمام اس امر کا بین ثبوت ہے کہ اسلام کسی قسم کی تفریق کا روادار نہیں ہے۔ وہ تفریق و تفرقہ مٹا کر مختلف اقوام کو ایک ملتِ واحدہ کے نظریاتی

رشتہ سے منسلک کرتا ہے اور اخوتِ اسلامی کی عملی تعلیم دیتا ہے ۔

(لہذا ایسی احادیث گھڑنا کہ اختلاف اُمت کے لئے رحمت ہے دراصل اسلام کی تعلیمات کو بگاڑنا ہے اور پھر اسلامی قوانین میں لچک کو مان کر اُن میں اضافہ وترمیم کی گنجائش تسلیم کرلینا نظریہ اسلام کو کھوکھلا کر دینے کے مترادف ۔اگر احکام اسلامیہ مستحکم نہ ہوتے تو پھر حج میں کم از کم اپنے طرزِ معاشرت کے مطابق لباس استعمال کرنے کی اجازت ہو جاتی ۔ یا عبادات کو اپنی زبان میں ادا کرنا جائز ہو جاتا ۔کیونکہ وقتی تقاضا ایسا ہی ہے کہ زمانہ رسُولؐ میں اسلام عربوں تک محدود تھا بعد میں فتوحات ہوئیں اور عجمی لوگوں نے اسلام قبول کرلیا لہذا اگر دُعائیہ جملے عربی کی بجائے زبانِ عجم میں ادا کر دیئے جاتے تو نیت بھی نیک ہوتی اور مفہوم بھی ایک ہی ہوتا لیکن ایسی اجازت کا نہ ہونا ثابت کرتا ہے کہ تکمیل دین کے بعد کسی حکم میں ذرہ برابر تبدیلی کرنا تحریفِ دین ہے)

دین و دُنیا

دوم یہ کہ حج کے ارکان کی ادائیگی کے دوران کئی دعائیں بارگاہ الٰہی میں پیش کی جاتی ہیں مثلاً سعی صفاو مردہ میں کہا جاتا ہے" ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار" یعنی اے ہمارے رب ہماری دُنیا اور آخرت کو بہتر بنا دے اور عذاب کی آگ سے بچائے رکھ اس مختصر سی دعا میں اسلام کا بنیادی منشور نظر بر سرِ عام آجاتا ہے کہ اسلام ربوبیت الٰہیہ کا پرچار کرتا ہے کہ پروردگار ذات خداوندی ہے اور وہ دنیا و آخرت دونوں زندگیوں کے مفادات کا تحفظ کرتا ہے اسلام تعلیم دیتا ہے کہ مادی خوشحالی کیلئے ضرور کوشش کی جائے لیکن اس طرح کہ روحانی تقاضے پورے ہوتے رہیں کیونکہ مادہ و روح میں جدائی نتمہ حیات ہے پس حسناتِ دنیا اور حسنات آخرت دونوں اہم ہیں پھر آتش عذاب کا تذکرہ ہے تاکہ تمام افراد کو یہ بات معلوم رہے کہ اس کے تمام اعمال کا محاسبہ ہوگا اور عمل کے مطابق جزا و سزا ملیگی ۔جب پڑتال کا خوف رہے گا تو یقیناً تمام اُمور خیانت سے پاک ہوں گے ۔

نظارہ حشر

سوم میدان عرفات کا وقوف ہے کہ حاجی وہاں استغفار اور

اور دیگر عبادات بجالاتے ہیں یہ نظارہ منظر روزِ حشر پیش کرتا ہے فرق یہ ہے کہ یہاں گناہوں کو یاد کر کے بخشش طلب کی جاتی ہے اور وہاں حساب لیا جائیگا۔ اس اجتماع میں مسلمان اپنی اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرتے ہیں اور آئندہ کیلئے ان خامیوں کو دور کرنے کا عہد کرتے ہیں۔

عالمی کانفرنس اور پڑتال

اسلام بین الاقوامی سطح پر یہ ایسا عظیم الشان اجتماع بلاتا ہے کہ فرد کو اپنی اپنی کوتاہیوں اور خرابیوں کو دور کرنے کا موقعہ مل جاتا ہے اور نئے صالح عزائم کے ساتھ آئندہ زندگی گذارنے کا عہد کیا جاتا ہے یعنی اس میدان میں انسان انفرادی اور اجتماعی طور پر خود اپنی ذات کے اعمال کی پڑتال کرتا ہے اور پیدا شدہ نقائص کو دور کرنے کا وعدہ کرتا ہے جس کے نتیجہ میں عام معاشرت پر انتہائی خوشگوار اثر پڑتا ہے اور بڑے مفید نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

عمل پیہم

جہاں تک درمیان صفا و مروہ لیجئے کہ وہاں اسلام مسلسل کوشش کی تعلیم دیتا ہے اور اس کا پیغام ہے کہ ہمت مرداں مدد خدا یعنی انسان کو مایوس نہیں ہونا چاہئیے ہزاروں سال پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ محترمہ اپنے فرزند ارجمند کیلئے پانی کی تلاش میں بھاگی ہیں ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی کی طرف جاتی ہیں اور پانی ڈھونڈتی ہیں یہی حکیمانہ سبق ہر مسلمان کو دیا گیا ہے کہ انسان حتے المقدور کوشش جاری رکھے نتیجہ خدا کے ہاتھ ہے اور وہ ذات کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتی چنانچہ بی بی ہاجرہ کی سعی خدا نے کامیاب فرمائی حضرت ذبیح علیہ السلام کی ایڑیوں کی برکت سے اللہ نے چشمہ آب زم زم جاری فرما دیا خدا کو یہ سعی ایسی پسند آئی کہ یہ سنت جاری کردی۔

احسان شناسی

بی بی ہاجرہ رضؓ کی اس کوشش کو خدا نے جو سنت قرار دیا عام فہم لوگ اس پر نگاہ تعجب ڈالتے ہیں حالانکہ اسلام نے یہاں بھی عظیم الشان رہنمائی فرمائی ہے کہ دستور اسلام یہ

کہ کسی بھی فرد کارائی برابر عمل بھی ضائع نہ ہو۔ چنانچہ اسلام بھلائی میں اٹھائے گئے ہر قدم کی حفاظت کرتا ہے اور اسے آئندہ نسلوں کیلئے نقش راہ قرار دیتا ہے معصوم پیغمبر کی پیاس بجھانے کی خاطر ان کی والدہ نے اس خلوص و توکل کے ساتھ تلاش آب شروع کی خدا نے ناممکن کو ممکن بنا دیا۔ اور بی بی کے عمل کو شعائر اللہ میں جگہ دی اور تا قیامت اس واقعہ کی یاد منانا ضروری قرار دید یا گیا۔ یعنی تعلیم اسلام یہ ثابت ہوئی کہ اسلام پر خلوص کارناموں کی یاد کو محفوظ کرتا ہے اور اس کی تعلیم احسان فراموشی ہرگز نہیں ہے کہ اگر کوئی کارنامہ (خواہ وہ معمولی ہو یا غیر معمولی) راہ حق میں سرانجام دیا جائے تو آئندہ نسلیں اس کا تذکرہ نہ کریں۔ بلکہ اسلام احسان شناسی کی تلقین کرتا ہے اور گزشتہ واقعات کو عبرت کی نشانیاں اور ہدایت کی سامانیاں قرار دیتا ہے پس ایسے تمام واقعات جن میں اسلامی تعلیمات کی عملی تشریح ملتی ہے۔ ان کو یاد رکھنا اور بار بار دھرانا منافی اسلام نہیں بلکہ عین اسلام ہے اور کائنات کے تمام واقعات میں سے صرف اور صرف ایک ہی واقعہ ایسا ہے جس میں حقیقتِ اسلام کی پوری تعلیم عملاً دکھائی دیتی ہے اور یہ واقعہ کربلا ہے جسے بھولنا دراصل اسلام کو بھول جانا ہے یہ ایک ایسا پختہ، ٹھوس اور سچا دعویٰ ہے کہ جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا ہے۔

مرکزیت و اتحاد

پنجم یہ کہ بیت اللہ کا طواف کرنا بھی عالم اسلام کے مرکزی نقطہ نگاہ کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ خدا کے گھر کے ارد گرد گھومنا۔ یہ محض چکر کاٹنا ہی نہیں ہے بلکہ خدا سے عہد کرنا ہے کہ ہم بیت اللہ کو اپنا مرکز تسلیم کرتے ہیں یعنی ہر حاجی عملاً یہ اظہار کرتا ہے ہم خدا کے بیت کو مرکز ہدایت اور نقطہ اتحاد و اجتماع تسلیم کرتے ہیں۔ یہ بھی ملی اتحاد قومی تنظیم اور یقین محکم کی عملی تشریح ہے جسے اسلام بین الاقوامی سطح پر دنیا کے سامنے تجربہ و مشاہدہ کی حیثیت سے پیش کرتا ہے۔

اہل بیت

یہاں امر لطیف یہ ہے کہ "بیت" کیلئے اہل بیت کا وجود لازمی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن نے اہل بیت کی عصمت و طہارت کا علان کیا ہے اور رسولؐ نے انہیں ہدایت و نجات کا وسیلہ قرار دیا ہے خدا لامکان

ہے۔ اور جس گھر میں گھر والا نہ ہو وہ گھر اجاڑ ہوتا ہے۔ لہٰذا اہل بیت رسولؐ کے فرزند کو عین کعبہ میں پیدا کر کے خدا نے تمام دنیا کو مرکز اتحاد کی نشاندہی فرمائی ہے۔

تبرّا چھٹی بات رمی جمرات ہے یعنی تین شیطانوں کو کنکریاں مارنا جس سے یہ یاد تازہ ہوتی ہے کہ شیطان سیرت افراد سے ہر طرح دور رہنا چاہیئے اور ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنا ضروری ہے شیاطین سے بےزاری کا اظہار علانیہ کرنا ضروری ہے یہ امر خاص توجہ چاہتا ہے کہ رمی کے وقت تین شیطانوں سے نفرت کا عملی مظاہرہ کیا جاتا ہے معلوم ہوا کہ شیطان کے روپ تین ہی ہیں اور ہمیں ہر صورت اور ہر ممکن طریقہ سے ان تینوں صورتوں سے تبرّا کرنا ہے۔ دل و نیت سے بھی اور سنگباری کے عمل سے بھی۔

ایثار و قربانی ساتویں بات منیٰ میں قربانی جس سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ منشاء خدا کو پورا کرنے کیلئے اگر آزمائش کی گھڑی آجائے تو صبر و شکر کے ساتھ ہر قربانی پیش کر دینا چاہیئے اور ایسے عاشقان خدا کی یاد کو ہر سال تازہ کرنا زندہ قوموں کی نشانی ہے اگر اصل نشانی دستیاب نہ ہو سکے تو نقلی نشانیاں پیش کرنا بھی ضروری ہے کہ خاصانِ خدا کے کارناموں کو یاد رکھنا اور ان سے سبق حاصل کرنا بھی ہدایت کی عمدہ راہ ہے۔

الغرض جب ہم حج کے کسی بھی رکن کا جائزہ لیں تو ہمیں لاتعداد مادی اور روحانی حکمتیں نظر آتی ہیں۔ اجتماع حج کا تجربہ آپ مختلف علوم کی تحت بھی کر سکتے ہیں ایکطرف سیاحت و تاریخ سے متعلقہ بہت اہم معلومات حاصل ہوتی ہیں تو دوسری طرف شہریت و سیاسیات کے کئی امور حل ہو جاتے ہیں روحانی اعتبار سے حج کے ارکان کی ادائیگی سے اللہ اور بندہ کے رشتہ کی تجدید ہوتی ہے اور مادی لحاظ سے لاتعداد معاشرتی اور اقتصادی مسائل کا حل معلوم ہوتا ہے۔ جہاں دینی اعتقادات کو تقویت ملتی ہے وہاں دنیوی یگانگت، باہمی اتحاد، اور متفق لائحہ عمل کا سبق بھی حاصل ہوتا ہے اور ان امور کی اساس پر تمام سیاسی، معاشی، علمی، عملی ثقافتی و سماجی اقدار کی ترقی کا انحصار ہے۔

عظمت خالق عظیم ذات خداوندی ہے کہ اس کی عظمت میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے۔ اس نقطہ نظر سے دیکھیں تو حج سے عظمت خدا کا کا مظاہرہ نظر آتا ہے۔ حاجی صاحبان بلا امتیاز غریب و امیر، گورا و کالا، جوان و پیر خدائے عظیم کے دربار میں عجز و انکسار سے حاضر ہوتے ہیں۔ خدا کی عظمت و بزرگی کا اظہار بآواز بلند تلبیہ و تکبیر کے نعروں سے کرتے ہیں اور یہ محض رسماً اور تقلیداً نہیں کیا جاتا ہے بلکہ خلوص نیت اور قلب سلیم سے عظمت مالک کا اعتراف ہوتا ہے کیونکہ لسانی ذکر سے قلبی غفلت از خود دور ہو جاتی ہے یعنی اعلائے کلمۃ الحق صدق دل اور اقرار زبان سے کیا جاتا ہے اور اس کا کامل طریقہ یہی ہے کہ ہر جہت سے یک رنگی اور مکمل اتحاد و تنظیم قائم رہے۔

اسلام امن و سلامتی کا پیغام دیتا ہے لہٰذا اپنے عالمگیر اجتماع میں ہر فرد کو امن کے رنگ دسفید رم کا لباس پہناتا ہے اور وہ بھی ان سلا کہ سلے ہوئے کپڑوں میں تکبر و زیبائش کا پہلو ہوتا ہے جبکہ اسلام امن اور سادگی کا سبق دیتا ہے۔

لحاظ نسبت کسی معظم کی عظمت کا اظہار اس طرح بھی ہوتا ہے کہ اس سے منسوب ہر شے کی تعظیم کی جائے چنانچہ شعائر اللہ کی تعظیم بجا لائی جاتی ہے کہ نسبت محترم ہے اور دراصل ان کی تعظیم خدا ہی کی تعظیم ہے لہٰذا راہ حق میں کسی غیر خدا چیز خواہ وہ شبیہہ ہی کیوں نہ ہو کا احترام اس لئے ضروری ہے کہ نسبت محترم ہے۔ جب ہم شعائر اللہ کی تعظیم کرتے ہیں تو یہ تعلیم حاصل ہوتی ہے کہ خاصان خدا کی نشانیوں کا احترام کرنا شرک نہیں بلکہ عین ثواب ہے۔

ایمان و عمل حج میں ایمان اور عمل دونوں کو ہم آغوش ہونے کا موقع ملتا ہے شخصی تضاد جو ایمان و عمل سے بسا اوقات پیدا ہو جاتا ہے حج کے موقعہ پر دور ہوتا ہے۔ یعنی اعمال ایمان کے مطابق بجالانے کی مشق ہو جاتی ہے۔ مثلاً یہ کہ عام حالات میں انسان اعمال کے بارے میں تساہل برتتا ہے مگر حج کے موقع پر تمام افراد خلوص قلبی سے اور خضوع و خشوع سے اعمال بجالاتے ہیں اسلامی عقائد کے مطابق اسلامی اعمال احتیاط سے کئے

جاتے ہیں۔ یہ مشق سختی سے جاری رہتی ہے کیونکہ کوتاہی اور تغافل کے باعث کفارہ کی سزا بھگتنا پڑتی ہے دوسرے الفاظ میں یوں کہئے نظم و ضبط اور اصول و قواعد کی پابندی کی عادت پیدا ہوتی ہے جس کے اثرات آئندہ زمانے میں دوررس نتائج پیدا کرتے ہیں اور معاشرہ میں تنظیم و اتحاد کے آبدار جواہر ظاہر ہوتے ہیں۔ ناقص عقل قیاس و رائے ذنی سے بالکل الگ رہنے کی تعلیم حاصل ہوتی ہے اور اتباع وحی کی راسخ العقیدگی جنم لیتی ہے۔ دینی احکام کی اطاعت کلی کا جذبہ کارفرما ہو جاتا ہے اور فہم ضعیف کی رائے ناقابل اتباع معلوم ہوتی ہے۔

یادگار بودن (اونٹنی) کا شمار بھی شعائر اللہ میں ہوتا ہے ایک صورت میں یہ حقیقت بھی مضمر ہے کہ جو چیز خدائے عظیم کے نام پر قربان ہوتی ہے تو خدا اس پر اپنی تجلی رحمت نازل کرتا ہے اس پر آپ ان حیوانی نفوس کو قیاس فرما سکتے ہیں جو اپنی حیوانیت کو خدا کے نام پر قربان کرنے کے بعد از خود شعائر اللہ بن جاتے ہیں۔ اس سے نفس انسانی کی تکمیل کا راز حج کے موقعہ پر آشکار ہوتا ہے کہ ذات رحمت ہر اس شے کا تذکرہ بلند کرتی ہے جو اس کی راہ میں قربان ہو خواہ وہ حیوان ہو یا انسان اس لئے عاشقان خدا کی یاد کو تازہ رکھنے کا سبق ملتا ہے۔ لہذا اگر حسینؑ راہ خدا میں شہید ہو کر معنیٰ ذبح عظیم ہیں اور ذوالجناح اس میدان عشق میں راہ خدا پر اپنے قدم بڑھاتا ہے تو دونوں کو بھول جانا مقصد حج کے خلاف ہے پس واقعہ کربلا کو ہر سال منانا اور راہ حق کی یادگاروں کی تعظیم کرنا بالکل حج کی طرح مستحب ہے اور چونکہ حج اس سبق کا پیش خیمہ اور ابتدائی درس ہے۔ لہذا بنیادی طور پر فرض قرار دیا گیا ہے کیونکہ ابتدا حج ہے اور انتہا یاد کربلا ہے۔ جیسا کہ اقبال نے فرمایا۔

غریب و سادہ و رنگین ہے داستان حرم
نہایت اس کی ہے حسینؑ اور ابتدا ہے اسمٰعیلؑ

الغرض حج کیلئے دور دراز کا سفر کر کے جمع ہونا بلا مقصد نہیں ہے اس سفر میں ہنگامی حالات کی پوری تربیت دی جاتی ہے تاکہ فرد مسلم ہر حالت کا مقابلہ جوانمردی

سے کر سکے۔ اسلام نے عبادت کا یہ بظاہر عجیب و غریب طریقہ اس لئے مقرر فرمایا ہے کہ مسلمان اس کے ذریعہ روحانی و باطنی تزکیہ نفس، لطف تقویٰ اور قوت اتحاد حاصل کر سکے تعصب و تنگ نظری اور نفرت کا خاتمہ کرے اپنے اندر انکساری ایثار اور مروت کے جذبات پیدا کرے ہر صاحب ایمان میں یقین محکم پیدا ہو کہ وہ صرف ایک ہی مالک حقیقی کا بندۂ فرمانبردار ہے۔ اقتدار اعلیٰ اسی بادشاہ حقیقی کے لئے ہے اور اس کے قانون کی پابندی ہر طرح واجب ہے سارے مسلمانوں کے معاشی سیاسی علمی فکری اور تمام مادی و روحانی مسائل ایک ہی ہیں اور سب کو مل کر اتحاد و اتفاق سے انہیں احکام خالق کی روشنی میں حل کرنا ہے۔

رسم قربانی پر اعتراض

اکثر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام نے حج کے موقع پر جو قربانی کی رسم جاری کی ہے اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ محض مویشیوں کی نسل کشی اور گوشت کا ضائع کرنا ہے لیکن دراصل اس میں اسلام نے مادی فوائد مدنظر رکھے ہیں اولاً یہ کہ اسلام ہر مسلمان کو شجاع و بہادر بنانا چاہتا ہے لہذا قربانی کرو اکر کثرت خون کے خوف کو رفع کرتا ہے اور مسلمانوں کو تربیت دیتا ہے کہ اگر میدان جہاد میں ہتھیاروں سے دشمن کے سامنے خونریزی کی نوبت آجائے تو انسان اس سے مانوس رہے اور خون سے خوفزدہ نہ ہو جائے۔ بلکہ ثابت قدمی سے معرکہ کارزار میں کفار و مشرکین سے مقابلہ کرے۔

مادی حفاظت

ارض بطحا کو خون کی ضرورت ہوتی ہے اگر وہاں اس قدر خون زمین میں جذب نہ ہو تو اس خطہ کی آب و ہوا کے خطرناک ہونے کا امکان ہے یہ خون ہر سال زمین کی پیاس بجھاتا ہے اور ماہرین کی حالیہ تحقیق کے مطابق اگر قربانی کا خون اس زمین پر نہ گرے تو چند ہی سالوں میں اردگرد کا علاقہ مختلف وباؤں کی زد میں آسکتا ہے لہذا انسانیت کی بھلائی کی خاطر اسلام نے ایک ایسا موقعہ پیدا کر دیا ہے کہ عوام الناس ان وباؤں سے محفوظ رہیں اور اگر محض ماہرین کی رائے ہی پر ایسا اقدام کیا جاتا تو اتنی کثیر تعداد اور باقاعدگی سے یہ احتیاطی تدبیر کبھی عمل میں آتی جیسا کہ حج سے

ہے اسی طرح گوشت کا تعفن جو بظاہر فضا کو بدبودار بناتا ہے دراصل ہوا کی کثافتوں کو فضا سے دور کرتا ہے اور یہ بات بھی دورِ حاضرہ کے ماہرین نے ثابت کی ہے کہ اس وادی کے لیے اس پیدا شدہ گیس کے نتائج بہت مفید ہیں اور اس بدبوئے لحم سے مُضر جراثیم ہلاک ہو جاتے ہیں۔

ہم اس کتاب کے حصّہ دوم میں انشاءاللہ مکمل شواہد اور اثبات سائنسی سے جملہ ارکان حج کو عین مقتضئ بنی نوع انسان ثابت کریں گے تاہم یہاں اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ حج کا فریضہ عالمگیر حیثیت سے انسانی فلاح و بہبود کا روشن مینار ہے۔

شیعوں پر الزام جب ہم حلقہ امامیہ میں شامل نہیں تھے تو سنا کرتے تھے کہ شیعہ لوگ حج بیت اللہ نہیں کرتے ہیں۔ لیکن جب ذرا ہوش کے ناخن نکلے تو معلوم ہوا کہ شیعوں کے نزدیک حج کرنا بالکل اسی طرح واجب ہے جس طرح دیگر مسلمانوں کے لیئے ہے مگر ایک محققانہ ذہنیت کے تقاضے کے تحت یہ ضرورت پیش آئی کہ آخر شیعوں پر یہ الزام بلاوجہ کیوں تھوپا گیا ہے جبکہ سنیوں کے مقابلے میں شیعوں کے اعمال حج بھی کچھ طویل ہیں۔ کھوج نکالنے کی کوشش کی ایک صاحب سے دریافت کیا کہ حضرت شیعہ تو حج کو آپ کی طرح فرع دین تسلیم کرتے ہیں پھر اُن پر حج نہ کرنے کا الزام کیوں ہے؟ انہوں نے جھنجھلا کے جواب دیا کہ بھیا یہ رافضی لوگ مدینہ شریف میں حضرات شیخین کی زیارت کو پسند نہیں کرتے۔ اور وہ صاحبان نہ ہوتے تو اسلام نہ پھیلنے پاتا لہٰذا ان کا حج کرنا اور نہ کرنا برابر ہے۔

حج سُنیہ بس سمجھ آگئی کہ حضرت صاحب کے مذہب میں حج زیارت قبور شیخین ہے نہ کہ حج بیت اللہ لیس اگر یہی حج ہے تو پھر تو واقعی شیعہ اس رکن کو نہیں مانتے اس لیئے خاموش رہے اور مزید تکرار کرنا مناسب نہ سمجھا دونوں مذاہب کے اعمال حج کا موازنہ کیا۔ چنانچہ دونوں میں دو بڑے اختلاف نظر آئیے ایک عمرہ تمتع اور دوسرا طواف نساء و نماز طواف نساء ہے۔

عمرہ تمتع چونکہ دیگر ارکان اسلام کی تحقیق میں مشاہدہ کر لیا تھا کہ مذہب اہل سنت

صفا:۔ مکہ سے ۸۴ میل دور رہائش پذیر حاجی پر ضروری ہے۔

ہیں ہر فرع دین میں خدا اور رسولؐ کے مقررہ طریقہ کے خلاف قیاس کی رہنمائی سے ردوبدل کیا گیا ہے اور اس کے مستند ثبوت ہم گذشتہ بیان میں ہدیہ ناظرین کر چکے ہیں لہذا ان اختلافات پر کوئی خاص تعجب نہ ہوا کیونکہ یقین قریبی تھا کہ اس فرع میں بھی بعد از رسولؐ امت نے اپنی دانست کے مطابق ترمیم و اضافہ ضرور کیا ہوگا چنانچہ خدشہ کے عین مطابق یہی بات سامنے آئی کہ شیعہ حج سے پہلے عمرہ تمتع کرنے کے عامل ہیں[۱] اور سنی حضرات اس کی پرواہ نہیں کرتے یعنی ابتدا ہی ادھوری کرتے ہیں یہاں ہم کوئی مفصل بحث نہیں کریں گے اور اس عمرہ کی ضرورت و اہمیت پر مکمل اظہار خیال اس کتاب کے حصہ دوم میں کریں گے جہاں سائنسی پہلوؤں سے اس اختلاف کی حیثیت پر بحث کر کے اپنے موقف کو پایۂ ثبوت تک پہنچائیں گے۔

عمرہ مذکورہ کو سنت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتب اہل سنت سے ثابت کرتے ہیں اور یہ ثبوت فراہم کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے حج شریف میں یہ عمرہ شامل تھا لیکن بعد میں اس کو اعمال حج سے خارج کر دیا گیا۔ لیکن ہم پھر وہی بات دھراتے ہیں کہ کسی امتی کی ممانعت کوئی شرعی حیثیت نہیں رکھتی ہے کیونکہ دین نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مکمل ہوا اور کوئی بھی غیر نبی شخص اس کا مجاز نہیں ہے کہ شریعت کا ملہ میں تبدیلی کر سکے لیکن کتب میں تحریر ہے کہ حضرت عمر نے اپنے عہد میں اس عمرہ تمتع کو بند کر دیا جیسا کہ علامہ اہل سنت ابن قیم اپنی کتاب زاد المعاد میں حضرت عمر بن خطاب کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

"دو متعہ تھے جو رسول اللہ کے زمانے میں رائج تھے لیکن میں انہیں بند کرتا ہوں ایک متعہ حج اور دوسرا متعہ النساء"

(زاد المعاد جلد ۱ صـ ۲۴۳)

پس صحیح طریقہ حج جو رسول اللہؐ نے تعلیم فرمایا اس کے مطابق شیعہ آج تک سنت رسولؐ کی پیروی کرتے ہوئے عمرہ تمتع بجا لاتے ہیں جبکہ غیر شیعوں نے رسولؐ کی سنت پر حضرت عمر کے حکم کو ترجیح دے کر خود ہی تارک سنت ہونے کا ثبوت

---

[۱] حج قران و حج افراد کیلئے عمرہ بعد میں کیا جاتا ہے۔

فراہم کیا ہے۔

طوافِ نساء

حضرت عمر نے اس متعہ الحج کی ممانعت کیوں فرمائی اس کا تفصیلی بیان ہم کتاب ہذا کے حصہ دوم میں سپرد قلم کر کے ایک انتہائی گہری سیاسی چال پر سے پردہ اٹھائیں گے۔ اسی کے تحت طواف نساء کو ترک کیا گیا لہذا اس کی مکمل بحث بھی ہم ملتوی کرتے ہیں کیونکہ اگر یہاں ان امور کو زیر بحث لاتے ہیں تو کتاب کے ضخیم ہونے کا خدشہ ہے البتہ یہاں صرف اتنا عرض کروں گا کہ احرام باندھنے کے بعد حاجی پر اس وقت تک عورت حلال نہیں ہوتی ہے جب تک طواف نساء و نماز طواف نساء ادا نہ کرے۔ پس احتیاط لازم ہے کہ حج کے بعد حرام سے اجتناب کیا جائے مذہب سنیہ کے نزدیک طواف نساء و نماز طواف نساء ضروری نہیں لیکن اگر کوئی ادا کرے تو خطا کار بھی نہیں ہے لیکن مذہب شیعہ کے مطابق انہیں ترک کر دینا عورتوں کو حرام قرار دینا ہے لہذا احفظ ما تقدم کے تحت ہر دو ارکان بجا لانا ہر صورت میں بہتر ہے کیونکہ بجا لانے کی صورت میں کسی خطا کا خدشہ نہیں ہے جبکہ ترک کی صورت میں احتمال حرمت نساء ہے۔

اصنام پرستی اور حج

فرقہ ہائے اسلامیہ کے درمیان حج بیت اللہ فرض و واجب ہے اور اس حکم میں بنیادی طور پر کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ چند اختلافات اعمال کے سلسلہ میں ہیں لیکن اسلام کے اس رکن پر غیر مسلموں نے خوب نکتہ چینی کی ہے۔ خصوصاً صنم پرست طبقہ نے اسلام پر اعتراض کیا ہے کہ باوجودیکہ اسلام بت پرستی کی مخالفت کرتا ہے لیکن دراصل مسلمان بھی بوجہ سجدہ حجر الاسود کے بت پرست ہیں اور خانہ کعبہ کی دیواروں و عمارت کی پرستش کرتے ہیں۔ جو سنگ پرستی میں داخل ہے اس اعتراض کا جواب پیرا ہین عقلیہ سے عرض کرنا ضروری خیال کیا جاتا ہے۔

چنانچہ اول گزارش یہ ہے کہ اطاعت خدا معرفت و عبادت خدا کا نتیجہ ہے اور یہ بات محتاج ثبوت نہیں ہے کیونکہ حسن حسن اور قبیح قبیح کو عقل تدریجاً قبول کرتی ہے جیسے دلائل و آثار علوی و سفلی سے موجد موجودات اور خالق مخلوقات کے

وجود کو معلوم کرنا ہے واجب بالذات اور جامع جمیع صفات کمالیہ وجمالیہ تسلیم کرنا اور تمام بری صفات سے منزہ سمجھنا وغیرہ۔

چنانچہ ارشاد خدا ہے کہ اٹھتے بیٹھتے لیٹتے اللہ کا ذکر کرو اور اسی طرح کہا گیا ہے کہ کعبہ کی ہر طرف توجہ کرو۔ کیونکہ مشرق ومغرب اللہ ہی کے ہیں اور ہر طرف اللہ موجود ہے اس لئے کہ ہر ذرہ اثر ہے موثر موجد کا اور اس لیے ضروری ہے کہ ہر حقیقت اثر مستلزم موثر ہو۔ اور اس معرفت پر تمام علماء وحکماء کا اتفاق ہے لیکن اطاعت سمعی اُن معارف وعبادات کو کہتے ہیں۔ جن کی حقیقت وکیفیت کا ادراک عام عقل ناقص کرنے سے قاصر ہے جب تک کہ ان کے بارے میں افہام وتفہیم نہ کی جائے یہ تعلیم صرف ہادیان برحق ہی سے حاصل کی جا سکتی ہے کیونکہ خدا خود ہر ایک انسان سے خطاب نہیں کرتا ہے اور خدا کا یہ طریقہ حکمت سے پُر ہے کہ وہ اپنے احکام اپنے منتخب بندگان کے ذریعے عوام الناس تک بھیجتا ہے۔ لہذا جب ہم احترام کعبہ کے بارے میں تعلیم حاصل کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے تمام ذوی الاجسام اشیاء سے پہلے زمین کعبہ کو پیدا کیا۔ چونکہ عام قائدے کے مواقع ہر صانع کو اپنی پہلی صنعت عزیز ہوتی ہے لہذا صانع کائنات کو بھی ارض مقدس محبوب ہوئی اسے معزز ومحترم قرار دیکر اہل جہان کے لیئے قبلہ وکعبہ قرار دیا۔ اور یہ رواج عام سلاطین دنیا میں بھی پایا جاتا ہے کہ بعض مساکن کو معزز ومرجع قرار دے لیتے ہیں لہذا خدا نے اپنی پہلی صنعت کو مقام عظمت دیا اور اس ارض شریف کا نام بیت الحرام بلد الامین، مکہ وبکہ رکھا یہی وجہ ہے کہ یہ مقام معظمہ ہمیشہ سے زیارت گاہ اور مقدس رہا۔ اور اسلام نے ہر صاحب استطاعت پر اس کی زیارت فرض قرار دیکر اس کی عظمت کو اور بلند کر دیا۔ تاکہ خدا کی پہلی صنعت بطور یادگار قائم رہے۔

اگر یہ الزام لگایا جائے کہ حجر اسود کی پوجا کی جاتی ہے تو جواب یہ ہے کہ ایسا کہنا بالکل غلط ہے کیونکہ اگر حجر اسود کو معبود سمجھا جاتا تو پھر خانہ کعبہ میں صرف اس سمت کی طرف منہ کرکے نماز ادا کی جاتی جدھر یہ پتھر ہے جبکہ ایسا نہیں ہے بلکہ مکہ کے رہنے والے لوگ اپنے مکانوں کے اطراف اربعہ میں جس طرف چاہیں نماز

بجدہ کر سکتے ہیں اسی طرح دنیا کے چاروں طرف میں ہر سمت کا رہنے والا اپنی محاذی
جہت کی طرف سجدہ کر سکتا ہے اگر مخصوص حجر الاسود اور دیواروں ہی کی عبادت
اسلام کو مقصود ہوتی تو پھر ہر طرح حجر الاسود کی سمت اور دیوار کعبہ کی جہت کو ملحوظ
رکھا جاتا حتیٰ کہ جو لوگ بلند پہاڑوں یا زیر زمین تہ خانوں میں سجدہ کرتے ہیں ان کا سجدہ
بھی فضائے کعبہ کی جانب ہوا کرتا ہے نہ کہ عمارت کعبہ کو یا حجر الاسود کو پس اگر مقصود
اسلام حجر الاسود کی عبادت ہوتا تو ان جگہوں پر رہنے والے عابدوں کا سجدہ صحیح نہ ہوتا
علم جغرافیہ کے اصولوں کے مطابق یہ بات ثابت کی جا چکی ہے کہ کرہ ارض کا مرکز اور
مسلمانوں کا قبلہ فضا کعبہ ہے جو چاروں طرف سے اپنے محاذ میں ہو سکتا ہے براعظم امریکہ
تحت الاقدام میں واقع ہے لہذا اس براعظم میں مقیم مسلمانوں کا سجدہ بھی عمارت خانہ کعبہ
یا حجر اسود کی طرف نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ محل وقوع کے اعتبار سے انہیں اوپر کی طرف سجدہ
کرنا پڑے گا پس ثابت ہوا کہ اسلام کا مقصد عمارت یا پتھر کی پرستش ہرگز نہیں ہے
اگر بالفرض محال نعوذ باللہ من ذلک عمارت خانہ کعبہ اپنی جگہ سے ہٹ جائے اور حجر
اسود کو اکھاڑ کر کسی اور جگہ لے جایا جائے تب بھی سمت قبلہ میں تبدیلی کرنا درست
نہ ہوگا۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو جب قرامطہ نے حجر اسود کو غیر میں نصب کیا تھا۔ تو مسلمان
اپنی سمت قبلہ بدل لیتے۔ لہذا ثابت ہو گیا کہ تقدس کعبہ و حجر اسود بطور معبود نہیں ہے
بلکہ بمطابق اتباع و اطاعت معبود برحق ہے۔

پس عام فہم الفاظ میں ہمیں حج کو ایک ٹریننگ سمجھنا چاہیئے یہ ایک ہی یونیفارم میں کبھی
صفا و مروہ پر دوڑا کر پہاڑی محاذات کے نشیب و فراز سے واقفیت کروائی جاتی ہے
اور کبھی رمی میں نشانہ بازی کی مشق پکی کی جاتی ہے کبھی ہتھیاروں سے قربانیاں
دلوا کر کشت و خون کا خوف دور کیا جاتا ہے اور مملاًدہ مقامات تجربۃً بنائے جاتے ہیں
کہ کاری ضرب کس جگہ لگا کر دشمن کا کام تمام کیا جا سکتا ہے۔ الغرض جب باریک بینی
سے ہم حج کے ہر فعل کو دیکھتے ہیں۔ تو یہ ساری باتیں ایسی معلوم ہوتی ہیں گویا اصولی و
فوجی دفاعی مشق کروائی جا رہی ہے اسکا مفصل اور ترتیب وار بیان ہم ان شاء اللہ حصہ دوم
میں ہدیہ ناظرین کریں گے۔

جہاد

ہر صاحب ایمان یہ تسلیم کرتا ہے کہ میدان جہاد میں قتل ہونے والا مومن "شہید" اور اللہ کی راہ میں استقامت سے لڑ کر زندہ بچ رہنے والا غازی اور مستحق ثواب عظیم ہوتا ہے جس کے دل میں ایمان کی محبت موجزن ہو گی وہ میدانِ جہاد سے ہرگز نہیں بھاگے گا۔ کیونکہ اُسے اپنی جان سے زیادہ خدا اور رسولؐ کی محبت ہوتی ہے لیکن جس کے دل میں ایمان نہ ہو اُسے خدا اور رسولؐ سے محبت نہیں ہوتی بلکہ اپنی زندگی محبوب ہوتی ہے۔ وہی شخص میدانِ جنگ سے فرار اختیار کرتا ہے جس کا ایمان کمزور ہو اور اُسے دین سے دنیا پیاری ہو۔ ایسے افراد بزدل و ملعون ہیں لہذا اسلام میں جہاد سے فرار ہر لحاظ سے مذموم ہے۔

جہاد کے اسلامی اصول

جہاد اسلام کا رکن اعظم ہے اس کی فضیلت میں بہت احادیث رسولؐ وارد ہوئی ہیں اور قرآن نے معرکہ جہاد میں جان قربان کرنے والوں کو "زندہ" قرار دیا ہے اور انہیں مردہ کہنے پر پابندی عائد کی ہے اور بشارت دی ہے کہ شہید رزق حاصل کرتے ہیں اسلام کے بنیادی قوانین قرآن مجید میں درج ہیں۔ چنانچہ جہاد بالسیف جن اصولوں پر ہونا چاہیئے وہ ان دو آیتوں سے معلوم ہوتے ہیں۔

(ا) لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی (سورۃ البقرہ) پ ۳

یعنی دین (کے معاملہ) میں زبردستی نہیں ہے ہدایت کھلم کھلا گمراہی سے ممیز ہو گئی ہے۔

(ب) واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد من القتل (سورۃ بقرہ پ ۲)

یعنی "قتل کرو اُن کو (کفار مکہ کو) جہاں پاؤ۔ اور اُن کو (کفار مکہ کو) اُن کے گھروں سے

نکال دو جس طرح انہوں (کفار مکہ) نے تم کو نکالا تھا۔ اور فتنہ قتل سے زیادہ بُرا ہے۔

اور لذا آیت مجیدہ میں تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کا اصول بتایا گیا ہے کہ زبردستی دھمکی سے مذہب کو مت پھیلاؤ بلکہ غیر مسلموں کو اپنے اعمال و افعال سے اپنی طرف متوجہ کرو تاکہ وہ اپنی عقل سلیم سے دیکھ لیں کہ حق کہاں ہے اور باطل کدھر ہے کیونکہ جب وہ تمہارے اقوال و کردار سے متاثر ہو کر کلمہ حق پڑھیں گے تو اُنکا دین پختہ و راسخ ہوگا۔ لیکن اگر تم ہتھیار استعمال کر کے ان کو جبر سے مسلمان کرو گے تو اسلام حلق سے نیچے نہ اُترے گا۔ محض زبانی مسلمان ہونے کا اظہار ہوگا۔ اور ایسے لوگ خواہ کتنے ہی گروہ در گروہ تمہارے دین میں آجائیں گے۔ وہ دل کے کھوٹے ہی رہیں گے اور ہر وقت تاک لگائے رہیں گے اور کسی بھی وقت خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ دیکھا گیا کہ جو لوگ فتح مکہ کے بعد خروج در فوج لالچ و خوف و ہراس کے باعث مسلمان ہوئے وفاتِ رسولؐ کے بعد اُسی طرح گروہ در گروہ خارج ہو گئے۔

قصاص بعض غیر مسلموں نے اِسی بات کو دلیل بنا کر غزوات رسولؐ پر سخت تنقید کی ہے۔ اُن کا خیال ہے کہ مسلمانوں نے خود اپنے اصول کو توڑ کر کفار مکہ پر سختیاں کی۔ حالانکہ اس اعتراض کو دوسری آیت نے رفع کر دیا ہے کہ مکہ کی فتح میں اصول قصاص استعمال ہوا ہے۔ جو صرف کفاران مکہ سے مخصوص ہے اور کوئی دوسرا غیر مسلم اس سے مراد نہیں ہے کیونکہ حکم ہے کہ جس طرح کفاران مکہ نے تم پر سختیاں کی تمہیں گھر چھوڑنے پر مجبور کیا اور تم پر جور و ستم کے پہاڑ توڑے تم بھی اُن سے انتقام لو کیونکہ اگر ان کی فتنہ آرائی کو نہ کچلا گیا تو یہ اسلام اور مسلمانوں کے لیئے انتہائی سنگین صورت حال پیدا کر دے گا۔ لہذا تم بھی اسی طرح اُن کو قتل کرو جسطرح انہوں نے تم سے مقاتلہ کیا ہے اور اُسی طرح اُن کو گھروں سے نکال دو جیسے انہوں نے عالم بے بسی میں تمہیں شہر بدر کیا۔

اور تاریخ شاہد ہے کہ ان کفار سے ابتدا ہی سے مسلمانوں کو رزم آرائی تھی محض قلیل عرصہ کے لیئے صلح حدیبیہ کی وجہ سے خاموشی ہوئی لیکن جب ان کفار

نے عہد شکنی کر کے معاہدہ کو خود ہی توڑ ڈالا تو وہی پرانی جنگ کے سے حالات پیدا ہو گئے۔ ایک طرف تو پہلے ہی اسلام پر ان سے ظلم و ستم کم نہ تھے دوم انہوں نے معاہدہ کو توڑ کر مسلمانوں کو دعوت جنگ دی اور بار بار مدینہ پر چھوٹے بڑے حملے کرنے لگے۔ چنانچہ خدا نے انہیں مناسب مواقع امن عطا کرنے کے بعد انہیں کیفر کردار تک پہنچانے کا حکم صادر فرمایا۔ لیکن اس حکم سے قطعاً یہ بات مقصود نہیں ہے کہ بلا وجہ ہر غیر مسلم سے جہاد کیا جائے کیونکہ پوری آیت مفصل و مخصوص ہے چنانچہ ہمارے اس خیال کی تائید خود اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمر سے منقول ہے کہ "وقاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ ویکون الدین للہ۔ (ان (کفار مکہ) سے لڑو حتی کہ فتنہ نہ رہے اور دین سارا اللہ کے لیئے ہو جائے) تو ابن عمر نے کہا کہ یہ آنحضرتؐ کے دور مبارک میں تھا جب اسلام کم تھا آدمی اپنے مذہب کی بنا پر فتنہ میں مبتلا ہو جاتا تھا۔ لوگ اسکو قتل کر دیتے تھے۔ اب جب اسلام ترقی کر گیا تو کوئی فتنہ نہ رہا۔

قابل غور امر یہ ہے کہ یہ آیت اسی سلسلہ کی ہے جو ہم نے اوپر اصول قصاص کے متعلق درج کی ہے "ھم" کی ضمیر کافران مکہ کی طرف راجع ہو رہی ہے بلکہ اسی میں ہے کہ ان کافروں سے مسجد حرام کے قریب مت لڑو۔ مزید یہ کہ اگر وہ اپنی شرارت سے باز آجائیں تو اللہ غفور الرحیم ہے چنانچہ اسی مضمون کی آیت سورۃ انفال میں ہے۔ کہ "اے رسول ان کافروں سے کہدو کہ اگر وہ اپنے افعال سے باز آجائیں تو جو ہو چکا انکو، معاف کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ اپنی حرکات کو جاری رکھیں گے تو پہلے لوگوں کی طرح جو طریقہ جاری ہو چکا ہے وہی برتا جائے گا۔ یعنی معلوم ہوا کہ اسلام آخری گھڑی تک یہ موقع دیتا ہے کہ نوبت قتال و جدال تک نہ آئے آپ حضرات پورا قرآن پڑھ جایئے۔ کسی جگہ یہ حکم نظر نہیں آئے گا کہ تم لوگ غیر مسلمان اقوام کے ممالک پر چڑھائی کر دو جبکہ وہ کوئی وجہ مخاصمت پیدا نہ کریں۔ البتہ مکہ کے کافروں کی مثال بیان کر کے یہ حکم دیدیا کہ اگر کوئی غیر قوم تم پر زیادتی کرے تو ان پر امن و آشتی سے قابو پانے کی تمام راہیں مسدود ہو جائیں تو پھر ایسی جماعت سے لڑنا

درست ہوگا۔ اور یہ جنگ بطور قصاص ہوگی نہ کہ جارحانہ حملہ ایسی لڑائی استبدادی نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ اسلام کسی بھی صورت میں کمزور ہمسایوں پر محض ان کی کمزوری کی وجہ سے حملہ کرنے کی ترغیب نہیں دیتا ہے اور اس کے نزدیک جہاد فی سبیل اللہ کے معنی یہ ہرگز نہیں ہیں۔ جب ہم اسلام کا حکم جہاد مندرجہ بالا دونوں آیات کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو اس میں ہرگز تضاد نہیں پاتے۔

مذہب سنیہ کا جہاد

لیکن جب ہم اس اسلامی رکن کا مطالعہ مذہب اہل سنت کی روشنی میں کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے ہاں "جہاد" کے معنی وہ نہیں ہیں جو قرآن و صاحب قرآن کی مراد ہیں چنانچہ مذہب سنیہ میں جس عمل کو "جہاد" کا جامہ پہنایا گیا ہے اُسے عموماً سنہرے فتوحات سے شناخت کیا جاتا ہے ان فتوحات کی تعریفات سے رفیع الشان پل باندھے جاتے ہیں اور فتوحات کو حضرات شیخین کی عظمت و احسان کی دلیل جمیل سمجھا جاتا ہے۔ فخر سے کہا جاتا ہے کہ **انتم الاعلون ان کنتم مومنین** سے ظاہر ہے کہ وہ لوگ مومن کامل تھے جب ہی تو سب پر غالب آ گئے۔

اعتقاد اور عمل میں بہت وابستگی ہے اور ایک پر دوسرے کا اثر ضرور ہوتا ہے لہذا یہ خوش فہمی اسی وابستگی کا نتیجہ ہے کہ ظاہر بین نگاہیں اور غور و فکر سے خالی اذہان ان فتوحات و وسعت حدود سلطنت کے باعث ایسے بزرگوں کو آسمان اسلام کے شمس و قمر اعتقاد کرتے ہیں۔ یہ فتوحات جن پر بھائی لوگ خوشی سے پھولے نہیں سماتے ہیں۔ ظاہراً آنکھوں کو خیرہ کرتی ہیں۔ لیکن اگر بنظر عمیق دیکھا جائے تو یہ کارنامے باعث رنج و افسوس ہیں ہم نصابی کتب میں مدارس سے تعلیم حاصل کرتے ہیں کہ اسلام کو مشرق سے مغرب تک پھیلا یا گیا۔ مشرق وسطیٰ و یورپ میں اسلام نے مشعل علم روشن کی فلسفہ یونان اہل یورپ کو مسلمانوں ہی کی بدولت حاصل ہوا۔ علوم ریاضی ہیئت و جغرافیہ وغیرہ میں مسلمانوں کے کارنامے اب تک دادِ تحسین حاصل کر رہے ہیں۔ دہلی غرناطہ اندلس۔ بیجاپور کی عمارتیں اپنی اداسی سے مسلمانوں کی عظمت رفتہ یاد دلا رہی ہیں لیکن ہمیں تصویر کا الٹا رخ بھی دیکھنا

ہے کہ ان فتوحات نے ہمیں کیا دیا۔ اور کیا لیا؟ چنانچہ اس پر مفصل روشنی ہم اسی باب میں آئندہ ڈالیں گے۔

فتوحات ملکی سب سے پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں ان فتوحات ملکی اور یلغار خارجی کے بارے میں دنیا کی تاریخ سے ہم کو کیا سبق ملتا ہے جو حضرات تاریخ بینی کے شوقین ہیں انہوں نے اس فلسفہ تاریخ پر ضرور غور کیا ہوگا۔ کہ کسی قوم کے لئے فتوحات ملکی کبھی باعث ترقی ثابت نہیں ہوئی ہیں بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ ایسی شاندار فتوحات ہمیشہ قوموں کی بربادی کی منزل کا پہلا زینہ ثابت ہوئی ہیں۔ ظاہراً تو فتوحات طاقت وعروج کی نشانی دکھائی دیتی ہیں لیکن دراصل یہ ایک دیمک ہے جو کسی قوم کی جڑ میں لگتا ہے اس کی مثال اس مریض کی سی ہے جو سل کے مرض میں مبتلا ہے کہ جس کے چہرہ کی رونق وچمک اس مرض کے ساتھ ساتھ بڑھتی جاتی ہے دیکھنے میں وہ توانا و طاقتور معلوم ہوتا ہے حالانکہ اس کے قدم تیزی سے قبر کی طرف بڑھے جا رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دورِ حاضر میں جنگ سے نجات حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کی جا رہی ہے اور ہر طرف امن، امن کا مطالبہ جاری ہے۔

جنگ کے نتائج جنگ میں فاتح و مفتوح دونوں مصائب کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ ایک جانب قحط، قلت گرانی و بے چینی زوال سلطنت کا باعث بنتی ہیں تو دوسری طرف بے چینی دغابازی اور انتقامی جذبات جنم لیتے ہیں۔ یہ قدرتی ردعمل ہے کہ سپاہی قوم ہو یا فرد جلد ہی تھک جاتا ہے اور پھر جنگی صعوبات کا معاوضہ عیش وعشرت سے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے

مفتوح قومیں اپنا بدلہ لینا چاہتی ہیں۔ فاتح قوموں کے بدن میں سکت نہیں ہوتی دفاعی و فلاحی امور کو نظر انداز کر کے جنگی تیاریوں میں ساری توجہ مرکوز کر دی جاتی ہے منافرت بڑھتی ہے۔ انسانی اخوت و ہمدردی کے جذبات درندگی اور سنگدلی کا لبادہ اوڑھ لیتے ہیں۔

ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں لڑائیوں کے یہی نتیجے برآمد ہوئے ہیں فاتح اقوام پر جنگ کے اثرات اور بھی شدید ہوتے ہیں کہ اولاً ان کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں کیونکہ ہر وقت یہ کھٹکا رہتا ہے کہ محکوم قوم کسی بھی وقت انتقام لینے

کی تدبیر کر سکتی ہے اعتماد و بھروسہ قائم نہیں رہتا ہے فاتح اقوام میں حرص دولت پیدا ہو جاتی ہے اور عیش و عشرت میں مبتلا ہو کر بالآخر خود ہی زوال کا سبب بن جاتی ہیں جیسا کہ ہمیں تمام فاتحان عالم کا حشر تاریخ میں اسی طرح ملتا ہے مثلاً سکندر ہینی بال شارلمین، نپولین، ولیم، ہٹلر وغیرہ۔ تمام فاتحوں کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اتنی لمبی چوڑی فتوحات اور وسیع مملکتوں کا نتیجہ اسکے سوا کچھ نہ ہوا کہ ان کے مرتے ہی خانہ جنگی چھڑ گئی مغلوب غالب آگئے، اور سلطنتیں تباہ و برباد ہو گئیں۔

سکندر اعظم جس سے مولوی شبلی نے حضرت عمر کا مقابلہ کر کے فخر کیا ہے بہت بڑا فاتح ہوا ہے لیکن یونان اور اہل یونان کی بربادی کا باعث یہی تھا کہ اس کے مرنے کے فوراً بعد اس کی فتح کردہ بے ڈول سلطنت اس کے بعد سنبھل نہ سکی اور مختلف جرنیلوں میں بٹ گئی اور خوب خونریزی ہوئی الغرض یہ کہ فتوحات سے فاتح اقوام کا کوئی فائدہ نہیں ہوا ہے بلکہ جلدی یا دیر سے یہی فتوحات مفتوحین کے زوال کا سبب بنی ہیں، قبل اس کے کہ ہم مسلمانوں کی فتوحات کے مضر اثرات جو اسلام پر ہوئے بیان کریں ہم اسلامی شریعت میں جہاد کی تعریف بیان کرتے ہیں۔

غلط قیاس سنی مسلمان جن فتوحات کو جہاد سے تعبیر کرتے ہیں۔ جب اُن کو یہ جنگیں اسلامی شریعت اور قرآن مجید کے خلاف معلوم ہوتی ہیں تو پھر حسب عادت احکام قرآن کو اپنے قیاس کے تابع کرنے کی کوشش کرتے ہیں چنانچہ جہاد سے متعلقہ منقولہ بالا دونوں آیات کے متعلق اُن کا مذہب یہ ہے کہ جب مسلمان کمزور تھے تو آیت لا اکراہ فی الدین نازل ہوئی اور جب مسلمان طاقتور ہو گئے تو پھر یہ آیۂ جہاد **واقتلوھم حیث ثقفتموھم** نازل ہوئی۔

برادران اہل سنۃ والجماعۃ کی یہ بات ہمارے لئے باعث تعجب نہیں ہے۔ کیونکہ ان کا طرز عمل ایسا ہی ہے کہ جیسا موقع پایا مطلب برادری کے لئے ویسی بات کہہ دی۔ کبھی حسبنا کتاب اللہ کہہ کر حدیث سے انکار کیا اور جب مطلب حاصل ہوا تو "لا نورث" کی حدیث بنا کر کتاب اللہ کا انکار کر دیا۔ غالباً جیسی ذہنیت اُن

حضرات کی اپنی ہے ویسا ہی یہ رسولؐ اللہ اور خداوند عظیم کو سمجھتے ہیں کہ معاذ اللہ حضورؐ بھی ایسے ہی مطلب پرست تھے کہ جب کمزور تھے تب تو نرمی کا سبق دیا اور جب اس نرمی کے نتیجے میں حاصل قوت ہوئے تو اپنے پرانے طریقے کو جس کی بدولت قوی ہوئے ترک کر دینے کی تعلیم دی اور معاذ اللہ اب سختی کا حکم دیدیا کہ غیر مسلم جہاں ہو ختم کر دو ایسی باتیں کس قدر افسوس ناک ہیں کہ کسی ممدوح کی عیب پوشی کی خاطر وحی صادق اور رسولؐ امین کی حیثیت کو ملحوظ نہ رکھا جائے یہ کیسی غلط تاویل قرآن ہے جو کی گئی ہے کہ ایک نہایت عمدہ اصول اخلاق ومذہب کو خراب کر دیا گیا ہے۔

نسخ اصول

شریعت کا حکم کسی شرعی عذر کی بنا پر منسوخ کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ روزہ فرض کیا گیا۔ لیکن مریض کی حالت مرض کو مد نظر رکھتے ہوئے یا سفر کی تکلیف کا احساس کرتے ہوئے مریض ومسافر کے لئے یہ حکم ساقط کر دیا گیا۔ لیکن ایسے احکام وقوانین جو بنیادی بلکہ اصولی حیثیت رکھتے ہیں ان کو منسوخ نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً یہ کہ اسلامی اصول یہ ہے کہ امانت میں خیانت نہ ہونے پائے کوئی بھی لمحہ ایسا نہ ہوگا کہ اسلام یہ حکم دے کہ لوگوں کی امانتیں ہضم کر لو۔ چنانچہ اسی طرح اسلامی شریعت کا یہ دستوری حکم ہے کہ دین میں جبر واکراہ نہیں ہے۔ ہر شخص اپنی مرضی سے دین پسند کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس اصولی حکم کو منسوخ نہیں کیا جا سکتا ہے۔

امام راغب اور جہاد کی تعریف

امام راغب نے جہاد کی تعریف اس طرح کی ہے کہ "الجہاد استفراغ الوسع فی مدافعۃ العدو۔ یعنی بھرپور قوت سے حملہ آور دشمن کی مدافعت کرنا جہاد ہے اور اسلامی فقہ وشریعت میں بھی جہاد اسلامیہ یہی ہے کہ دشمن سے دفاع کیا جائے یہی وجہ ہے کہ زمانہ رسولؐ کی جنگوں میں دشمن پر پہل مسلمانوں کی طرف سے نہیں ہوا کرتی تھی حتیٰ کہ حضرت حیدر کرار علیہ السلام کا دستور جنگ یہ تھا کہ خود دشمن پر پہلے حملہ نہ کرتے تھے پہلے وہ حملہ کرتا آپ اسے رد کرتے اور پھر خود حملہ کرتے اور یہی حکم حضرت امیر

اپنے لشکر کو دیا کرتے تھے۔

اسلامی شریعت کا جہاد

مولوی شبلی نعمانی نے سیرت النبی حصہ اول میں اسلامی شریعت کے جہاد کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

"اسلام کا اصلی مقصد تبلیغ دعوت ہے اب اگر کوئی قوم اس دعوت کی سد راہ نہ ہو تو اسلام کو نہ تو اس سے جنگ ہے (نہ) اس کے رعایا بنانے کی ضرورت ہے صرف معاہدۂ صلح کافی ہے جس کی بہت سی مثالیں اسلام میں موجود ہیں لیکن جب کوئی قوم خود اسلام کی مخالفت پر کربستہ ہو اور اس کو مٹا دینا چاہے تو اسلام کو مدافعت کے لئے تلوار ہاتھ میں لینا پڑتی ہے اور اس کو اپنے زیر اثر رکھنا پڑتا ہے خیبر اس قاعدہ کے موافق اسلام کا پہلا مفتوحہ ملک تھا۔"

معیار جہاد اور فتوحات

لہذا جب ہم اس معیار جہاد پر عراق و شام مسلمانوں کی لشکر کشی کو جانچتے ہیں تو یہ جنگیں جہاد تو درکنار خلافِ اسلام لڑائیاں ثابت ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے اسلام نے شریعت پر غور و خوص کے بعد اس لشکر کشی کو ناجائز قرار دیا ہے اور اس یورش سے جو ممالک فتح ہوئے انہیں غصب شدہ جائداد سمجھ کر ناجائز تسلیم کیا ہے جیسا کہ علامہ اہل سنۃ والجماعۃ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔

"بغداد کی زمین کے متعلق علمائ کے اقوال کا ذکر اس کے خرید و فروخت کی کراہت کی نسبت اُن سب علماء کا قول ہے کہ بغداد دارِ غصب ہے ان کی جائیداد (اراضیات و مکانات) کی خرید و فروخت ناجائز ہے۔

(تاریخ بغداد جلد ۱ صـ۲)

مفتوحہ اراضیات کی تقسیم

اسلام ارضی فتوحات کی تعلیم نہیں دیتا اس کا سب سے روشن ثبوت یہ ہے کہ قرآن و سنت اور فقہ اسلامیہ کے مطابق غنیمت کا ۱/۵ حصہ خدا و رسولؐ کے لیئے ہے اور باقی ۴/۵ مجاہدین میں تقسیم ہونا چاہیئے یہ سوال حضرت عمر کے دور میں اُٹھا کر مفتوحہ اراضیات

بھی اسی قاعدے کے مطابق لشکریوں میں تقسیم کر دی جائیں بمقررہ قاعدے کے مطابق ایسا ہی ہو جانا چاہیئے تھا مگر اس معاملہ میں حضرت عمر نے اپنی عادتِ تاویل کو کام میں لاتے ہوئے اس مطالبہ کو رد کر دیا سطحی نگاہ سے دیکھنے پر حضرت عمر کا یہ فیصلہ معقول و صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر مسلمانوں کے اس مطالبہ کو تسلیم کر لیا جاتا تو بہت سی خرابیاں پیدا ہو جانے کا امکان تھا۔ مثلاً یہ کہ اگر مفتوحہ زمینیں اہل لشکر میں تقسیم کر دی جاتیں تو کئی افسر و جرنیل اُن اراضیات پر قابض ہو کر چھوٹے چھوٹے بادشاہ بن جاتے اور مرکزیت بحال نہ رہتی یہ بٹوارہ یقیناً موجب فساد ہوتا۔ چنانچہ جو قاعدہ قرآن مجید نے غنائم کی تقسیم کا مقرر کیا ہے۔ اس سے صریح نتیجہ نکلتا ہے کہ اراضیات اس میں شامل نہ تھیں۔ کیونکہ اسلام فتوحاتِ اراضی کی اجازت ہی نہیں دیتا ہے اگر ایسی اجازت ہوتی تو قاعدہ مذکورہ میں ان کو مطلقاً علیحدہ کر دیا جاتا کیونکہ اس بارے میں خاموشی بے جا تھی اس لیے کہ بہت اہم معاملہ تھا ملک کے ملک فتح ہو سکتے ہیں اور کئی ہزار مربع میل کا علاقہ مفتوحہ اراضی بن سکتا ہے۔ لہذا اس کے لیئے ضروری تھا کہ بہت واضح قانون مقرر کیا جاتا۔

اس بات کا بھی امکان تھا کہ کوئی دشمن حکومت اسلامی مملکت پر حملہ آور ہوتی مسلمان دفاعی جہاد کر کے اُس دشمن پر غالب آ جاتے اور اس سلطنت پر قبضہ کر لیتے تو ایسی صورت میں پھر کیا طریقہ اختیار کیا جاتا چنانچہ اس مفروضہ کا حل ہم سنت رسول سے تلاش کرتے ہیں، اور بقول شبلی اسلام کے پہلے مفتوحہ ملک خیبر ہی کے واقعات سے پیش کرتے ہیں۔ علامہ طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ۔

"رسول اللہ صلعم نے اہل خیبر کو اُن کے قلعوں وطیح وسلالم میں محصور کر لیا جب انکو اپنی ہلاکت کا یقین ہوا۔ انہوں نے رسول اللہ صلعم سے درخواست کی کہ آپ ہماری جان بخشی کریں۔ اور ہمیں یہاں سے جلا وطن کر دیں آپ نے اس پر عمل کیا۔ اس سے قبل آپ نے اُن کے مواضعات شق، نطاۃ کتیبہ اور اُن

دو قلعوں کے علاوہ اور تمام قلعوں پر قبضہ کر لیا تھا جب اہل فدک کو اہل خیبر کی اس درگت کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے بھی رسول اللہ صلعم سے یہی درخواست کی کہ آپؐ ان کی جان بخشی فرما کر ان کو جلاوطن کر دیں۔ اور وہ اپنی تمام جائیداد آپ کے لئے چھوڑ کر چلے جائیں۔ آپ نے اسے منظور کر کے اس پر عمل کیا۔

اس مصالحت کے لئے بنی حارثہ کے محیصہ بن مسعود فریقین میں وکیل بنے جب اہل خیبر نے مذکورہ بالا شرائط پر اطاعت کر لی تو انہوں نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ آپ ان زمینوں کی نصف پیداوار کی ادائیگی پر ہم سے معاملہ کر لیں۔ کیونکہ ہم دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں ان سے زیادہ واقف ہیں۔ اور بہتر طریقے پر ان کو آباد رکھیں گے آپ نے اسے منظور کر لیا۔ زمینیں ان کے پاس رہنے دیں اور یہ شرط کر لی کہ جب ہم چاہیں گے تم کو ان سے بے دخل کر دیں گے۔ اہل فدک نے بھی اس شرط پر صلح کر لی۔ اس طرح خیبر تمام مسلمانوں کی ملکیت عامہ ہوا۔ اور فدک محض رسول اللہ صلعم کا خالصہ ہوا کیونکہ اس پر مسلمانوں نے فوج کشی نہیں کی"۔

(اردو ترجمہ تاریخ طبری مولوی محمد ابراہیم مطبوعہ دکن جلد ۱ حصہ سوم صفحہ ۱۴۰،۱۴۱)

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ مفتوحہ زمین تمام مسلمانوں کی ملکیت ہو گئی نہ کہ سرکاری زمین بن گئی اور فدک چونکہ مسلمانوں نے فتح نہ کیا تھا۔ لہذا حکم قرآن کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خالص ملکیت قرار پایا۔ وہی غنیمت کی تقسیم کا طریقہ جو قرآن نے بتایا اراضیات مفتوحہ پر بھی حاوی ہوا چنانچہ طبری نے یہ بھی لکھا ہے کہ خیبر کی اس آمدنی سے حضور نے خمس کا حصہ بھی لیا۔

واضح ہو کہ ایسے واقعات بہت ہی کم پیش آتے ہیں اور اگر وہ انتظام جو خدا اور رسولؐ نے تعلیم کیا ہے نافذ کیا جائے مسلمان حکومت اتنی مضبوط ہو جاتی ہے کہ کسی کو آنکھ اٹھانے کی جرأت ہی نہیں ہو سکتی ہے لہذا لڑائی جھگڑے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ کیونکہ اسلام تو امن و عدل اور

سلامتی و خوشحالی کی نعمتیں لایا ہے اس کے نظام میں بنی نوع انسان کا آپس میں بر سرِ پیکار رہنا خلافِ فطرت ہے۔

آئمہ اہلسنت کا اعتراف

حضرت عمر کی اس خلاف قرآن تاویل کو آخر کار علمائے مذہب نے بڑا مانا۔ جیسا کہ امام اہلسنت مالک نے کہا کہ "اراضی مفتوحہ بھی مثل غنیمت کے ہوتے ہیں اور حکم غنیمت ان پر جاری ہے۔ اس حکم میں حاکم کو کچھ اختیار نہیں۔"

محمد بن ادریس شافعی کہتے ہیں کہ حاکم کے لیے ان مفتوحہ زمینوں کو روک رکھنا جائز نہیں ہے بلکہ اس پر لازم ہے کہ ان کے فتح کرنے والوں پر تقسیم کر دے" (تاریخ بغداد خطیب بغدادی جلد ۱ صفحہ ۹)

سنت رسولؐ کے مطابق حضرت عمر کی یہ غلطی ایسی مسلم ہو گئی کہ علمائے اہلسنت ان مفتوحہ اراضیات کو غصب سمجھتے تھے۔ وہاں کا اناج کھانا، وہاں قیام تک کرنا حرام جانتے تھے اور امام اہل سنت والجماعۃ احمد بن حنبل کی رائے اسی طرح تھی۔

(تاریخ بغداد جلد ۱ صفحہ ۵)

وکالت شبلی

اس ناجائز فوج کشی کے بارے میں آئمہ اہل سنۃ والجماعۃ کی رائے اوپر بیان ہوئی اب مولوی شبلی نعمانی کی وکالت صفائی ملاحظہ فرمائیں۔

"حضرت عمر نے خراج کے نظم و نسق کی طرف توجہ کی اس مرحلہ میں پہلی یہ مشکل پیش آئی کہ امرائے فوج نے یہ اصرار کیا کہ تمام مفتوحہ مقامات صلۂ فتح کے طور پر ان کی جاگیریں عنایت کئے جائیں اور باشندوں کو ان کی غلامی میں دے دیا جائے حضرت عمر نے عراق کی فتح کے ساتھ سعد بن ابی وقاص کو وہاں کی مردم شماری کے لیے حکم دیا سعد نے نہایت جانچ کے ساتھ مردم شماری کا کاغذ مرتب کر کے بھیجا۔ کل باشندوں اور اہل فوج کا موازنہ کیا گیا تو ایک ایک مسلمان کے حصہ میں تین تین آدمی پڑتے تھے اسی وقت حضرت عمر

کی رائے قائم ہو چکی تھی کہ زمین باشندوں کے قبضے میں رہنے دی جائے اور ان کو ہر طرح پر آزاد چھوڑ دیا جائے لیکن اکابر صحابہ میں سے عبدالرحمن بن عوف وغیرہ اہل فوج کے ہم زبان تھے۔ حضرت بلال نے اس قدر کد کی کہ حضرت عمر نے دق ہو کر فرمایا اللھم اکفنی بلالا یعنی اے خدا مجھ کو بلال سے نجات دے حضرت عمر یہ استدلال پیش کرتے تھے کہ اگر ممالک مفتوحہ فوج کو تقسیم کر دئے جائیں تو آئندہ افواج کی تیاری بیرونی حملوں کی حفاظت، ملک کے امن و امان قائم رکھنے کے مصارف کہاں سے آئیں گے عبدالرحمن بن عوف کہتے ہیں کہ جن کی تلواروں نے ملک کو فتح کیا ہے انہیں کو قبضے کا بھی حق ہے آئندہ نسلیں مفت کیونکر پا سکتی ہیں کئی دن تک یہ مرحلہ رہا۔ حضرت عمر کو دفعتاً قرآن مجید کی آیت یاد آئی۔ جو اس بحث کے لئے نص قاطع تھی یعنی۔ للفقراء المھاجرین الذین اخرجوا من دیارھم و اموالھم۔ الخ اس آیت کے آخیر فقرے والذین جاؤ من بعدھم سے حضرت عمر نے یہ استدلال کیا کہ فتوحات میں آئندہ نسلوں کا بھی حق ہے لیکن اگر فاتحین کو تقسیم کر دیا جائے تو آنے والی نسلوں کیلئے کچھ باقی نہیں رہتا۔ حضرت عمر نے کھڑے ہو کر نہایت پر زور تقریر کی اور اس آیت کو استدلال میں پیش کیا۔ تمام لوگ بول اٹھے کہ بے شک آپ کی رائے بالکل صحیح ہے۔ اس استدلال کی بناء پر یہ اصول قائم ہو گیا کہ جو ممالک فتح کئے جائیں وہ فوج کی ملک نہیں ہیں بلکہ حکومت کی ملک قرار پائیں گے اور پچھلے قابضین کو بے دخل نہیں کیا جائے گا۔

(الفاروق حصہ دوم صفحہ ۲، ۲۹۷)

مندرجہ بالا علماء و آئمہ اہل سنۃ والجماعۃ کی آراء اور عبارت مولوی شبلی صاحب پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

(ا) نص قرآنی کی رو سے غنائم میں فاتح فوج کا ⅘ حصہ ہوتا ہے۔

(ب) امیر و حاکم کو یہ حق نہیں ہے کہ اس حصہ میں کمی کرے۔

(ج) ان غنائم سے منقولہ و غیر منقولہ (یعنی اراضیات) سب مال شامل

صدر شاہد فاتحین حضرت عمر کی نظر میں ابتر تھے۔

ہیں (د) مفتوحہ زمینوں میں بھی فتح کرنے والوں کا ⅘ حصہ ہے جو انہیں ملنا چاہیئے لیکن جب ہم عقل سلیم سے اس مسئلہ پر غور کرتے ہیں تو اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اگر اسلام اراضیات کی ایسی تقسیم کرتا ہے اور باشندوں کو فوجیوں کی غلامی میں دیتا ہے تو یہ غیر معقول بات ہے کیونکہ اسلام تو غلاموں کو نجات دینے اور آزاد کرنے کے لیئے آیا ہے اور اتحاد اس کا بنیادی مقصد ہے اور تقسیم سیاست ملکی کے تقاضوں کے بھی خلاف ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر اور دیگر اصحاب میں آپس کا اس مسئلہ پر اختلاف ہوا۔

اگر ہم کہتے ہیں کہ اسلام کا منشا یہی ہے تو یہ دین میں ایک کمزور نظریہ پیدا کرنا ہوگا جس پر غیر مسلم شدید نکتہ چینی کرسکتے ہیں یہی وجہ ہے کہ غنائم میں اراضیات کا ذکر تک نہیں کیا گیا۔ اس لیئے ماننا پڑتا ہے کہ اسلام کو اس بات کی قطعی ضرورت ہی نہیں ہے کہ سلطنت کی حدود کو فوج کشی وجارحیت سے وسعت دی جائے اگر اسلام کا ایسا حکم قرآن میں موجود ہوتا تو ضروری تھا۔ اس کی وضاحت قواعد سے امت کو آگاہ کر دیا جاتا۔ اور ایسا خلاف عقل حکم اسلام کبھی نہ دیتا۔

تاویل عمر

اب ہم حضرت عمر کی تاویل پر بھی جرح کرنا چاہتے ہیں۔ جو بظاہر درست دکھائی دیتی ہے یہ تو صاف ظاہر ہے کہ یہ تاویل اور حضرت عمر کا طرز عمل تاویل محمدؐ اور سنت رسولؐ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ضرور ہے کیونکہ علامہ طبری کے حوالہ سے ہم نے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے خیبر کی اراضیات کو فوج کی ملکیت قرار دیا۔ اور یہودیوں کو اخراج کا حکم دے دیا۔ لیکن بعد میں باہمی گفت وشنید سے یہ حصہ آمدن کی صورت میں تبدیل کر لیا گیا اور ان کو بدستور قابض رہنے دیا گیا۔ لیکن حضرت عمر کے دور میں اس سنت پر عمل نہ کیا گیا۔ اور جو بات حضورؐ کی سنت کے خلاف ہوگی۔ وہ شریعت محمدیہ نہیں ہوسکتی حضرت عمر کی رائے درست تھی یا غلط اس پر بحث آرہی ہے تاہم یہ مکمل طور

پر ثابت ہوا کہ یہ تاویل رسولؐ خدا کے طرز عمل کے صریحاً خلاف تھی۔

شبلی کی تحریف

اب ہم شبلی صاحب کے بقول جو آیت حضرت عمر کو دفعتہً یاد آئی اس پر کچھ غور کرتے ہیں۔ اگر فی الحقیقت حضرت عمر کو دفعتہً یہی آیت یاد آئی تو مجھے یہ کہنے میں کوئی جھجک نہیں آتی ہے کہ اس کی مثال ویسی ہی ہے جیسے کوئی منکر نماز اس آیہ سے استدلال قائم کرے کہ لا تقربوا الصلوٰۃ کہ نماز کے قریب نہ جاؤ جس طرح ایسا استدلال پُر فریب ہوگا بالکل اسی طرح آیت محوّلہ سے مذکورہ استدلال لاناممکن ہے اس لئے کہ آیت کا منقولہ ٹکڑا غنائم سے تعلق ہی نہیں رکھتا بلکہ وہ "فے" سے متعلق ہے۔ لہٰذا ہم سیاق و سباق کے ساتھ قرآن مجید کی سورۂ حشر سے نقل کرتے ہیں۔

وما افاء اللّٰہ علیٰ رسولہ منھم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب و لکن اللّٰہ یسلط رسلہ علیٰ من یشاءُ ط واللّٰہ علیٰ کل شیٔ قدیر o ما افاء اللّٰہ علیٰ رسولہ من اھل القریٰ فللّٰہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل لا کی لایکون دولۃً بین الاغنیاء منکم ط وما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا ج واتقوا اللّٰہ ط ان اللّٰہ شدید العقاب o للفقراء المھاجرین الذین اخرجوا من دیارھم و اموالھم یبتغون فضلاً من اللّٰہ و رضوانًا وینصرون اللّٰہ ورسولہ ط اولٰئک ھم الصٰدقون ج والذین تبوؤ الدار والایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم حاجۃً مما اوتوا ویؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃٌ قف و من یوق شح نفسہ فاولٰئک ھم المفلحون ج والذین جاءو من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین اٰمنو ربنا انک رؤفٌ رحیم o (سورہ حشر پ ۲۸)

ان آیات کا ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی نے اس طرح کیا ہے۔

ترجمہ: اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو ان سے دلوایا سو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ لیکن اللہ تعالیٰ کی عادت ہے (کہ) اپنے رسولوں کو جس پر چاہئے (خاص طور پر) مسلط فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ (اس طور) پر اپنے رسول کو دوسری بستیوں کے (کافر) لوگوں سے دلوا دے (جیسے فدک اور ایک حصہ خیبر کا) سو وہ (بھی) اللہ کا حق ہے اور رسول کا اور آپ کے قرابتداروں کا اور یتیموں کا اور غریبوں کا اور مسافروں کا تاکہ وہ (مال فے) تمہارے تونگروں کے قبضے میں نہ آجاوے۔ اور رسول تم کو جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا کرو۔ اور جس چیز (کے لینے) سے تم کو روک دیں اور بعموم الفاظ یہی حکم ہے افعال اور احکام میں بھی) تم رک جایا کرو۔ اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ (مخالفت کرنے پر) سخت سزا دینے والا ہے اور ان حاجت مند مہاجرین کا (بالخصوص) حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے ظلماً جدا کر دئیے گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل (یعنی جنت) اور رضامندی کے طالب ہیں۔ اور وہ اللہ اور اس کے رسول (کے دین) کی مدد کرتے ہیں۔ (اور) یہی لوگ (ایمان) کے سچے ہیں۔ اور (نیز) ان لوگوں کا بھی حق ہے) جو دارالاسلام (یعنی مدینہ) میں ان (مہاجرین) کے آنےسے قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں جو ان کے پاس ہجرت کرکے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے (انصار) اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگر ان پر فاقہ ہی ہو اور (واقعی) جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جاوے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور ان لوگوں کا بھی اس مال فے میں حق ہے جو ان کے بعد آئے جو (ان مذکورین کے حق میں) دعا کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو (بھی) جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ

ہونے دیجیئے۔ اے ہمارے رب آپ بڑے شفیق رحیم ہیں۔“

(قرآن مجید مترجم مولوی اشرف علی صاحب تھانوی مطبوعہ حاجی ملک دین محمد اینڈ سنز۔ لاہور ۱۹۵۲ء)

کلام پاک کی آیت اور ایک مشہور اہل سنت مفسر کا ترجمہ نقل کیا گیا تاکہ مولوی شبلی صاحب کی تحریف معنوی آشکار ہو سکے۔ اگر یہ حرکت محض ایک سنی عالم ہونے کی حیثیت سے کی گئی ہوتی تو میرے لیے باعث تعجب نہ تھی۔ کیونکہ ایسی تحریفات علمائے اہلسنت کی خاص عادت ہے۔ مگر شبلی صاحب پر اس لئے افسوس ہے وہ اپنے کو ”صف مورخین“ میں بھی ظاہر کرتے ہیں۔ لہٰذا ایک مورخ کے لیے ایسی تاریخی بددیانتی ناقابل فراموش ہے بیان قرآن مجید سے پوری طرح ثابت ہے کہ یہ آیات ”فے“ سے متعلق ہیں جن میں لشکر کا حق سرے سے ہے ہی نہیں ہے۔ بلکہ اُن اراضیات کا ذکر ہے جو خدا و رسول کی ہیں۔ ان کا مصرف بیان ہوا ہے کہ رسول کے قرابتدار، یتامیٰ، مساکین، مسافر، فقراء، مہاجرین جو کفار کے ہاتھوں گھروں اور مالوں سے محروم ہوئے، انصارین جنہوں نے مہاجرین کی اعانت فرمائی اور وہ لوگ جو اُن کے بعد آئے۔

سیدھی اور صاف بات کو چھوڑ کر مولوی شبلی نے ”وہ لوگ جو بعد میں آئے“ کے فقرے کو پکڑ لیا جس طرح منکر نماز نے لاتقربوا الصلوٰۃ کے الفاظ کو پکڑا تھا۔ اور اس سے مراد آئندہ نسلیں لی اول تو یہ مراد ہی غلط ہے بلکہ اُس سے مطلب بعد میں آنے والے مہاجرین ہیں اور اگر بالفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ آئندہ پیدا ہونے والے لوگ مراد ہیں تو بھی مال فے میں اُن کا ساتواں درجہ آتا ہے جبکہ زیر بحث وہ زمین ہے جو غنیمت میں شامل ہو اور اس میں لشکریوں کا ۴/۵ حصہ ہے اور اس حصے مجاہدین کے تذکرہ میں یہ جملہ ہی موجود نہیں کہ مراد اُس سے آئندہ نسل لی جا سکے اگر مولوی شبلی صاحب تھوڑا غور فرما لیتے تو ایسی رائے قائم نہ کرتے کیونکہ والذین جاؤامن بعدھم کے جملہ کے فوراً اللہ نے لفظ اخواننا

استعمال کیا ہے یعنی ہمارے بھائی اگر آئندہ نسلیں مراد ہوتی تو "لاباءنا" کہا جاتا پس ثابت ہوا کہ مولوی شبلی صاحب کی مذکورہ رائے غلط ہے۔

سنی علما کی توثیق

علمائے اہلسنت کی کثیر تعداد نے ان بعد میں آنے والے لوگوں سے وہ لوگ مراد لی ہے۔ جو بعد میں مسلمان ہوئے۔ جیسا کہ عبد بن حمید نے مجاہد سے ایسی ہی روائیت کی ہے۔ امام حاکم نے سعد بن وقاص سے ایسی ہی روایت کی توثیق کی ہے۔ ابو بکر ابن مردویہ نے بھی ایسا ہی بیان کیا ہے اس کی تفصیل تفسیر درمنشور علامہ حافظ جلال الدین سیوطی جزء ۶ ص ۱۹۸ میں ملاحظہ فرمائی جا سکتی ہے۔

المختصر ہم نے مولوی شبلی صاحب کی تاریخی خیانت کا ناقابل نظر انداز نمونہ پیش خدمت کیا جس میں انہوں نے اپنے ممدوح کی حمایت میں کلام حمید کی معنوی تحریف سے بھی خوف نہیں کھایا۔ لیکن دروغ گو را حافظہ نباشد وکالت حضرت عمر میں مولوی صاحب اسقدر بوکھلا گئے ہیں کہ انہوں نے یہ بات حضرت عمر ہی سے منسوب کر دی ہے کہ آپ جناب نے بھی اسی طرح استدلال کیا تھا اور صحابہ نے اسے قوی سمجھ کر سر تسلیم خم کر دیا۔ اگر درست ہے تو پھر ہم بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ۔ ؎

این خانہ ہمہ آفتاب است

پس چونکہ ایسا حکم نہ قرآن میں ہے اور نہ ہی سنت سے ثابت ہے کہ دوسری اقوام پر ان کی مخاصمت و مخالفت اسلام کے بغیر حملہ کر کے دنیا کے امن وچین کو غارت کیا جائے لہذا ایسی تمام فتوحات منشاء دین امن و سلامتی کے خلاف ہیں کیونکہ ایسی جارحیت عدل وانصاف کے اصولوں کے منافی ہے اور دین اسلام عدل وانصاف اور امن وسلامتی کی ضمانت دیتا ہے۔

جب اسلام توسیع پسندی کو پسند ہی نہیں کرتا ہے تو پھر اگر کوئی مسلمان ساری دنیا دس مرتبہ بھی فتح کرے دین میں اس کا کوئی مقام نہیں یہ فتوحات کچھ عرصہ

کے لیے تو باعث افتخار ہو سکتی ہیں لیکن بعد میں تا ابد کلنک کا ٹیکہ بن جاتی ہیں ایک طرف مورخ الزام میں ظلم لکھتا ہے اور دنیا یہ نظریہ قائم کرلیتی ہے کہ یہ تحریک تلوار کے زور سے پروان چڑھی تو دوسری جانب داخلی طور پر سخت مضر ہے جس طرح کہ ان فتوحات کا پہلا اور لازمی نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ مسلمانوں میں دولت و ثروت بہت زیادہ بڑھ گئی اور فراوانی زر نے سرمایہ داری کے تمام عیوب اہل اسلام میں پیدا کر دیئے۔ یہ وہ جراثیم تھے جن کا اثر ابھی تک بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے اور مسلمانوں میں سرمایہ دارانہ رجحان پر ہم نے سیر حاصل بحث اپنی کتاب "صرف ایک راستہ" میں ہدیہ ناظرین کی ہے۔ یہاں صرف خدشہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دھرانے پر اکتفا کرتے ہیں چنانچہ حضور فرمایا کرتے تھے کہ۔

"جس چیز سے میں ڈرتا ہوں وہ یہ ہے کہ تمہارے اوپر دنیاوی دولت و وجاہت کے دروازے کھل جائیں گے۔ (صحیح بخاری کتاب الجنائز باب الصلوٰۃ علی الشہید ج ص ۱۶۱)

پس حضور اکرمؐ کی پیشگوئی کے مطابق مسلمانوں میں حرص مال پیدا ہو گئی۔ اور اسی کے تحت فتوحات ہوئیں کیونکہ جن ممالک پر فوج کشی کی گئی ان کی طرف سے کوئی مخالفت دین یا مخاصمت اسلام پیدا نہ ہوئی تھی محض اُن کی کمزوری دیکھکر ان کو مغلوب کرنے کی کوشش کی گئی۔

اسلامی طریقہ فتوحات

اس میں شک نہیں ہے کہ اسلام بھی یہ چاہتا ہے کہ دیگر مذاہب کی طرح ہر گوشہ میں اس کا پیغام پہنچے اور ہر جگہ اس کا بول بالا ہو۔ بلکہ اسلام کا تو دعویٰ ہی یہ ہے کہ وہ دین حق ہے لہذا حق کی خاصیت غالب ہو کر رہنا ہے۔ نہ کہ مغلوب بن کر اسلیئے آواز حق دنیا کے گوشہ گوشہ تک گونجنی چاہیئے۔ مگر اس سلامتی والے دین کا ہر طریقہ امن و آشتی سے منسلک ہے وہ کسی بھی مقام تشدد کو برداشت نہیں کرتا فطرت کا نبض شناس ہے۔ اُسے یہ احساس

ہے کہ طاقت کی فتح کبھی دائمی نہیں ہو سکتی۔ کشت وخون قوموں میں نسلی منافرت پیدا کرتا ہے اسلام حقیقت ہے لہٰذا اُسے معلوم ہے کہ تیز تلوار کند بھی ہو سکتی ہے اسی لئے وہ نیام سے نکالنے سے قبل پوری طرح تدبر کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اور جب گفت و شنید اور نصائح و وعظ کے ساتھ اُسے پوری طرح آزما لیتا ہے تو پھر میدان کارزار کا رُخ تلاش کرتا ہے اسلام کی یہی کوشش جاری رہتی ہے کہ وہ ہر جگہ جائے مگر دلوں کے ذریعہ سے دماغوں کی امداد سے تلوار کے سہارے نہیں چنانچہ شارع اسلام جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ اسلام کے لیے جو تدابیر اختیار فرمائیں اور قرآن مجید میں جہاد کیلئے جو احکام درج ہیں اگر ان تعلیم کردہ قواعد وضوابط پر عمل کیا جاتا تو آج ساری دنیا اسلامی پرچم تلے ہوتی۔ جبکہ جن فتوحات پر ناز کیا جاتا ہے اُن کا عالم یہ تھا کہ مسلمان تو جگہ جگہ پھیلے مگر اسلام اپنے وطن میں بھی غریب الوطن ہو گیا۔ اور یہ نہایت قابل غور بات ہے لہٰذا اس پر مفصل اظہار خیال ہم اس کتاب کے حصّہ دوئم میں کریں گے۔

ہم عرض کر چکے ہیں کہ اسلام صرف دفاعی جنگ کی اجازت دیتا ہے اور کسی بھی ملک پر بے وجہ دیدنیہ حملہ کرنے کی ترغیب نہیں دیتا بلکہ اس کے نزدیک یہ عمل ظلم و ناانصافی ہے اور ظاہر ہے کہ ہر ظلم عذاب خداوندی کا باعث ہوتا ہے لہٰذا تاریخ شاہد ہے کہ ان فتوحات کے بعد مسلمانوں کی حالت بدتر ہو گئی۔ حرص و ہوس نے انہیں اس قدر اندھا کر دیا کہ فاتح اعظم کے جانشین کو چالیس دن محصور رکھ کر مدینۂ رسولؐ میں موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ کسی فرد کی رگ مسلمانی بیدار نہ ہوئی اور نہ ہی اخلاقی اخوّت کی نیند کھلی۔ پھر اسی نشۂ سلطنت نے ممالک کے دو ٹکڑے کیے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ خانوادۂ رسولؐ کو انتہائی عالم بے بسی میں بے آب ودانہ وادیٔ نینوا میں تہ تیغ کر دیا گیا۔ الغرض دین بدن داخلی وخارجی اعتبار سے نہ ہی دین رہا اور نہ ہی دُنیا بس ایک خواب سہانا تھا۔ جو ٹوٹ گیا۔

غیر اسلامی فتوحات کے نتائج

ان فتوحات کی بدولت جو اسلام پھیلا اس کی حالت ناگفتہ بہ ہے دین میں تفرقہ بازی ہو گئی۔ اتحاد، تنظیم اور یقین محکم سب رخصت ہو گئے کبھی ملوکیت اور کبھی غلامی مقدر ٹھہری۔ یعنی یہ کہ خیالی اچھا آغاز حقیقی بُرا اور عبرتناک انجام ثابت ہوا۔ لہذا جس عمل کا نتیجہ ہی بد ہو اس پر فخر کرنا بے وقوفوں کی جنت میں رہنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اسلامی دستورِ تبلیغ

اسلامی دستورِ حکیمانہ میں تبلیغ و نشر و اشاعت دین کے مندرجہ ذیل طریقے ہیں۔

(۱) دین میں کسی پر زبردستی نہیں ہے لا اکراہ فی الدین۔

(۲) ایک جماعت ایسی ہو جو نیکی کی طرف لوگوں کو بلائے امور نیک کی ترغیب دے اور امور بد سے روکے۔

(ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر)

(۳) لوگوں کو اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور خوبصورت وعظ (عقل و دلائل) کے ذریعہ دعوت دو۔ اور انتہائی شائستہ طریقے سے مناظرہ کرو۔ تمہارا پروردگار اُن لوگوں کو بھی جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گئے اور اُن سے بھی بخوبی واقف ہے جو ہدایت یافتہ ہیں۔

(ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ و جادلھم بالتی ھی احسن ان ربک ھو اعلم بمن ضل عن سبیلہ وھو اعلم بالمھتدین)

چنانچہ سرورِ کونین نے ان ہی قرآنی اصولوں پر عمل کر کے دکھایا دوسرے ممالک میں حضور نے تبلیغی وفود بھیجے۔ اور اُن میں ایسے افراد کو شامل کیا جو علم و عمل میں نمونہ تھے۔ اکثر لوگ اُن پاکباز نفوس کی زیارت ہی سے متاثر ہو کر اسلامی

خصائل کے گرویدہ ہو جاتے تھے بس ذرا سی عمدہ بحث اُن کو کلمہ پڑھوا لینے کے لئے کافی ہوتی تھی۔ ان اسلامی تبلیغی جماعتوں کو حضورؐ خصوصی ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ لڑنا نہیں ہے۔

ہمارا چیلنج ہے کہ آج جو لوگ دعوت اسلام کو اس طرح پیش کرنے کے حامی ہیں کہ "اسلام قبول کرو"، "جزیہ ادا کرو" یا "لڑائی کرو" کا حکم اگر زبان رسولؐ سے کسی مرفوع حدیث سے ثابت کر دیں جس کے راوی ثقہ ہوں تو ہم اُن کی حمایت کرنے کو تیار ہیں۔ کیونکہ حضورؐ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں کبھی ایسا سکھہ شاہی حکم نافذ نہیں فرمایا ہے۔ لہذا یہ نظریہ قطعاً باطل ہے۔ بلکہ دین حقہ پر سخت اتہام ہے۔

اگر بعد از رسولؐ مسلمان حکومتیں اس سنت محمدیہ پر عمل پیرا ہوتیں تو اسلام دنیا کی تمام اقوام کے قلوب کو مسخر کر چکا ہوتا۔ صحیح اسلام وہی ہوتا ہے جو دل قبول کرے جان بچانے کی خاطر یا جزیہ سے بچ جانے کے لئے کلمہ پڑھ لینا اور بات ہے اور محاسن دین و شریعت کی معرفت حاصل کر کے ایمان لانا دوسری سعادت ہے پس خلوص و محبت والے اسلام کی حکومت پائیدار اور مستقل ہو گی۔ اور زبردستی والے اسلام کی حالت ہر وقت مشکوک رہے گی۔ زبان کلمہ پڑھے گی۔ بھی لیکن ذہنیت سے تخیل جاہلیت محو نہ ہو سکے گا۔

آج کا دور عقل و دانش کا زمانہ سمجھا جا رہا ہے۔ اگر ہم اسلام کی یہ تعلیم دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ اسلام یہ سبق دیتا ہے کہ طاقت حاصل کر کے کمزوروں کو قوت کے بل بوتہ پر مسلمان ہونے کی دعوت دو۔ اگر مان جائیں تو درست ورنہ اُن سے جزیہ (غنڈہ ٹیکس ہو گا نہ کہ جزیہ) طلب کرو اور انکار کرنے پر حملہ کر دو۔ تو کوئی صاحب ادراک ایسے جارحیت پسند اور مبلغ تشدد مذہب کو قبول کرنے پر تیار نہ ہو گا۔ بلکہ اسی محبت بھرے طریقہ کو لاکھ تحسین تسلیم کرے گا۔ جو خدا اور اس کے سچے رسولؐ نے تعلیم کیا ہے۔ پس نظریہ جہاد از روئے مذہب شیعہ بمطابق عقل و فطرت اور قرآن سنت ہے۔

آج زمانہ مجبور ہو گیا ہے کہ اس فطری اصول کو تسلیم کرے کہ ہر قوم کو

اپنے ملک میں بسنے کا حق ہے۔ اس کا اپنا طرزِ حکومت ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ہر قوم کی تہذیب، معاشرت، معیشت، زبان، رسم و رواج، خوراک و پوشاک وغیرہ علیحدہ ہوتے ہیں، اور ان امور کی تشکیل و تعین اس ملک کے عناصر و مناظر قدرت کرتے ہیں۔ مثلاً ملک کی آب و ہوا، جغرافیائی حالات اور قدرتی عوامل وہاں کے باشندوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ان ہی امور کے تحت وہاں کے لوگوں کے مزاج، کردار اور بود و باش کے رسومات و رواج وضع ہوتے ہیں۔ اور قدرتاً ہر قوم اپنے ہی جیسے لوگوں میں رہنا پسند کرتی ہے عقل و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی غیر قوم خواہ وہ کتنی ہی طاقتور کیوں نہ ہو ان کی آزادی سلب نہ کرے اور تاریخ عالم گواہ ہے کہ جس قوم نے بھی اس تقاضے سے بے انصافی کی وہ جلد یا بدیر کیفر کردار تک پہنچی اور ایسی مثالیں ہم کتاب ھٰذا کے اگلے حصّہ میں درج کریں گے۔ بہر حال ایک ایسا مذہب جو دنیا کو رحم و عدل کی تعلیم دینے کے لیئے طلوع ہوا، اس کا نظریہ اس قدر وحشیانہ ہرگز نہیں ہوسکتا ہے کہ محض حدود مملکت کی وسعت اور دولت و ثروت کی خاطر کمزور ہمسایوں کو غلام بنا کر اُن کے اثاثے غصب کرلے۔

اسلام کا پروگرام تبلیغ بالکل معقول و فطری ہے عمدہ اقوال و بہترین افعال کے ہتھیاروں سے ملکوں کو فتح کرے تلوار کے زخم سے قلم کا زخم زیادہ کاری ہوتا ہے۔ لہٰذا اسلام نے اس ہی ہتھیار کو منتخب کیا ہے ہر مسلمان حکومت کو چاہیئے کہ سنتِ رسولؐ کے مطابق تبلیغی دستے بھیجتی رہے۔ جیسا کہ خود خدا نے یہی طریقہ اختیار کیا اور مخلوق کی ہدایت کے لیئے انبیاء بھیجے ورنہ خدا سب سے قوی تھا۔ وہ قوت و زبردستی سے بھی لوگوں کو اپنی راہ پر لاسکتا تھا۔ اس پُرامن طریقہ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بغیر خون بہے ساری دنیا مسلمان ہوجائے گی۔ قومیں بدستور آزاد و خود مختار رہیں گے۔ مگر اُن کا مرکز ایک رہے گا۔ ہر حکومت بظاہر الگ ہوگی لیکن سب کا حاکم اعلیٰ اللہ ہوگا۔ اور سب کا قانون شریعت محمدیہ۔

اکابر اصحاب رسولؐ اور علیؑ کا نظریہ

اس سلسلہ میں ایک بات خصوصی توجہ کے لائق ہے کہ اگر بعد از رسولؐ کی فتوحات منشاء اسلام کے خلاف تھیں تو پھر اکابر اصحاب رسولؐ خصوصاً حضرت علی علیہ السلام نے ان کی مخالفت کیوں نہ کی؟ اس کا مکمل جواب تو اس کتاب کے حصہ دوئم میں لکھیں گے تاہم یہاں اتنی گذارش کرنا ضروری خیال کیا جاتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اور دیگر مخلص اصحاب رسولؐ کی رائے میں یہ فتوحات غیر ضروری بلکہ ضرر رساں تھی۔ کیونکہ ان حضرات کا خیال تھا۔ جب تک مسلمانوں کے دل میں صحیح طرح اسلام کی تعلیم اور آیات قرآنی کی تاویل راسخ نہ ہو جائے۔ اسطرح کی لشکر کشی نہ کی جائے لیکن یہ درست پالیسی قبول نہ کی گئی۔ خاص طور سے حضرت علیؑ کو تو انتظام سلطنت میں صرف اسی وقت یاد کیا جاتا تھا۔ جب بہت پیچیدہ مسئلے اور اہم مقدمات پیش آتے تھے۔ جن کو خلیفہ وقت سلجھانے سے قاصر رہتے تھے۔ ورنہ جناب امیرؑ کی ضرورت محسوس نہ کی جاتی تھی۔ جب مشکل حل ہو جاتی تھی لولا علی لھلک کے نعرے ضرور لگا دیئے جاتے تھے۔ لیکن ایسے موقعے روز روز نہیں آتے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ حضرت علیؑ کے مشورے دینے کے بعد بھی اُن پر عمل نہیں کیا جاتا تھا۔ مثلاً جب حضرت عمر کے صاحبزادے عبیداللہ نے اپنے والد کے شبہ میں ہرمز کو قتل کر دیا تو حضرت علیؑ نے قصاص خون کا مشورہ دیا۔ مگر اس رائے کو قبول نہ کیا گیا۔ مغیرہ ابن شعبہ نے اُم جمیل سے زنا کیا عینی شہادت مل گئی۔ مگر حضرت عمر تعذیر پر آمادہ نہ ہوئے۔ اسکندریہ کے کتب خانہ کو جلانے سے روکا مگر حاکم وقت نہ مانے اسی طرح کے کئی اور واقعات ہیں۔ کہ حضرت علیؑ کی رائے و مشورہ کے خلاف عمل ہوتا رہا۔ چونکہ وہ حضرات اقتدار پر تھے لہذا اپنی عقل و فہم کے مطابق حکومت

چلاتے تھے۔ بہر حال نہ ہی حضرت علیؑ نے اِن فتوحات کی حمایت کی اور نہ ہی ان کا ایسا نظریہ تھا۔

جہادِ نبیؐ

نبیؐ کی بعثت کا مقصد دینِ حقہ کی اشاعت و نصرت ہے جس کی تبلیغ کے لیئے وہ مبعوث ہوتا ہے نبی حفاظت و نصرتِ دین کے لئے جب مخالفین کے مقابلے میں میدان جنگ میں آتا ہے تو کبھی فرار نہیں کرتا ہے کیونکہ اس کا فرار دین کا فرار ہے اور کفر کی فتح ہے خصوصاً سرکارِ رسالت مآبؐ کے لیئے جہاد فرض قرار دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے حضورؐ کبھی میدان جنگ سے نہیں ہٹے ہیں خواہ لشکر ثابت قدم رہا یا الٹے پاؤں لوٹ گیا۔ از روئے قرآن جہاد سے بھاگنا خدا کا غضب لے کر پلٹنا ہے اور ہم سورۃ الفاتحہ میں ہر نماز میں اللہ سے دُعا کرتے ہیں کہ ہمیں مغضوب لوگوں کی راہ سے محفوظ رکھ لیکن جب ہم مذہب سُنیہ کی راہیں دیکھتے تو ان پر زیادہ تر اُن ہی قدموں کے نشانات نظر آتے ہیں جو جہاد میں ثابت قدم نہ رہے اور غضب الٰہی لیکر پلٹے پس مغضوب علیہما کے نقش قدم پر چلنا قرآن اور سنت کے خلاف ہے اب ہم چند حوالہ جات مشہور کتب اہل سنت سے نقل کرتے ہیں جن میں مشہور بزرگوں کا جہاد سے بھاگنا مرقوم ہے اور فیصلہ کا انحصار قارئین کے انصاف پر چھوڑ دیتے ہیں کہ ان کا راستہ جن پر انعام الٰہی ہوا صراطِ مستقیم ہو گا۔ یا اُن کی راہ جو مغضوب ہوئے۔

جنگ اُحد اور حضرت ابوبکر کا جہاد

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ میرے والد حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ جب روزِ اُحد لوگ رسول مقبولؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو سب سے پہلے حضورؐ کی طرف واپس آنے والا میں تھا میں نے دور سے رسولؐ اللہ کو دیکھا پھر ایک شخص نے پیچھے سے آکر مجھے دبایا ایسا لگتا تھا کہ وہ شخص بھی رسولؐ خدا کی طرف جانے کا ارادہ رکھتا ہے میں نے مڑ کر جو دیکھا تو ابو عبیدہ بن

الجراح تھے۔

(روایت اہلسنت: مستدرک علی الصحیحین جز الثالث المغازی صفحہ ۲۶/۲۷)

حضرت عمر اور معرکۂ احد بزبان عمر

ابن جریر طبری کلیب سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز جمعہ کو حضرت عمر نے خطبہ میں سورۂ آل عمران کی تلاوت کی وہ اکثر خطبہ میں سورۂ آل عمران کی تلاوت پسند کرتے تھے جب آیہ ان الذین تولو امنکم تک پہنچے تو کہا کہ جب جنگ احد میں ہم کافروں سے بھاگے تو میں بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اس وقت میری یہ حالت تھی کہ میں پہاڑی بکری کی طرح کودتا پھرتا تھا۔

(روایات اہل سنت؛ صحیح بخاری، کتاب المغازی پ ۱۶ صفحہ ۵۰ م فتح الباری: پ ۱۶ صفحہ ۹۰)

حضرت عثمان کی احد میں کارکردگی

امام اہل سنت فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ "بھاگنے والوں میں حضرت عمر بھی تھے لیکن وہ شروع لڑائی میں نہیں بھاگے اور دور تک نہیں بھاگے بلکہ پہاڑی ہی پر دوڑتے پھرے۔ نیز بھاگنے والوں میں حضرت عثمان بھی تھے جو سعد اور عقبہ کے ساتھ دور تک بھاگے اور تین دن کے بعد واپس لوٹے۔"

(بخاری نے غزوہ احد میں ابن عمر کا قول لکھا ہے کہ یوم احد عثمان بن عفان بھی بھاگ گئے تھے۔)

عمر ابن الخطاب اور عمرو بن عبدود روز احزاب

تاریخ حبیب السیر اور معارج النبوۃ میں ہے کہ روز خندق حضرت عمر نے عمرو بن عبدود کی آواز شناخت کر کے کہا "یہ تو عمرو بن عبدود ہے مجھے اس دلیر عرب کی بے نظیر

شجاعت کا خود تجربہ ہو چکا ہے اور وہ یوں ہے کہ ایک بار سفر میں میرا اور اس کا ساتھ ہو گیا۔ اثنائے راہ میں ڈاکو ہمارے قافلہ پر ٹوٹ پڑے۔ تنہا اس شخص نے قزاقوں کی جماعت کثیر کا مقابلہ کیا۔ مقابلہ کے دوران اسکی ڈھال ٹوٹ گئی تو فوراً ایک اونٹ کے نیچے کی ٹانگ تھام کر اسکو اپنی سپر بنا لیا۔ اور قزاقوں کے وار روکتا رہا۔ یہاں تک کہ تمام قزاقوں کو اسی نے مار بھگایا۔ میں اس کی عظیم الشان طاقت و شجاعت دیکھ کر حیران ہو گیا۔ (معارج النبوۃ رکن چہارم باب ہشتم دربیان وقائع سال پنجم ص ۱۶۱)

(۱) صحیح ہو کہ ایک تو مسلمانوں پر پہلے ہی سے خوف طاری تھا۔ اس چشم دید واقعہ کی نقل نے انہیں اور حواس باختہ کر دیا ہو گا۔)

بخشش لغزش کا عذر

اب یہ عذر پیش کیا جا سکتا ہے کہ روز اُحد مسلمانوں کی لغزش خدا نے معاف فرما دی تھی لہذا اس الزام کو دھراتے رہنا محض بلاوت و کینہ ہی کا نتیجہ ہو سکتا ہے تو گذارش یہ کہ بلا شبہ اُحد کے دن مسلمانوں کی بے ثباتی کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے۔ لیکن بیعت الشجرہ جسے بیعت رضوان کہا جاتا ہے اس میں مسلمانوں نے عہد کیا کہ وہ جہاد میں پیٹھ نہ دکھائیں گے۔ لہذا ہم اس عہد کے بعد جن نمایاں حضرات نے عہد شکنی کی اُن کا تذکرہ معتبر کتب اہل سنت سے نقل کرتے ہیں۔ جنگ حنین بیعت رضوان کے بعد ہوئی۔ اس جنگ میں مسلمانوں کا نقشہ قرآن مجید میں نازل ہوا ہے اور اہل علم حضرات اس سے بخوبی واقف ہیں۔ لہذا ہم اس جنگ کے حالات کی طرف رجوع کرتے ہیں، مذہب اہلسنت کی سب سے بڑی اور معتمد کتاب جسے بعد از کلام خدا کا مقام حاصل ہے میں امام بخاری صاحب نقل کرتے ہیں کہ۔

حنین میں فرار

"ابوقتادہ سے مروی ہے کہ (روز حنین) مسلمان پسپا ہو کر بھاگے تو میں بھی ان کے ساتھ بھاگا۔ دیکھتا ہوں کہ عمر بن خطاب بھی ان بھاگنے والوں میں ہیں۔"

(صحیح بخاری. کتاب المغازی باب قول اللہ تعالیٰ یوم حنین اذا اعجبتکم کثرتکم جز ثالث صفحہ ۴۵)

جنگِ حنین میں ثابت قدم افراد

مشہور علامہ اہلسنت ملا علی متقی حسام الدین ان لوگوں کے نام لکھتے ہیں جو جنگ حنین میں رسول اللہ کے ساتھ ثابت قدم رہے وہ جنگ حنین کے دن حضورؐ کے ساتھ جو لوگ رہ گئے وہ یہ تھے۔ (۱) عباس (عم رسولؐ) (۲) علی بن ابی طالب (۳) ابو سفیان بن حارث (۴) عقیل بن ابو طالب۔ (۵) عبد اللہ بن زبیر بن عبد المطلب (۶) زبیر بن عوام (۷) اسامہ بن زید۔

(باقی سب فرار ہو گئے) انس سے مروی ہے کہ روز حنین آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اب آتش حرب تیز ہو گئی ہے۔ اور اس دن علی بن ابیطالب نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کی حضوری میں نہایت شدید قتال کیا۔

(کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۳۰۴ حدیث ۵۵۹۷، ۵۵۹۸)

اسی طرح کی کثیر تعداد روایات کتب اہلسنت میں مرقوم ہیں کہ وہ لوگ جن کو مسلمان آسمانِ اسلام کا آفتاب و ماہتاب اعتقاد کرتے ہیں۔ اسلام کی آزمائشی گھڑی میں بانی اسلام کا ساتھ چھوڑ کر فرار ہو گئے اگر ثابت قدم رہنے والے افراد اُس وقت نصرتِ دین نہ کرتے تو پھر اسلام کہاں ہوتا یہ نکتہ محتاجِ غور و فکر ہے۔ اس حقیقت سے انحراف نہیں کیا جا سکتا ہے کہ جہاد سے فرار ضعف ایمان کی علامت ہوتا ہے اور ثابت قدمی کمال ایمان کی دلیل ہے عقل سلیم مجبور ہے کہ فیصلہ کرے کہ ناصر اسلام وہی ہستی ہو گی جو مصیبت جہاد کے وقت رسول کریمؐ کے پہلو بہ پہلو ڈٹی رہی اور بھاگنے والوں کا خیال نہ کیا۔ اگر غزوات و سرایا میں اسلام کی سلطنت کو استحکام نہ ہوتا تو پھر ایسا موقع ہی پیدا نہ ہوتا کہ لوگ ادھر اُدھر کے ممالک فتح کرتے اسلامی جہاد سے حاصل کی گئی حقیقی فتوحات آج بھی ہمارا سرمایۂ افتخار ہیں۔ اور غیر اسلامی فتوحات نے ہمارے گلے میں یہ تختی لٹکا دی ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔

آڑا وقت

انگریزی ضرب المثل ہے کہ "ADVERSY TRIES FRIENDS" کہ اڑے اوقات احباب واصحاب کی آزمائش ہوتے ہیں اسلام کے دوستوں کی شناخت کرتے ہوئے جب ہم اس قاعدہ کے مطابق پڑتال کرتے ہیں تو نام نہاد فاتحین کے کردار اس معیار پر پورے نہیں اترتے ہیں۔

پس چونکہ دین میں ناجائز فتوحات ارضی کوئی کارنامہ ہی نہیں ہے بلکہ عدل و انصاف کے خلاف فساد فی الارض ہے اس لئے اس کو خوبی سمجھنا اور کسی فضیلت کا معیار خیال کرنا شرع محمدیہ کے خلاف ہے۔

تنخواہ قرضیہ

صرف ایک بات کی جانب توجہ مبذول کراتے ہوئے ہم اس کتاب کے حصہ اوّل کو ختم کرتے ہیں کہ جہاد ایک رکن اسلام ہے جس طرح نماز، روزہ وغیرہ ہیں ایسے ہر صاحب استطاعت مرد پر واجب کیا گیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا کوئی نمازی نماز پڑھنے کی اُجرت یا تنخواہ لینا اپنا حق سمجھتا ہے یا کوئی روزہ دار روزے رکھنے کا معاوضہ طلب کر سکتا ہے، اسی طرح زکواۃ و خمس کی ادائیگی پر کمیشن کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ یا حج کرنے کے لئے کسی رقم کی وصولی کا مجاز ہے۔ یقیناً نہیں ہے۔ پس پھر جہاد کرنے والے مجاہد کے لئے ماہانہ تنخواہ وصول کرنا کس شرعی اصول کے مطابق ضروری ہے؟ اس امر پر مختصراً گفتگو ہم نے کتاب "صرف ایک راستہ" میں کی ہے اور اس کتاب کے حصہ دوئم میں تنخواہ دار فوج پر مفصل بحث کر کے ثابت کریں گے کہ اسلام بلاوجہ ارضی فتوحات کا کسی صورت سے بھی حامی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا جہاد بالسیف انتہائی محتاط و معقول ہے۔

الغرض ہم نے فروع دین کی روشنی میں ثابت کیا کہ اہل سنت والجماعۃ کے رائج مذہب میں تمام اصول و قواعد و قوانین و ضوابط کا منبع و مخرج صرف ایک کلیہ ہے وہ یہ کہ دین کو قرآن مجید اور سنت محمدیہ کے مطابق نہیں بلکہ حکومت کے قطع و برید و تراشیم کی روشنی میں تسلیم کیا جائے اور بادشاہوں

کے وضع کردہ اصولوں اور ضابطوں کو من وعن مان لیا جائے کیونکہ کسی بھی صحبت یافتہ پیغمبرؐ صاحب پر تنقید کرنا درست نہیں ہے۔ لیکن چونکہ یہی کلیہ آمریت و استبدادیت کی بنیاد ہوتا ہے لہذا عقلاً قابلِ قبول نہیں شارع علیہ السلام کے نظام و احکام کو نظرانداز کرکے کوئی بھی نیا نظام روشناس ہوگا۔ تو وہ خرابیوں اور کشمکشوں کے سوا کچھ بھی ہمیں نہ دے سکے گا۔

اس کے برعکس مذہب شیعہ میں کتاب خدا اور سنت رسولؐ کی پیروی اشد ضروری ہے۔ کسی اُمتی کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔ ان کے علاوہ تیسری شئے کو باعث ہدایت سمجھے اسی لئے اہل سنت کی تعریف جناب رسول مقبولؐ نے ان الفاظ میں فرمائی۔

"اَلاَ وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَی السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ"

جس کی موت محبت آلِ محمدؐ میں واقع ہوگی" اسکی موت میرے طریقے وجماعت پر ہوگی"۔

(تفسیر ابن عربی جلد ۲ صفحہ ۲۱۲ تفسیر روح البیان جلد ۴ صفحہ ۱۰۴ تفسیرِ کبیر جلد ۷ صفحہ ۳۹۰ نزہتہ المجالس جلد ۲ صفحہ ۲۲۲ وغیرہ)

پس اہل سنت ہونے کا دعویٰ اُسی وقت درست ہوگا۔ جب عملاً محبت آل محمدؐ تادمِ وفات قائم رہے۔ معیارِ محبت یہ ہے کہ محبوب کے دشمن سے لاتعلق رہے۔ چونکہ مذہب شیعہ میں آلِ محمدؐ کی محبت عملاً واجب ہے اور مذہب شعنیہ نے اس محبت کو ضروری نہیں سمجھا ہے اس لیئے بقولِ رسولؐ اصل سُنت کے پیروکاران وہی ہیں جو مذہب آلِ محمدؐ پر قائم ہیں۔ جبکہ مذہب اہل سنتہ والجماعت میں محض زبانی کلامی دعویٰ محبت اہل بیت موجود ہے حالانکہ عملاً وہ شمر جیسے قاتل وملعون شخص سے تو روایت لے لیتے ہیں۔ لیکن آل محمدؐ سے ہدایات لینا گوارہ نہیں کرتے ہیں۔ پس ہم اس تنبیہہ پیغمبرؐ پر التماس دعا کرتے ہیں۔

امام الانبیاء سید المرسلینؐ دشمنِ آلِ محمدؐ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں "جو بغضِ آلِ محمدؐ میں مرے گا اس کی آنکھوں کے درمیان لکھ دیا جائیگا۔ کہ یہ

لوگ اللہ کی رحمت سے دور ہیں اور قیامت کے دن ان کو رحمت الٰہی سے مایوس کر دیا جائے گا۔

جو لوگ بغض آل محمدؐ میں مرتے ہیں کافر کی موت مرتے ہیں۔ انہیں جنت کی خوشبو سے محروم کر دیا جائے گا۔

(تفسیر ابن عربی جلد ۲ صفحہ ۲۱۲)

سُنّی مذہب کیوں چھوڑا؟

پس سایۂ رحمت پروردگار پانے، مایوسی سے بچنے، حالت ایمان میں فوت ہونے، موت کفر سے محفوظ رہنے، اور جنت کی خوشبو سے معطر ہونے کا واحد طریقہ یہی ہے کہ تادم وفات محبت آل محمدؐ پر قائم رہا جائے۔ مذاہب اسلامیہ میں یہ شرف صرف مذہب شیعہ کو حاصل ہے کہ مذہب آل محمدؐ ہے لہٰذا میرے لیئے عاقبت اندیشی کا یہی صحیح راستہ تھا کہ اس مذہب کو قبول کر لوں اور مذہب مخالف کو ترک کر دوں۔

والسلام

طالب دعا،
عبدالکریم مشتاق

8/11/6/ج۔ ناظم آباد کراچی ۱۸

مذہب سُنیہ پر ہزار سوال

قارئین کرام! جب بھی کوئی مذہب معرض وجود میں آتا ہے تو سب سے پہلے بانی مذہب کی شخصیت و کردار اور اس کا بنیادی نظریہ دنیا کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اسی لیئے ظہورِ اسلام سے قبل حضورؐ کو چالیس سال خاموش زندگی گذارنے کا حکم ہوا تا کہ اپنے اخلاق و کردار و شخصیت کا لوہا منوائیں یہی وجہ ہے کہ مخالفین نے اگرچہ آپؐ کو رسولؐ تسلیم نہ کیا تاہم آپ کی صداقت و امانت سے کسی نے انکار نہ کیا۔ اور نہ ہی اسلام کے عقیدۂ وجودِ خداوندی سے انحراف ہوا۔

اسی طرح کسی مذہب کی حقانیت و سچائی کیلئے ضروری ہے۔ کہ اس مذہب کے "اصول" ایک طرف تو کتاب مذہب اور بانی مذہب کے اقوال سے صحیح ثابت ہوں۔ اور دوسری جانب عام انسانی شعور و دانش ان اصول کو قبول کرتے ہوں چنانچہ ہم نے اپنی کتاب "اصول دین" میں یہ ثابت کیا ہے۔ کہ مذہب امامیہ اثنا عشریہ کے اصولِ خمسہ نہ صرف قرآن و حدیث سے ثابت ہیں بلکہ اسکے تمام عقائد وارکان بمطابق عقل و فطرتِ انسانیہ ہیں۔ اسی طرح کتاب ہذا میں آپ نے مطالعہ فرمایا کہ مذہب جعفریہ کے "فروعِ دین" بھی عین مطابقِ فطرت و سنت و قرآن ہیں۔ اور یہ ایک ایسی امتیازی خصوصیت ہے۔ جو سوائے مذہب امامیہ اثنا عشریہ کے اسلام کے کسی بھی دوسرے مسلک کو حاصل نہیں ہے۔

محترم ناظرین! اگر آپ آزاد ذہن ہو کر اور جنبہ داری سے پرہیز کر کے غور فرمائیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ غلط و صحیح، مہمل و مکمل اور حق و باطل میں بخوبی شناخت نہ کر سکیں۔ جب ہم غیر شیعہ حضرات کی مستند و معتبر مذہبی و تاریخی کتب کا سرسری مطالعہ کرتے ہیں اور غیر شیعہ مسلمانوں کے عقائد وارکان کی پڑتال قرآن و سنت و فطرت کی روشنی میں کرتے ہیں۔ یہ حقیقت از خود نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔

کہ جو باتیں اور کاروائیاں غیر شیعہ مذاہب میں موجود ہے۔ وہ نہ ہی قرآن مجید سے مطابقت رکھتی ہیں اور نہ ہی سُنتِ نبوی سے۔ اسی طرح عقل و فطرت اور مشاہدہ تو ایسے رکیک بلکہ تشنیع اُمور کی مذمت کئے بغیر نہیں رہتے۔

چنانچہ حق و باطل میں فرق نمایاں کرنے کی خاطر، راستی و کجی میں راہ پہچان کی نشاندہی کیلئے ہم نے مندرجہ ذیل ایک ہزار سوالات کی فہرست ہدیۂ ناظرین کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اگر تعصب اور آبائی عقیدت کے دلی لگاؤ کے چشمے اُتار کر بنظرِ انصاف ان سوالات کے جوابات کی مدد سے مخالفین اپنے مذہب کی جانچ پرکھ فرمانے کی زحمت گوارہ کریں تو انشاء اللہ راہِ نجات پر آنے کیلئے اور کسی بھی ثبوت کی ضرورت درپیش نہ آئے گی۔

سائل کو یقین ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات کے صحیح جوابات فریقِ مخالف کے مذہب کو سبوتاژ کرنے کے لئے کافی وافی ہیں۔

عقیدۂ توحید مسلمانوں کا مشترکہ عقیدہ ہے۔ اور ہر فرقہ اسے اصل دین تسلیم کرتا ہے۔ لیکن میرا یہ دعویٰ ہے۔ جسطرح معقول عقیدۂ توحید مذہب آلِ محمدؐ میں تعلیم کیا گیا ہے کسی دوسرے مذہب نے ایسی تعلیم پیش نہیں کی ہے۔ در اصل اگر صرف عقیدہ توحید ہی پر حق و باطل کا انحصار قائم کر لیا جائے اور سُنّی توحید کو زیرِ بحث لایا جائے تو مذہب سنیہ کا یہی عقیدہ اسکے باطل ہونے کا ناقابلِ تردید ثبوت ہے۔ چنانچہ ہم سوالات کی ابتدا اسی بنیادی عقیدہ پر کر کے احباب کو دعوتِ غور و فکر دیتے ہیں۔ کہ مذہب شیعہ میں ایمان باللہ کا اعتقاد معقول ہے یا دیگر مذاہب نے خدا کو اس کے شایانِ شان اپنا معبود مانا ہے۔

سوال ۱:۔ اگر کسی بادشاہ کو اس کے شاہی اختیارات سے الگ کر دیا جائے تو بادشاہ کی حیثیت کیا ہو گی؟

سوال ۲:۔ کیا کٹھ پتلی بادشاہ مستحسن سربراہ ہو سکتا ہے؟

سوال ۳:۔ خداوندِ عظیم سب شہنشاہوں کا شہنشاہ ہے۔ اگر اس کے اختیارات

جنہیں مذہبی زبان میں "صفات" کہتے ہیں۔ اس سے جُدا سمجھے جائیں تو بتائیے بے صفت یا بے اختیار خدا کٹھ پُتلی حکمران کے برابر ہو گیا یا نہیں۔؟

سوال ۴۔ مذہب شیعہ کے مطابق صفاتِ خداوندی ذاتِ الٰہی سے جُدا نہیں بلکہ عین ذات مانی جاتی ہیں۔ لیکن آپ کے مذہب میں صفات الگ مانی جاتی ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کے اعتقاد کے مطابق یا تو خدا ایسا بھی تھا کہ اس میں صفات موجود نہیں تھیں اور بعد میں ضرورت کے تحت وہ صفات سے متصف ہوتا رہا یعنی اسکی کنہ ذات میں تبدیلیاں رونما ہوتی رہیں یا پھر یہ کہ ابھی تک صفات کوئی الگ شے ہے اور خدا کی ذات کوئی دوسری چیز ہے وضاحت فرمائیں ان دونوں باتوں میں سے آپ کس بات کے قائل ہیں؟

سوال ۵۔ اگر جواب ہو کہ خدا رفتہ رفتہ صفات سے متصف ہوتا رہا۔ اس کے کیفیات و حالات میں تبدیلیاں رونما ہوتی رہیں تو اس کے دو نتائج اخذ ہوئے ایک تو یہ کہ وہ عاجز ٹھہرا۔ اور بعد پیدائش صفت کے اس کا عجز دور ہوا۔ اور دوسرا یہ کہ حادث ہوا یعنی متغیر ہو گیا۔

فرمائیے آپ اپنے خدا کیلئے عاجز ہونا اور حادث ہونا پسند فرمائیں گے۔؟

سوال ۶۔ اگر آپ توحیدِ خداوندی کے قائل ہیں۔ اور اُسے واحد و احد تسلیم کرتے ہیں تو فرمائیے وہ قدیم ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۷۔ اگر قدیم ہے تو "لاشریک" قدیم ہے یا اس کے ساتھ کوئی اور شے بھی قدیم ہے؟

سوال نمبر ۸۔ آپ کے عقائد کے مطابق اس کی صفات بھی قدیم ہے۔ اگر صفات بھی قدیم ہیں۔ تو پھر وہ ذات "لاشریک" کسطرح ہوئی۔؟

سوال نمبر ۹۔ اگر قوی شخص سے قوت جُدا کی جائے تو وہ شخص قوی ہو گا یا غیر قوی؟

سوال نمبر ۱۰۔ اگر ذاتِ خدا سے اس کے صفات کو الگ اعتقاد کیا جائے تو اس کی ذات کو خالی از صفات یعنی بے قدرت سمجھنا ہے۔ اور اگر صفات کو بھی اس کے ساتھ قدیم مان لیا جائے تو اس کی ذات کے ساتھ کسی دوسری قوت

وقدرت کو شریک ٹھہرایا ہے۔ بتائیے آپ کے اس عقیدۂ باطل سے شرک وکفر خداوندی ثابت ہوتا ہے یا کہ نہیں؟

سوال نمبر ۱۱:- اگر کوئی شخص ایک کام کرنے کا حکم اپنی مرضی سے دے اور بعد میں اس حکم کے بجالانے والے کو سزا دے تو کیا وہ حاکم خطاوار ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۱۲:- اگر خطاوار ہے تو پھر کیا ایسی خطا کا سزاوار ذاتِ خدا کو تصور کر سکتے ہیں جب کہ آپ کا اعتقاد یہ ہے کہ نفع وضرر، خیر وشر موافق قضا وقدرِ خداوندِ عالم کے ہے؟

سوال نمبر ۱۳:- عقلاً جواب دیجیئے جس مذہب میں خدا اس قدر ظالم ہو کہ خود ہی برائی کرنے پر راضی ہو۔ اور برائی کی سزا بھی خود دے۔ ایسا خدا کس طرح قابلِ قبول ہوگا؟ کیا اس عقیدے پر یہ مثال صادر نہیں آتی کہ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے!

سوال نمبر ۱۴:- اگر سُنی اعتقاد بالفرضِ محال درست مان لیا جائے کہ خیر وشر قضا وقدر سے ہے مگر شر دریعنی بدکاریاں بے رضا حکم قضا وقدر ذاتِ خدا سے ہیں تو فرمائیے۔ کیا خدا کو عجز یا خوف درپیش ہے کہ ایسی (معاذاللہ) ریاکاری پر مجبور ہے؟

سوال نمبر ۱۵:- اگر عاجز، خوف زدہ یا مجبور ہے تو پھر خدا کیوں کر ہوا؟

سوال نمبر ۱۶:- مذہب ابلیسِ ملعون یہ ہے کہ "رب بما اغویتنی" یعنی پالنے والے تو نے خود ہی مجھے بہکایا ہے۔ کیا مذہب سنیہ کا یہ عقیدہ کہ نیکی وبدی سب خدا کی رضا سے ہے اتباعِ شیطان نہیں ہے۔؟

سوال نمبر ۱۷:- اگر بندۂ فاعل اپنے افعال کا مختار نہیں ہے تو پھر اختیاری افعال اس سے حسبِ مرضی وخواہش کسطرح سرزد ہوتے ہیں؟

(مثلاً یہ کہ نبض کا چلنا ہماری مرضی پر منحصر نہیں اور حرکتِ قلب میں ہمارا اختیار نہیں ہے)

سوال نمبر ۱۸:- اگر انسان کے ہر کام کا ذمہ دار اللہ ہے تو سزا و جزا کیونکر معقول ہو سکتی ہے؟
سوال نمبر ۱۹:- "وما ربک بظلام للعبید" کہ تیرا خدا ظلم کرنے والا نہیں ہے۔
جواب دیجیئے جو مذہب خدا کو ظالم ثابت کرے وہ کس طرح خدا اور رسولؐ کا حقیقی مذہب اور عقل و فطرت کے مطابق دین ہو گا؟
سوال نمبر ۲۰:- دورِ موجود میں بجلی ایک بہت بڑی قوت ہے۔ اس کے استعمال سے بڑے بڑے تعمیری و تخریبی کام لئے جا رہے ہیں۔ فرمایئے کسی شخص نے بجلی کو دیکھا ہے؟ اگر نہیں دیکھا ہے تو معلوم ہوا کہ قوت باوجود کے نظر بھی آئے تو اس سے انکار کرنا حقیقت کے خلاف امر ہے پھر دیدارِ خداوندی کیوں ضروری ہے؟
سوال نمبر ۲۱:- آپ عدل کو پسند کرتے یا ظلم کو؟
سوال نمبر ۲۲:- رسولِ خدا نے عدل کی تعلیم دی یا ظلم کی؟
سوال نمبر ۲۳:- خدا کو عادل ماننا اچھا عقیدہ ہے یا ظالم؟
سوال نمبر ۲۴:- اگر خدا ظالم ہو سکتا ہے تو مخلوق کو ظلم کرنے سے کیوں روکتا ہے؟
سوال نمبر ۲۵:- مذہب امامیہ کی اصل "عدل" پر آپ کو کیا معقول اعتراض ہے۔ اور کس دلیل سے آپ خلاف عدل عقیدہ کو ثابت کرتے ہیں؟
سوال نمبر ۲۶:- آپ کے ہاں مشہور ہے کہ خدا ابر میں زمین پر اترتا ہے۔ فرمایئے اُسے اوپر سے نیچے اترنے کی کیا ضرورت محسوس ہوتی ہے؟
سوال نمبر ۲۷:- جب وہ ذات ہر جگہ موجود ہے، ہر شے دیکھتی اور سنتی ہے تمام امور سے باخبر ہے تو پھر ایسی زحمت اٹھانے کی کیا ضرورت ہے؟
سوال نمبر ۲۸:- ذات باری تعالیٰ "لا محدود" ہے یا کہ نہیں؟
سوال نمبر ۲۹:- اگر لامحدود ہے تو ہر مجسم شے محدود ہو گی لہٰذا ضروری ہوا کہ خدا مجسم نہیں ہے۔ بتایئے پھر آپ خدا کو مجسم مان کر اسکو محدود کیوں سمجھتے ہیں؟
سوال نمبر ۳۰:- اگر آپ کا عقیدہ ہے کہ اللہ محدود ہے تو اس کی حدود کی وضاحت فرمائیں؟

سوال نمبر ۳۱:۔ آپ کا مذہب انسان کی مادی ضروریات کو اہمیت دیتا ہے یا روحانی اقدار کو؟

سوال نمبر ۳۲:۔ اگر دونوں اعتبار سے آپ کا مذہب راہِ کامرانی کا ضامن ہونے کا دعویدار ہے تو بتائیے حامل اقتدار و کثرت افراد کے باوجود مسلمان مادی ترقی کیوں نہ کر سکے؟

سوال نمبر ۳۳:۔ اگر وجہ بداعمال ہیں تو ترقی یافتہ اقوام کے کردار تو مسلمانوں سے کہیں زیادہ بُرے ہیں پھر وہ بداعمالی و مذہب سے لاپرواہی کے باوجود مادی لحاظ سے خوشحال کیوں ہیں؟

سوال نمبر ۳۴:۔ آپ کے مذہب کی بنیاد اقوال اصحاب ہیں جنکا آپس میں مختلف رائے ہونا ثابت ہے اور بقول آپ کے ان کا اپنا اپنا اجتہاد تھا۔ جب آپ کے ہادیوں کی ایک رائے نہیں ہے تو یک جہتی کی ضمانت کس طرح دی جا سکتی ہے؟ جب کہ صراطِ مستقیم صرف ایک راستہ ہے۔

سوال نمبر ۳۵:۔ آپ کے مذہب کے اصولِ دین کا حقیقی معیار کیا ہے۔؟

سوال نمبر ۳۶:۔ آپ کا اعتراض ہے کہ قرآن میں ایمان با عدل کا حکم نہیں دیا گیا ہے لہذا اسے اصولِ دین میں داخل سمجھنا ضروری نہیں ہے۔ لیکن میرا یہ دعویٰ ہے قرآن میں ایک بھی جگہ ایمان بتوحید اللہ کی دعوت نہیں دی گئی کیا مذہبِ سُنیہ میں توحید بھی اصل دین نہ ہوگی؟

سوال نمبر ۳۷:۔ عقلاً جواب دیجئے کہ بعد از رسولؐ و تکمیل شریعت کسی ہادی و رہبر کی ضرورت ہوگی یا نہیں کہ وہ دین و شریعت کی تعلیم دے اور تنازعات میں اس کی حیثیت مرکزی ہادی کی ہو؟

سوال نمبر ۳۸:۔ ایسا ہادی منصوص بہتر ہوگا یا غیر منصوص؟

سوال نمبر ۳۹:۔ اگر ہادی کی ضرورت ہی نہیں ہے تو اختلافات کس طرح مٹائے جائیں؟

سوال نمبر ۴۰:۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

پسندیدہ قاریوں میں سے تھے۔ آپؓ مسجد قبا میں مہاجرین اوّلین کے بھی امام مانے گئے ہیں۔ اور آپ کی کتب سے ثابت ہے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر جیسے بزرگ بھی ان کے مقتدی تھے (بصیر، رسول پاک نمبر ۲ ص ۶۲) بتایئے اگر اقتداء شرط فضیلت ہے تو پھر حضرت سالمؓ کو آپ حضرات ابوبکر و عمر سے افضل کیوں تسلیم نہیں کرتے؟

سوال نمبر ۴۱:۔ آپ کے ہاں روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے زید رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا "اے وہ لوگو جو اس وقت موجود ہو تم سب گواہ رہو کہ زید میرا بیٹا ہے۔ وہ میرا وارث ہوگا اور میں اس کا وارث ہوں گا" (غلامانِ اسلام) جواب دیجیئے! جب آپ کے خیال میں نبیؐ کا وارث ہی کوئی نہیں ہوتا تو پھر حضورؐ نے ایسا ارشاد گواہی کے حکم کے ساتھ کیوں کیا؟

سوال نمبر ۴۲:۔ حضرت ام المومنین عائشہ کا مشہور قول ہے کہ "لو کان زید حیا ما استخلف رسول اللہ غیرہ" یعنی اگر زید زندہ ہوتے تو حضورؐ کسی کو اپنا جانشین مقرر نہ فرماتے سوائے ان کے۔ (بصیر ص ۶۳)
جواب دیں کہ جب خلافت کا امر انہی کے سپرد تھا تو پھر آنحضرتؐ کا ایسی خواہش کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟

سوال نمبر ۴۳:۔ جیش اسامہ میں آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو اسامہ بن زید کا ماتحت مقرر فرمایا بعض لوگوں کو اسامہ کی تقرری پر اعتراض ہوا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا تم لوگ پہلے زید کی سرداری پر طعن و طنز کر چکے ہو حالانکہ وہ اس کا اہل تھا اور اب اسامہ سردار بنایا گیا اور وہ اس کا اہل ہے"
فرمایئے اگر حضورؐ اسامہ کو کم سن ہوتے کے باوجود حضرات شیخین کا سردار و امیر مقرر فرما رہے تھے تو پھر آپ حضرات خلاف سنت حضرت علیؑ کے بارے میں ایسا خیال کیوں کرتے ہیں کہ وہ نوجوان تھے لہٰذا صحابہ نے ان کو اہل خلافت نہ سمجھا؟ کیا صحابہ کا یہ خیال سنت کے خلاف تھا یا نہیں؟

سوال نمبر ۴۴:۔ جب موجودگیٔ رسولؐ میں اصحاب نے آنحضرتؐ کے مقرر کردہ امیر لشکر کی تقرری پر اعتراض کیا حالانکہ حکم خدا ہے کہ جو رسولؐ دے دے لے لو جس سے روکے رُک جاؤ تو پھر بعد از رسولؐ اصحاب کا خلافِ منشاء رسولؐ عمل کرنا آپ کس بُنیاد پر ناممکن سمجھتے ہیں؟

سوال نمبر ۴۵:۔ مذہب سُنیہ میں شفاعتِ کبریٰ سے کیا مُراد ہے۔؟

سوال نمبر ۴۶:۔ نبیؑ کی دُعا مقبول ہے یا عام اُمتی کی؟

سوال نمبر ۴۷:۔ جو مذہب اپنے نبی کو اُمت کی سفارش کا محتاج تصوّر کرے وہ کس طرح معقول ہو سکتا ہے؟

سوال نمبر ۴۸:۔ آپ کے ہاں روایت ہے۔ کہ حضورؐ نے ہر مسلمان کو حکم دیا ہے۔ کہ اذان سننے کے بعد اللہ تعالیٰ سے میرے لئے اس مقام (مقامِ محمود) کے واسطے دُعا کرے۔ فرمائیے جب خدا تعالیٰ نے خود قرآن میں آنحضرتؐ کو یہ مقام عطا کر دیا ہے کہ "عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً" یعنی عنقریب آپؐ کا ربّ آپ کو مقامِ محمود پر فائز کریگا (یعنی آپ کو شفیع المذنبین کا مرتبہ عطا کریگا) تو پھر حضورؐ کو امت کی سفارش و احتیاج کی کیا ضرورت پیش آ گئی؟

سوال نمبر ۴۹:۔ کیا معاذ اللہ آپؐ کو وعدۂ خداوندی پر اعتبار نہ تھا؟

سوال نمبر ۵۰:۔ جس مذہب میں مقامِ شفیع المذنبین یہ ہے کہ بشارتِ الٰہی کے باوجود دُعائے اُمت کا محتاج ہے تو پھر ایسی شفاعت کا کیا بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟

سوال نمبر ۵۱:۔ آپ کی صحیحین (بخاری و مسلم) میں طویل روایت ہے کہ قیامت کے ہولناک میدان میں لوگوں کو ایک شفیع کی تلاش ہو گی۔ لوگ اوّلاً حضرت آدمؑ کے پاس جائیں گے اور شفاعت کی درخواست کریں گے مگر آپ لوگوں کو حضرت نوحؑ کے پاس بھیج دیں گے۔ اسی طرح نوحؑ جناب

ابراہیمؑ کے پاس جانے کا مشورہ دیں گے حضرت خلیلؑ لوگوں کو موسیٰؑ کے پاس چلے جانے کی رائے کا اظہار فرمائیں گے حضرت موسیٰؑ یہ معاملہ جناب عیسیٰؑ کی طرف لوٹا دیں گے اور حضرت عیسیٰؑ ابن مریم علیہ السلام خاتم الانبیاء حضرت رسالتمآبؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کا حکم دیں گے پھر حضورؐ شفاعت کی اجازت بارگاہ خداوندی سے حاصل کر کے سجدہ ریز ہوں گے اور شفاعت فرمائیں گے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰ علیہم السلام انبیاءؑ ہونے کے باوجود حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو شفیع نہیں مانتے ہیں؟ اگر مانتے ہیں تو پھر بات کو ایک سے دوسرے صاحب پر ٹال کر لوگوں کو خامخواہ در در پر کیوں بھیجتے ہیں اور براہِ راست حضورؐ کی بارگاہِ عالیہ میں حاضر ہونے کا حکم کیوں نہیں دیتے؟

سوال نمبر ۵۲:۔ البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۲ صـ۲۰۵ میں ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے حضرات علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، اور حسینؑ کی طرف دیکھ کر فرمایا "ہماری اس سے لڑائی ہے جو ان سے لڑے گا اور اس سے صلح ہے جو ان سے صلح رکھے گا"

جواب دیجئے کیا اُمت کیلئے اتباع کا یہ تقاضا ہے کہ نہیں کہ جن سے حضورؐ کی لڑائی ہو ان سے لڑائی رکھیں اور جن سے صلح ہو ان سے صلح؟

سوال نمبر ۵۳:۔ اگر سچی اتباع ایسی ہی ہے تو پھر جنہوں نے پنجتن پاک سے لڑائی کی وہ رسولؐ کے دوست کیوں کر ہوئے؟

سوال نمبر ۵۴:۔ ترمذی شریف جلد نمبر ۲ صـ۲۲۱، ۲۲۷ میں ہے کہ حضورؐ سب سے زیادہ محبت علیؑ و فاطمہؑ سے رکھتے تھے فرمائیے اگر آپ اہلِ سُنت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو پھر مردوں میں سب سے زیادہ

حضرت علیؑ سے اور عورتوں میں سب سے زیادہ جنابِ سیدہ سے محبت کیوں نہیں رکھتے؟

سوال نمبر ۵۵:۔ سورۂ احزاب میں ہے کہ "ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لھم عذابا مھینا" یعنی بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسولؐ کو اللہ کی لعنت ہے ان پر دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کیلئے عذاب تیار کر رکھا ہے۔

فرمایئے جو شخص رسولؐ کو ایذا دے آپ دنیا میں اس پر لعنت کر کے قرآنِ مجید کی منقولہ آیت پر عمل کرتے ہیں۔؟

سوال نمبر ۵۶:۔ صحیحین میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جس نے فاطمہؑ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ نیز ارشادِ رسول ہے کہ جس نے فاطمہ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور مستدرک میں حدیث رسول ہے کہ فاطمہؑ کے غضبناک ہونے سے خدا غضبناک ہو جاتا ہے اور اس کے راضی ہونے سے خدا راضی ہو جاتا ہے۔

فرمایئے جب امت نے سیدہ طاہرہؑ کو ناراض کیا تو حضورؐ اور خدا غضبناک ہوئے کہ نہیں؟

سوال نمبر ۵۷:۔ بتایئے جب امت بی بی پاکؑ کے والدِ مقدسؐ کا جنازہ بلا دفن چھوڑ کر چلی گئی تو سیدہ خوش ہوئی ہوں گی یا ناراض؟

سوال نمبر ۵۸:۔ جب امت کے نمایاں افراد نے خانہ بتولؑ کو نذرِ آتش کرنے کا قصد کیا تو بی بی پاکؑ راضی ہوئیں یا ناراض؟

(ملاحظہ کیجیے تاریخ الامم والملوک جلد نمبر ۳ ص ۱۹۸ علامہ طبری)

سوال نمبر ۵۹:۔ جب رسولؐ اللہ کی محبوب ترین دخترؑ کا مطالبہ فدک رد کیا گیا تو آپ رنجیدہ ہوئیں یا خوش؟

سوال نمبر ۶۰:۔ جس جس نے علیؑ سے لڑائی لڑی کیا وہ فرمانِ رسولؐ کے مطابق

آنحضرت سے لڑا کہ نہیں؟
سوال نمبر ۶۱:۔ جس نے حسنؑ کو زہر دیا رسولؐ کو اذیت پہنچائی کہ نہیں؟
سوال نمبر ۶۲:۔ جو حسینؑ سے لڑا وہ رسولؐ سے لڑا کہ نہیں؟
سوال نمبر ۶۳:۔ پھر ان سب موذیوں پر لعنت نہ کرنا خدا سے مقابلہ ہوگا کہ نہیں؟
انصاف سے جواب دیں؟
سوال نمبر ۶۴:۔ اصحاب میں سے علیؑ کے علاوہ کوئی صاحب بتائیے جس کے بارے میں ارشادِ رسولؐ ہو کہ "نہیں محبت رکھتا اس سے مگر مومن اور نہیں بغض رکھتا اس سے مگر منافق" مکمل حوالہ درکار ہے۔
سوال نمبر ۶۵:۔ "اے علیؑ تو میرا دنیا اور آخرت میں بھائی ہے"! کسی بھی غیر کیلئے ایسا فرمانِ رسولؐ پیش کیجئے؟
سوال نمبر ۶۶:۔ مشکوٰۃ جلد نمبر ۲ صفحہ ۶۴۴ میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "اے اللہ میں ان دونوں (حسنؑ و حسینؑ) سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر جو ان سے محبت کرتے ہیں"، کیا حضورؐ کی یہ دعا قبول ہوئی؟
سوال نمبر ۶۷:۔ اگر دعا قبول ہوئی تو پھر اللہ شیعوں سے کیوں محبت نہیں کرتا ہے۔؟
سوال نمبر ۶۸:۔ جب اللہ شیعوں سے محبت کرتا ہے تو شیعوں کے دشمنوں سے عداوت رکھتا ہے یا محبت؟
سوال نمبر ۶۹:۔ کیا جو لوگ حسینؑ کو باغی اور مفسد کہتے ہیں۔ وہ حسینؑ سے محبت رکھتے ہیں؟
سوال نمبر ۷۰:۔ ماثبت بالسنۃ صفحہ ۲۱۹ بحوالہ ابن عساکر بی بی عائشہ سے مروی ہے کہ "حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قاتل و ملعون یزید کو برکت نہ دے اس نے میرے پیارے بیٹے حسینؑ کے ساتھ بغاوت کی اور انہیں شہید کیا"، جب آپ کی صدیقہ کی روایت آپ کے حال

مرقوم ہے تو پھر یزید کی صفائی پیشنگوئی رسولؐ کی موجودگی میں کسطرح صحیح ہو سکتی ہے؟

سوال نمبر ۱ ۷ :- جب خود آنحضرتؐ نے یزیدؔ کو قاتل اور ملعون قرار دیا ہے پھر آپ اسے کس طرح قتل کے الزام سے بری اور لعنت سے خارج ثابت کر کے رسولؐ کے قول کی مخالفت کرتے ہیں؟

سوال نمبر ۲ ۷ :- اگر حدیث "مغفور لھم" بغیر یزیدؔ کے نام کے اس کے بخشے ہوئے ہونے کی دلیل بنائی جاسکتی ہے تو یہ حدیث جس میں صاف یزیدؔ کا نام قاتل و ملعون کی حیثیت سے وارد ہوا اس کے دوزخی اور ملعون ہونے کی دلیل کیوں نہیں ہے۔؟

سوال نمبر ۳ ۷ :- جب رسول اللہؐ نے یزیدؔ کو باغی قرار دیا ہے تو پھر آپ اُسے خلیفہ برحق کس طرح کہہ سکتے ہیں۔؟

سوال نمبر ۴ ۷ :- "کتاب اللہ حبل ممدود من السماءِ الی الارض و اعترتی اہل البیتی ولن یتفرقا حتیٰ یرد علی الحوض" مشکوٰۃ مترجم ص ۱ ۷ ۵ جلد نمبر ۱

اس عبارت کا ترجمہ کیجئے اور بتائیے کہ کیا بیوی بھی عترت ہو سکتی ہے؟

سوال نمبر ۵ ۷ :- اگر زوجہ عترت میں داخل ہے تو آیت تطہیر میں بھی ازواجؐ کو داخل سمجھئے اگر نہیں تو پھر شیعوں پر خواہ مخواہ کیوں برستے ہیں کہ وہ ازواج کو اہل بیت سے خارج کرتے ہیں؟

سوال نمبر ۶ ۷ :- جب حسینؑ قرآن کے ساتھ تھے اور یزیدی بھی قرآن پڑھنے والے تھے بتائیے حسینؑ کے قرآن اور یزیدیوں کے قرآن میں کیا فرق تھا؟

سوال نمبر ۷ ۷ :- "و ننزل من القرآن ما ھو شفاءٌ و رحمۃ للمومنین ولا یزید الظلمین الا خسارا" اور ہم قرآن میں جو نازل فرماتے ہیں وہ شفا ہے رحمت ہے مومنین کیلئے (یزیدی) ظالموں کا تو نقصان ہی

نقصان ہے۔ (سورۂ بنی اسرائیل پ ۸۲)

جواب دیجیئے اس آیت میں خداوند کریم نے مومنین کے مقابلے میں کفار کا ذکر کرنے کی بجائے ظالمین کا ذکر "یزید" کے ساتھ کیوں کیا ہے؟

سوال ۷۸:۔ "خسارا" کیوں کہا گیا ہے؟ اور والعصر ان الانسان لفی خسر سے کیا مراد ہے؟

سوال ۷۹:۔ کیا معرکہ کربلا حق و باطل کا معیار ہے کہ نہیں؟

سوال ۸۰:۔ اگر یہ لڑائی محض اقتدار کی خاطر تھی صرف حصول تخت کی حرص میں رونما ہوئی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حیاتِ طیبہ میں شہادتِ حسین کی مظلومیت کی پیشگوئیاں کیوں کیں؟

سوال ۸۱:۔ خاکِ کربلا میں آج بھی یہ تاثر ہے۔ کہ روز عاشورہ اس میں خون گردش کرتا ہے کیا یہ قدرتی نشانی اہل ایمان کیلئے فیصلہ کا نشان محکم نہیں ہے؟

سوال ۸۲:۔ کیا آئمہ اہل بیت میں سے کسی امام نے امام حسین علیہ السلام کی اس قربانی عظیم کو اجتہادی غلطی تصور کیا؟ اگر کیا تو حوالہ مکمل پیش کریں؟

سوال ۸۳:۔ اگر آپ کے چند معتمد دوست آپ کی وفات کے بعد آپ کے خاندان کی ساری جائیداد ہڑپ کرلیں، آپ کے بیٹوں کو قتل کریں اور بیٹیوں کو اذیت پہنچائیں غرضیکہ جس جس فرد سے آپ نے محبت کی اور وہ لوگ آپ کی زندگی میں آپ کے سامنے اُن سے محبت رکھنے کا وعدہ کرتے رہے۔ اُن میں کے ایک ایک محبوب کو ناراض کریں اور نشانہ ستم بنائیں تو انصاف سے بتائیے وہ رفیق وفادار ہونگے یا بے وفا؟

سوال ۸۴:۔ اگر وہ بے وفا ہونگے تو انکی بے وفائی قابلِ مذمت ہوگی یا قابلِ تعریف؟

سوال ۸۵:۔ جب اسلام میں معیارِ فضیلت تقویٰ ہے۔ اور رشتہ داری کوئی معیار نہیں تو صرف صحابیت معیار کیسے ہوا؟

سوال ۸۶:۔ آپ کے ہاں ایسی روایات بھی موجود ہیں کہ حضور نے سیدہ فاطمہ جیسی چہیتی صاحبزادی کو فرمایا کہ "اے فاطمہ یہ مت سمجھنا کہ تم میری بیٹی ہو" بلکہ

تم اپنے اعمال کی ذمہ دار ہو گی تو بتائیے پھر کس مفروضہ پر آپ تمام اصحابِ رسولؐ کو مغفور اور جنتی کہتے ہیں؟

سوال ۸۷:۔ اگر صحابیت کا شرف ہر کسی کے لیے بغیر تقوٰی کے باعثِ نجات ہے۔ تو پھر صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں کتاب الفتن اور کتاب الحوض میں اصحابِ رسولؐ کا دوزخ کی طرف جانا اور حضورؐ کا تعجب فرما کر روکنا کیوں مرقوم ہے؟

سوال ۸۸:۔ آپ کے مذہب میں اجماع اور قیاس کو اہم مقام حاصل ہے مہربانی کر کے وضاحت کیجئے کہ ہدایت وحی کے بعد اس کی ضرورت آپ کے مذہب میں کیوں پیش آ گئی؟

سوال ۸۹:۔ اگر قیاس اور اجماع اتنی ہی اہمیت رکھتے ہیں۔ کہ آپ اُن کو رکنِ شریعت سمجھتے ہیں تو بتائیے قرآنِ مجید میں ایسا حکم کس آیت میں موجود ہے۔ مکمل حوالہ دے کر صرف ترجمہ لکھ دیجئے اور کلامِ وحی میں اپنی رائے مت ملائیے۔؟

سوال ۹۰:۔ جب کسی چیز کو بنانا مقصود ہوتا ہے تو اولاً اُس کا نقشہ یا سانچہ وغیرہ تیار کیا جاتا ہے اور اگر نقشہ یا سانچہ ناقص ہو تو مطلوبہ چیز بھی ناقص بنے گی۔ کیا آپ اس بات سے اتفاق کرتے ہیں؟

سوال ۹۱:۔ اگر آپ اس بات سے متفق ہیں تو بتائیے جب خُدا مخلوق کو اپنے پسندیدہ بندے بنانا چاہتا ہے تو اس نے جو اپنے نمونہ ہائے ہدایت بھیجے وہ بعینہٖ ایسے ہی تھے کہ جس طرح اللہ چاہتا ہے یا کہ اُن میں کوئی عیب و نقص تھا؟

سوال ۹۲:۔ اگر خدا نے خود ہی ہدایت کے سانچے (جن کے قالب میں معاشرہ کو ڈھلنا ہے) غیر معیاری بھیجے تو کیا خاکم بدہن یہ صانع حکیم مطلق کی غلطی ہوئی یا نہیں؟

سوال ۹۳:۔ اگر غلطی ہوئی تو وہ ذاتِ باری خدا نہ رہی اور اگر سانچے صحیح بمطابق منشاء بھیجے تو آپ خدا کے مقرر کردہ ہادیانِ برحق کو تمام نقائص و عیوب سے مبرا کیوں نہیں مانتے؟ کیوں کہتے ہیں نبی سے گناہ ممکن ہے؟

سوال ۹۴:۔ کیا اجماع قیاس یا رائے شماری وغیرہ سے کسی شخص کو نبی بنایا جا سکتا ہے؟

سوال نمبر ۹۵:۔ اگر نہیں تو کیوں جب کہ آپ ان ارکان شریعت کو معیاری واہم سمجھتے ہیں؟

سوال نمبر ۹۶:۔ اگر بنایا جاسکتا ہے تو جواب دیجئے کون سے نبیؑ اس طریق سے منصب نبوّت پر فائز ہوئے؟

سوال نمبر ۹۷:۔ جب عقیدہ سُنیہ کے مطابق نبیؐ عام بشر کی مانند ہوتا ہے اور وہ دور سے کسی کی آواز سننے پر قدرت نہیں رکھتا تو فرمائیے آپ نماز کے تشہد میں "ایھاالنبی" کی ندا سے سلام کیوں پڑھتے ہیں۔؟

سوال نمبر ۹۸:۔ کیا نمازی کا یہ سلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الحقیقت سنتے ہیں یا محض ایک رسمی صیغہ نماز میں عبث طور پر ادا کر دیا جاتا ہے؟

سوال نمبر ۹۹:۔ کیا نماز میں حرکت مشرکانہ آپ کے ہاں جائز ہے؟

سوال نمبر ۱۰۰:۔ اگر ناجائز ہے تو پھر عام زندگی میں "یارسول اللہؐ" کہہ کر حضورؐ کو ندا دینا کیسے شرک ہوگا؟ جواب دیجئے کہ تشہد میں قصداً حضور پر سلام پڑھے بغیر آپ کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۱۰۱:۔ عقیدہ شیعہ یہ ہے کہ تمام انبیاء از آدمؑ تا خاتمؐ با عصمت ہیں اور ان سے کوئی گناہ قصداً یا سہواً سرزد نہ ہوا لیکن آپ کو اس سے اختلاف ہے اب بتائیے عقل بے گناہ و پارسا کی اطاعت کرنے پر فیصلہ صادر کرے گی یا گناہ گار و خاطی کا مطیع ہونے پر آمادہ کرے گی؟

سوال نمبر ۱۰۲:۔ آپ کے بقول حضرت آدم سے گناہ سرزد ہوا اور انہیں جنت سے نکالا گیا۔ جواب دیجئے گناہ جنت میں سرزد ہوا یا کرۂ ارض پر؟

سوال نمبر ۱۰۳:۔ بتائیے حضرت نوحؑ علیہ السلام کو اپنے بیٹے کے کافر ہونے کا علم تھا؟

سوال نمبر ۱۰۴:۔ صحیح بخاری جلد ۲ ص ۶۸ حدیث نمبر ۵۵ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین جھوٹ بولے۔ کیا جھوٹا نبی واجب الاتباع ہو سکتا ہے؟

سوال نمبر ۱۰۵:۔ آپ کے نزدیک گریہ و بکا منافی صبر ہے جبکہ یعقوب علیہ السلام کی

آنکھیں فراق یوسفؑ کے حزن و ملال میں سفید ہو گئیں اس کے باوجود ان کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے یعقوبؑ نے صبر جمیل کیا۔ فرمائیے گریہ زاری عین صبر کیوں قرار دی گئی ؟

سوال نمبر ۱۰۶:۔ آپ کے ہاں کہا گیا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے بی بی زلیخا کی جانب قصد کیا لہذا گنہگار ہوئے (معاذ اللہ) کیا وقوع فعل سے قبل کسی کو مجرم قرار دیا جا سکتا ہے؟

نیز یہ کہ اسکا آپکے پاس کیا ثبوت ہے وہ قصد بجانب عصیان تھا یا بغرض حفاظت؟

سوال نمبر ۱۰۷:۔ آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ (معاذ اللہ) حضرت ایوب علیہ السلام کو جو امراض ہوئے اُن کے گناہوں کی سزا کا نتیجہ تھے وہ چند گناہ بتا دیجئے جو معاذ اللہ ایوب علیہ السلام نے کئے ؟

سوال نمبر ۱۰۸:۔ بخاری شریف جلد ۲ پ ۱۳ حدیث نمبر ۶۹۹ میں ہے حضرت موسیٰؑ نے ملک الموت کی آنکھ پھوڑ دی بتائیے فرشتے نے کیا خطا کی تھی ؟

سوال نمبر ۱۰۹:۔ آپ کے مذہب کے مطابق تمام اولالعزم انبیاء گناہ گار ہیں جیسا کہ صحیح بخاری جلد ۲ پ ۱۹ ص ۲۲۶ حدیث نمبر ۱۹۲۲ سے ظاہر ہے کہ تمام انبیاء روز قیامت اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے۔ جب نبی گناہ گار ہوئے تو وہ امت کو گناہوں سے بچنے کی تبلیغ کیوں کرتے رہے ؟ یہ مسئلہ وضاحت سے بیان کر دیجئے ؟

سوال نمبر ۱۱۰: صحیح بخاری جلد اوّل پ ۲ ص ۱۳۱ حدیث نمبر ۲۹۳ کہ ہے کہ ایک نبی نے چیونٹیوں کا گھر جلا دیا۔ فرمائیے کیوں ؟

سوال نمبر ۱۱۱:۔ جب ہم آپکے مذہب کے مطابق خدا کے مقرر کردہ معصوم ہادیوں کا کردار پڑھتے ہیں تو اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ خدا نے ایسے افراد کو ہدایت دینے پر فائز کیا جو اس مثل کے مصداق ہیں کہ "اوروں کو نصیحت خود میاں فضیحت" کیا یہ عقیدہ معقول ہے۔ کہ خدا کو اس قدر عاجز سمجھ لیا جائے کہ وہ اپنے نبی و

رسولؐ کو کامل نمونہ بھیجنے کی بجائے ناقص رکھے؟

سوال نمبر ۱۱۲:- دیگر انبیاء علیہم السلام تو رہے ایک طرف، آپ کے مذہب کے مطابق خود سرورؐ کائنات بھی معصوم نہ تھے۔ کیا حضورؐ کو گناہ گار تسلیم کرنا آپ کے نزدیک درست ہے؟

سوال نمبر ۱۱۳:- مذہب سُنیہ کے مطابق معاذ اللہ آنحضرتؐ اپنی ازواج سے بے انصافی کرتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری پ۱۳ حدیث نمبر ۱۲ پ۱۳ حدیث نمبر ۲۸۵۵، ۲۸۵۶ صہ ۱۲۱ جلد اوّل پر مرقوم عبارات سے ثابت ہے عمل رسولؐ سنت ہے اب بتایئے اہلِ سنت کے نزدیک بیویوں سے ناانصافی سنت ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۱۱۴:- محرف توریت و انجیل میں انبیاء کے بارے میں توہین آمیز واقعات ہیں لیکن افسوس ہے کہ ایسی توہین کسی اور مذہبی کتاب میں موجود نہیں جیسی حضورؐ کے بارے میں آپ کی کتب صحاح میں درج ہے کیا ایسی کتاب واجب التعظیم ہو سکتی ہے جس میں شانِ رسولؐ مقبول میں گستاخیاں موجود ہوں؟

سوال نمبر ۱۱۵:- آپ کی صحیح بخاری پ۱ صہ ۱۳۶ حدیث نمبر ۳۰۳ اور ۳۰۴ میں حضورؐ پر الزام ہے۔ کہ نعوذ باللہ آپ دورانِ حیض مباشرت کرتے تھے کیا یہ توہین رسولؐ ہے یا تعظیم رسولؐ ہے؟

سوال نمبر ۱۱۶: بخاری شریف کی حدیث نمبر ۲۶۴ (پ۱ صہ ۳۴) ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت حالتِ احرام میں خوشبو لگاتے اور ازواج کا دورہ فرماتے تھے کیا یہ بے حرمتی نہیں ہے۔؟ جب کہ یہ فعل خلافِ قرآنِ مجید ہے۔

سوال نمبر ۱۱۷:- بخاری شریف پ۱ صہ ۳۵ حدیث نمبر ۲۹۹، ۳۰۰ کے مطابق رسولؐ حالتِ حیض میں ازواج سے سر میں کنگھی لگواتے تھے کیا یہ گستاخی نہیں ہے؟

سوال نمبر ۱۱۸:- بخاری کی حدیث نمبر ۴۱۵ اور نمبر ۵۶۳ ہے کہ کسی کے پیر پر حضورؐ سجدہ فرماتے تھے کیا یہ جائز ہے؟

سوال نمبر ۱۱۹:- صحیح بخاری حدیث نمبر ۴۱۷، ۵۵۷، ۵۵۸ اور صحیح مسلم جلد ۱

ص ۸۱ حدیث ۴۶۶ کے مطابق ایک بی بی مانندِ جنازہ حضرتؐ کے سامنے پڑی رہتی تھیں اور حضورؐ نماز ادا کرتے تھے کیا ایسی نماز درست ہوگی؟

سوال ۱۲۰:۔ صحیح مسلم حصہ اول ص ۵۸، ۵۷ حدیث ۲۹۹ ہے کہ ایک صحابی نے حضورؐ سے غسل کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا آپؐ نے جواب میں بی بی عائشہ کے ساتھ خلوت کا مخصوص عمل کر کے دکھایا۔ کیا ایسی نازیبا حرکت نبی خلق عظیم سے متوقع ہو سکتی ہے؟ اگر نہیں تو آپ کے امام نے اسے صحیح تسلیم کر کے کیوں جمع کر لیا؟

سوال ۱۲۱:۔ صحیح بخاری پ۱ حدیث ۲۲۱ ص ۱۳ کے مطابق رسولؐ پاک کو معاذ اللہ پیشاب کے چھینٹوں سے بچنے کی پرواہ نہ تھی وجہ بتائیے؟

سوال ۱۲۲:۔ آپ کے مذہب میں کردارِ رسولؐ اس طرح ظاہر کیا گیا ہے کہ آنحضرتؐ نہ صرف عام دنیوی زندگی میں گناہ گار نظر آتے ہیں بلکہ دینی امور میں بھی معتبر نہ تھے کیا ایسے عقیدہ کے بل بوتے پر آپ اپنے مذہب کو حق کہنے کا حق رکھتے ہیں جس میں خود شارع علیہ السلام ہی معاذ اللہ پاکیزہ نہ ہوں؟

سوال ۱۲۳:۔ آپ کے شمس العلماء شبلی نعمانی کے مطابق رسولؐ کی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے جس میں ایک حصہ نبویؐ حیثیت کا حامل ہے اور دوسرا غیر نبویؐ و نجی اب آپ بتائیے کہ ہم کون سی ایسی کسوٹی استعمال کریں کہ ہمیں معلوم ہو کہ یہ فعل رسولؐ بحیثیت نبیؐ ہے اور نہ بحیثیت غیر نبی؟

سوال ۱۲۴:۔ از روئے قرآن مجید اطاعتِ رسولؐ ہی در اصل اطاعتِ خدا ہے۔ یعنی مومن و مسلم کے لئے حضورؐ کی اتباعِ کُلّی خدا نے واجب قرار دی ہے اور کسی بھی امر کو خارج نہیں کیا۔ اگر شبلی صاحب کی توضیح مان لی جائے اور رسولؐ کی زندگی کو ان کی رائے کے مطابق تقسیم کر دیا جائے تو فرمائیے جس کام میں آپ آنحضرتؐ کو واجب الاطاعت نہ سمجھیں اسوقت اطاعت سے روگردانی ہو

گی یا نہیں ہوگی؟

سوال نمبر ۱۲۵:- جب آپ کسی ایک بھی فعل و قولِ رسولؐ کی مخالفت کریں گے تو کیا یہ انکار نبوتؐ نہیں ہوگا؟

سوال نمبر ۱۲۶:- مثلاً آنحضرتؐ نے دوپہر ۲ بجے نماز پڑھائی چونکہ یہ دینی امر ہے۔ لہذا آپ کے نزدیک اس وقت تو رسول نبیؐ ہوئے لیکن بعد از نماز حضورؐ نے آرام فرمایا یا انتظام طعام فرمایا اب یہ افعال آپ کے بقول غیر نبویؐ ہیں تو اس کا کھلا مطلب ہوا؟ کہ آپ نے نبوتؐ ہی سے انکار کردیا جب کہ ایک لمحہ کے لئے ایسا سوچنا کہ حضورؐ اس وقت بحیثیت نبیؐ نہیں۔ کفرِ عظیم و کبیرہ ہے کیا ایسے اعتقادات جن سے حیثیتِ نبوی ہی مضروب ہوجائے دانشمندانہ ہونگے؟

سوال نمبر ۱۲۷:- مولوی شبلی اور ان کے ہمنواؤں نے کم از کم اتنی احتیاط کرلی کہ دینی امور میں عصمتِ رسولؐ کو تسلیم کیا لیکن آپ کے مذہب کے مطابق دینی امور میں بھی آنحضرتؐ معصوم نہیں بلکہ خطا کار، معلوم ہوا کہ سنی مذہب کا رسولؐ خاطی و گناہ گار ہے حالانکہ حضورؐ کو کفار تک نے صادق و امین تسلیم کیا ہے؟ بتایئے عقل آپ کے مذہب کو اختیار کرنے کی رائے کس بنیاد پر قائم کرے گی؟

سوال نمبر ۱۲۸:- فرمایئے آپ کے خیال میں حضورؐ سہواً گناہ کرتے تھے یا قصداً؟

سوال نمبر ۱۲۹:- جب نسیانِ رسولؐ خصوصاً وحی کے معاملے میں تسلیم کرلیا جائے تو امکان ہوگا کہ فلاں حکم جو ضروری تھا بھول گیا ہو اور کوئی غیر ضروری بات چھوٹنے سے داخلِ کتاب ہوجائے تو ایسے شک کی صورت میں دعوائے کتاب "لاریب فیہ" کیونکر درست ہوگا؟ حالانکہ آپ کے مذہب کے مطابق معاذ اللہ خود رسولؐ قرآن بھول جاتے تھے؟

سوال نمبر ۱۳۰:- اصحاب کو آپ کے مذہب میں اتنے چار چاند لگائے جاتے ہیں کہ توہین رسولؐ کی قیمت پر بھی آپ ایک عام صحابی کی شان میں غلو کرجاتے ہیں جیسا کہ ہم نے رسولؐ کی حیثیت تو اوپر دریافت کی ہے لیکن آپ کے ہاں حضرت ابوھریرہ کے بارے میں محض آنحضرتؐ کے نیچے چادر بچھا کر اوڑھنے سے ان کا حافظہ (بقول

خود ابوہریرہ) اتنا تیز ہو گیا تھا کہ وہ کوئی بات نہ بھول سکے (تاریخ ابن کثیر جلد ۸ صہ ۱۰۵) پھر رسولؐ کریم خود کس طرح کمزور حافظہ ہو سکتے ہیں کہ وحی بھی بھول جاتی تھی؟

سوال ۱۳۱:۔ قرآن مجید میں یہ واضح بات موجود ہے کہ شیطان کا قابو اللہ کے خاص بندوں پر نہ ہو سکے گا لیکن صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضورؐ پر شیطان نے (معاذ اللہ) قابو پایا ملاحظہ کیجئے بخاری پ ۱۲ صہ ۳ حدیث ۱۳۵ اور مسلم حصہ اوّل صہ ۱۲۸ حدیث ۸۴۷ فرمایئے کیا حضورؐ اکرم خدا کے برگزیدہ بندوں میں نہیں ہیں؟

سوال ۱۳۲:۔ بخاری شریف جلد ۳ پ ۲۹ صہ ۱۹۵ حدیث ۲۱۹ ہے رسولؐ اکرم نے ظہر کی نماز میں پانچ رکعتیں پڑھا دیں جب آپ کے عقیدے میں دینی امور میں رسولؐ معصوم ہیں تو کیا آپ کی نظر میں نماز دینی امر نہیں ہے؟

سوال ۱۳۳:۔ صحیح بخاری جلد ۳ پ ۲۹ صہ ۱۹۶ حدیث ۲۲۰ ہے کہ رسولؐ کریم نے چار رکعت نماز کی بجائے دو رکعت پڑھائیں۔ فرمایئے بھولے سے یا قصداً؟

سوال ۱۳۴:۔ آپ کی کتاب خطیب بغداد جلد ۴ صہ ۱۴۷ میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی حضرت آدمؑ سے ملاقات ہوئی اور جناب موسیٰؑ نے حضرت ابوالبشر سے کہا آپ ہی وہ آدمؑ ہیں جنہوں نے ہمیں جنت سے نکالا؟ مہربانی کر کے حضرت ابوہریرہ کی اس روایت سے کسی اور طریقہ سے ہمیں بتا دیں کہ یہ ملاقات کس مقام پر ہوئی؟

سوال ۱۳۵:۔ "ان النبی کان مسحورا" یعنی پیغمبر خدا سحر زدہ تھے یہ الفاظ امام مسلم نے اپنی صحیح کی دوسری جلد میں ہشام بن عروہ سے نقل کئے ہیں۔ کیا آپ رسولؐ کو سحر زدہ مانتے ہیں؟

سوال ۱۳۶:۔ حوالہ مذکورہ بالا ہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کو خیال آتا کہ وہ کوئی کام کر رہے ہیں حالانکہ وہ کام نہیں کرتے ہوتے۔ بتایئے ایسی کیفیت نبی کے لئے جائز ہے؟

سوال ۱۳۷:۔ ترمذی شریف کی حدیث ۱۰۷ میں ہے کہ آنحضرتؐ غسل فرمانے

کے بعد بی بی عائشہ سے لپٹ کر گرم ہوتے تھے یہ حدیث لکھنے کا کیا مقصد ہے؟

سوال نمبر ۱۳۸:۔ رسولؐ کو اذیت پہنچانا خدا کو اذیت دینا ہے لیکن صحیح بخاری جلد ۳ پ ۱۲ حدیث نمبر ۲۶۳ اور ۲۶۴ ہے کہ بی بی عائشہ رسولؐ کو اذیت دینے میں کوشاں رہیں۔ بی بی کے بارے میں کیا خیال شریف ہے؟

سوال نمبر ۱۳۹:۔ صحیح مسلم ص ۵۲ حدیث نمبر ۲۵ ہے کہ حضورؐ گلاس کی اسی جگہ سے پانی پیتے تھے جہاں سے ایک بی بی نوش فرماتی تھیں۔ اس حدیث کو نقل کرنے کا کیا جواز ہے؟

سوال نمبر ۱۴۰:۔ صحیح بخاری جلد سوم پ ۱۲ حدیث نمبر ۱۲۲ ہے کہ اُم المومنین زینب اور اُم المومنین عائشہ کا جھگڑا رسولؐ کے سامنے ہوتا تھا حالانکہ حضورؐ کے سامنے اونچا بولنے کی ممانعت ہے اس حدیث سے آپ کیا نتیجہ نکالتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۴۱:۔ لہو لعب یعنی ناچ گانا وغیرہ دیکھنا منع ہے۔ لیکن آپ کی بخاری شریف جلد ۳ پ ۱۲ حدیث نمبر ۳۳۲ ہے کہ حضورؐ بی بی عائشہ کو پشت پر بٹھا کر حبشیوں کا سوانگ (ناچ گانا) دیکھا کرتے تھے اب بتائیے اُمت کو روکنے والا رسولؐ اگر ایسے کام میں مشغول ہوگا تو ممانعت کیا معنی رکھے گی؟

سوال نمبر ۱۴۲:۔ السراجیۃ المنہاد ترجمہ مشکوٰۃ جلد اوّل ص ۱۰۲ میں ہے کہ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ آنحضرتؐ حالتِ روزہ میں اُن کا منہ چومتے اور زبان چوستے تھے اب فرمائیے کیا ایسی روایات کی موجودگی میں آپ کا مذہب پاکیزہ سمجھا جاسکتا ہے۔؟

سوال نمبر ۱۴۳:۔ سنن ابو داؤد اور مسند احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۶۴ میں ہے کہ عائشہ کہتی ہے کہ آنحضرتؐ ایک دستر خوان پر میرے ساتھ کھانا کھاتے میری چوسی ہوئی ہڈی چوستے اور پیالے میں اسی جگہ منہ لگاتے جہاں میں منہ لگا چکی ہوتی حالانکہ میں حالتِ حیض میں ہوتی تھی اب فرمائیے ایسی باتوں کا بیان اخلاقی ضابطہ کے مطابق ہے یا خلاف؟

سوال نمبر ۱۴۴:۔ آپ کے ہاں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ میں سامنے قبلہ کی طرف لیٹی رہتی تھی اور حضورؐ اس طرح میری طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور میرے پیر ان کے سجدے کی طرف ہوتے تھے جب وہ سجدہ کی طرف جانے لگتے تو میرے پیروں کو گدگداتے اور میں پیر سمیٹ لیتی پھر وہ سجدے سے سر اٹھاتے میں اپنے پیر پھیلا دیتی تھی اور اسی طرح نمازیں ہوتی رہتی تھیں۔ ملاحظہ فرمائیں بخاری جلد ۱ باب التطوع، نصر الباری ترجمہ بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۵۴، مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۶۰۱، تجرید بخاری مترجم طبع لاہور صفحہ ۱۰۹۔ اب فرمائیے کیا آپ بھی ایسی ہی نمازیں پڑھتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۴۵:۔ المعلم ترجمہ صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۸ مطبوعہ لاہور میں ہے کہ بی بی عائشہ آنحضرتؐ کے کپڑے سے منی کھرچ ڈالتی تھیں اور پھر آپ اُسے زیب تن فرما کر نماز پڑھتے تھے؟ کیا اس طرح نماز پڑھنا درست ہے؟

سوال نمبر ۱۴۶:۔ ترجمہ مُسلم شریف المعلم صفحہ ۴۹ میں ہے کہ ایک دن ابو سلمہ نے بی بی عائشہ سے غسل کا طریقہ دریافت کیا۔ بی بی صاحبہ نے ایک باریک سا پردہ ڈال کر خود غسل کر کے سائل کو دکھا دیا کہ غسل ایسے کیا جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا بی بی صاحبہ کے علاوہ سائل کو کوئی مرد عالم نہ مل سکا کہ اس سے ایسا مسئلہ پوچھ لیتا؟

سوال نمبر ۱۴۷:۔ اگر تمام مردوں سے بی بی عائشہ ہی زیادہ زیرک و عالم معلوم ہوتی تھیں تو کیا بی بی صاحبہ زبان سے طریقۂ غسل بیان نہیں کر سکتی تھیں یا کسی عورت کے سامنے غسل کر کے اس عورت کی وساطت سے وضاحتِ مسئلہ نہیں ہو سکتی تھی؟

سوال نمبر ۱۴۸:۔ صحیح بخاری باب مناقب عائشہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۴ مطبوعہ مصر، مدارج النبوۃ جلد نمبر ۳ صفحہ ۱۰۶ میں ہے کہ جب حضورؐ بی بی عائشہ کے لحاف میں سوتے تھے تب وحی نازل ہوتی تھی فرمائیے باقی ازواج سے روح الامین کو کیا عداوت تھی؟

سوال ۱۴۹۔ آپ کے مذہب میں پیغمبر خدا رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کردار اس قدر توہین آمیز ہے کہ محمد شاہ رنگیلا کا کردار بھی شرماجاتا ہے جیسا کہ آپ کے ہاں ام المومنین حضرت عائشہ ہی سے مروی ہے کہ آپ کہتی ہیں حالت حیض میں آنحضرت لذت حاصل کرتے اور کبھی باوجود اعتکاف کے مسجد سے سر نکال کر میری گود میں رکھ دیتے اور تلاوت کلام پاک کرتے تھے اور اسی حیض کی حالت میں ان کا سر میں دھوتی اپنا جھوٹا پانی ان کو دیتی وہ اسی جگہ سے منہ لگا کر پیتے تھے جہاں سے میں نے منہ لگا کر پیا تھا میں منہ سے ہڈی چوس کر ان کو دیتی وہ اسی مقام سے چوستے جہاں سے میں نے منہ لگا کر چوسا تھا۔ آنحضرت میرے ساتھ ایک برتن میں نہاتے تھے اور میرے ساتھ ایک چادر میں نماز پڑھتے تھے؟ ملاحظہ فرمایئے!

السراج المنیرہ ترجمہ مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۶۶، ص ۱۶۷، المعلم ترجمہ مسلم جلد ۱ ص ۴۷ اور ص ۴۸۹، بخاری جلد اول کتاب الحیض، مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۶۰۱ تجرید بخاری ص ۹ وغیرہ اب جواب دیجیئے جس مذہب میں کردار رسولؐ ایسا پیش کیا جائے گا وہ عقلاً قابل قبول ہوگا

سوال ۱۵۰۔ کیا یہ التفات کسی اور زوجہ کے لیئے بھی تھے؟ تفصیل سے آگاہ کر دیں؟

سوال ۱۵۱۔ جواب دیجیئے رسول مقبولؐ نے رحلت سے قبل اپنا خلیفہ اور وصی کسی کو مقرر کیا یا نہیں؟

سوال ۱۵۲۔ اگر کیا تو کسے؟ اور اگر نہیں کیا تو غلطی کی یا ٹھیک کیا؟

سوال ۱۵۳۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت ابوبکر کے لیئے جو کچھ ہوا وہ اچھا ہوا یا برا؟ اگر اچھا ہوا تو رسولؐ نے ایک اچھائی کو قصداً ترک کر دیا اور اگر برا ہوا تو خلاف شریعت ہوا؟ اچھا ہوا یا برا ہوا کیا ہوا؟

سوال ۱۵۴۔ رفع الحاجہ ترجمہ ابن ماجہ جلد ۲ ص ۲۹۰ میں ہے کہ بی بی عائشہ نے کہا دس آیتیں جن میں رجم اور بوڑھے آدمی کو دودھ پلانے کا ذکر تھا نازل ہوئیں تھیں اور میرے تکیہ کے نیچے رکھی ہوئی تھیں حضورؐ کے انتقال کے بعد

انہیں بکری کھا گئی فرمایئے وہ آیات کون سی تھیں۔ کیا اس وقت قرآن مجید میں موجود ہیں؟

سوال ۱۵۵:۔ آپ کے بقول آنحضرتؐ کو ۴۰ سال کی عمر میں نبوت ملی جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بمطابق قرآن گہوارہ ہی میں نبی ہونے کا دعویٰ کیا اب عیسائیوں کا اعتراض ہے کہ ان کا نبی پیدائشی نبیؑ ہے اور سُنی مسلمانوں کا رسولؐ معاذ اللہ چالیس برس تک عام آدمی تھا لہٰذا حضرت عیسیٰؑ افضل ہیں۔ آپ اپنے عقیدے کی روشنی میں اس کا کیا جواب دیں گے؟

سوال ۱۵۶:۔ آپ کی صحاح میں ہے کہ جبرائیلؑ نے حضرتؐ کا آپریشن کیا اور وحی سکھائی جب کہ پہلے کسی نبیؑ کے لئے ایسے آپریشن کی ضرورت پیش نہ آئی جیسا کہ حضرت مسیح ابنِ مریم نے تین دن کی عمر میں فرمایا میں صاحبِ کتاب رسولؑ ہوں خدا کے لئے آنحضرتؐ کے معاملہ میں سینہ چیر پھاڑ کیوں ضروری ہوئی؟

سوال ۱۵۷:۔ فرمانِ رسول یہ ہے کہ میں اسوقت نبیؐ تھا جب آدمؑ کا وجود بھی نہ بنا تھا لیکن آپ کے مطابق وہ چالیس برس کی عمر میں نبیؐ ہوئے بتایئے دونوں میں کون سی بات مانی جائے؟

سوال ۱۵۸:۔ آپ کے امام بخاری اور مسلم کے مطابق والدین رسولؐ معاذ اللہ کافر تھے اور نعوذ باللہ ناقابل مغفرت بھی تھے۔ اس مضمون کی کئی احادیث صحیحین میں ہیں اب جواب دیجئے جو رسولؐ اپنے ماں باپ کی شفاعت نہ کر سکے گا اُسے آپ کس منہ سے "شفیع المذنبین" کہہ سکتے ہیں؟

سوال ۱۵۹:۔ آپکے عقیدے کے مطابق معاذ اللہ جناب عبدالمطلب بھی مشرک تھے تو فرمایئے خدا نے لشکر ابرہہ کے خلاف آنجناب کی مدد کیوں کی حالانکہ خدا کافر و مشرک کی مدد نہیں کرتا ہے؟

سوال ۱۶۰:۔ تاریخ الخمیس مؤلفہ علامہ حسین دیار بکری ص ۱۳۰، سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۴۷، مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۶۹ میں روایت درج ہے کہ سید الانبیا

حضرت ابوطالب رض کے جنازہ پر تشریف لائے اور فرمایا "اے میرے چچا تونے حق صلہ رحمی پورا کر دیا اور میرے حق میں کوئی تقصیر تو نے نہیں کی اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا کرے" اگر نعوذ باللہ ابوطالب صاحب ایمان نہ تھے تو حضورؐ نے ان کے لئے دعائے خیر کیوں فرمائی ؟

سوال ۱۶۱:۔ آپ کے امام بخاری کے عقیدے کے مطابق آنحضرتؐ کے ماں باپ اور چچا جہنمی ہیں لیکن علامہ حافظ جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ جلد ۱ صہ ۱۱۲ میں لکھا ہے کہ "حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن ہم اپنے باپ کی، ماں کی اور چچا کی شفاعت فرمائیں گے جواب دیجئے بخاری اور سیوطی میں سے سچا کون ہے ؟

سوال ۱۶۲:۔ یہ بات مسلّمہ ہے کہ حضرت ابوطالب نے خدیجہؑ اور رسولؐ مقبول کا خطبہ نکاح پڑھا۔ وہ خطبہ نقل کر دیجئے اور ان الفاظ سے (کفر ابی طالب یا ایمان ابی طالب) کے فیصلے سے آگاہ فرمایئے ؟

سوال ۱۶۳:۔ طبقات ابن سعد اور اصابہ میں ہے کہ حضرت ابوطالبؑ اور سرکار دو عالمؐ دونوں ایک سفر میں تھے کہ آپؐ کے چچا کو پیاس محسوس ہوئی۔ آنحضرتؐ نے زمین پر ایڑھی لگائی اور چشمہ پھوٹ پڑا آپؐ کے چچا نے پانی پیا یہ روایت خود ابوطالب سے بیان ہوئی ہے نیز خصائص کبریٰ جلد ۱ صہ ۱۸۵ پر ہے کہ ایک مرتبہ ابوطالب بیمار ہوئے تو انہوں نے علیؑ سے فرمایا کہ جاؤ اپنے بھائی سے کہو میرے لئے اللہ تعالیٰ سے شفا طلب کرے چنانچہ حضورؐ نے دعا فرمائی اور ابوطالب صحت یاب ہو گئے کیا صحرا میں پانی کا طلب کرنا اور رسولؐ سے شفا کیلئے دعا کی گذارش کرنا مقام حق الیقین نہیں ہے ؟

سوال ۱۶۴:۔ مدارج النبوۃ جلد ۲ صہ ۵ اور طبقات ابن سعد جلد ۱ صہ ۲۰۹ میں ہے کہ جب حضرت ابوطالب علیہ السلام شعب ابوطالبؑ سے خلاصی پا کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ حرم کعبہ میں داخل ہوئے تو یوں دعا کی "اللھم

انصرنا علی من ظلمنا وقطع ارحمنا واستحل ما یحرم علینا" یعنی
اے اللہ! ظالموں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما اور قطع رحمی کو دور فرما
جو ہم پر حرام کر دیا گیا ہے اسے حلال فرما (یعنی جو پابندیاں ظالموں نے
لگا رکھی ہیں وہ دور فرما) کیا کوئی منکر خدا ایسی دعا مانگتا ہے۔؟

سوال ۱۶۵:۔ اگر آپ کے نزدیک حضرت ابو طالب مشرک تھے تو اپنی کسی کتاب
سے صرف ایک ایسی روایت دکھا دیجئے جس میں درج ہو کہ حضرت ابو طالب
نے کبھی بت پرستی کی یا خدا کے علاوہ کسی غیر خدا کو اپنا معبود مانا؟

سوال ۱۶۶:۔ کیا آپ اپنی ہی کتابوں سے کوئی ایک روایت ایسی دکھا سکتے ہیں۔
جو یہ ثابت کر دے کہ "عقیدہ توحید" کی مخالفت فلاں وقت ابو طالب نے کی؟

سوال ۱۶۷:۔ اگر ابو طالب بت پرست تھے یا مشرک تھے تو ہمیں کسی ایک واقعہ کی
نشاندہی کروا دیجئے جہاں آنجناب نے بتوں یا غیر اللہ معبودوں کی حمایت
و تعریف کی ہو؟

سوال ۱۶۸:۔ حضرت ابو طالب علیہ السلام نے تین سال کے قریب کا عرصہ شعب
ابی طالب میں حضورؐ کے ساتھ گزارا کیا اس عرصہ میں آپ نے غیر خداؤں
کی عبادت کی؟

سوال ۱۶۹:۔ رسول کریمؐ کی حیات طیبہ سے یہ بات نصّی طور پر ثابت ہے کہ آپ
نے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا گوشت تناول نہیں فرمایا دوسری طرف یہ
بات بھی مسلمہ ہے کہ آپؐ کی پرورش حضرت ابو طالب علیہ السلام کے زیر
سایہ ہوئی اور ہمیشہ آپ ہی کے دسترخوان پر حضورؐ نے کھانا تناول فرمایا اب
جواب دیجئے جو گوشت دسترخوان ابو طالب پر پیش ہوتا تھا وہ حلال تھا یا حرام؟

سوال ۱۷۰:۔ باوجود اس کے کہ آپ محبت رسولؐ کا دعوای کرتے ہیں لیکن جب ہم
آپ کے مذہب کا بنظر غور مطالعہ کرتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ آپ کو رسولؐ
کی ہر محبوب چیز سے عداوت ہے خصوصاً خاندان رسولؐ سے تو میٹھا اور کڑوا

بیر ہے ۔ غالباً یہ روایت اسی بغض کا نتیجہ ہے کہ حاشیہ خصائص کبریٰ از خلیل ہراس المدرس جامعہ ازہر جلد ۱ صہ ۹۴ مطبوعہ مدینہ منورہ میں یہ منقول ہے کہ " بلکہ ان میں سے بعض مشرک تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد عبداللہ اور انکے آباؤ اجداد عبدالمطلب سے لیکر اسماعیل بن ابراہیم تک سب کے سب مشرک تھے " عربی عبارت اس طرح ہے " بل منھم من ھو مشرک فابوہ عبداللہ و اباؤہ من عبدالمطلب الی اسماعیل بن ابراھیم " اس روایت کے مطابق معاذاللہ آپ کے عقیدے کے مطابق حضرت ذبیح علیہ السلام بھی مشرک قرار پاجاتے ہیں کیا کسی معصوم نبی پہ فتویٰ کفر و شرک صادر کرنا آپ کے ہاں جائز ہے ۔ ؟

سوال نمبر ۱۷۱ :۔ اگر معاذاللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام مشرک ہیں تو پھر عید قربان پر ان کے لیے قربانی کیوں کرتے ہیں ۔؟

سوال نمبر ۱۷۲ :۔ عیدالاضحیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یاد میں منائی جاتی ہے اور آپ کی منقولہ روایت کے مطابق آنجناب معاذاللہ مشرک ہیں تو کیا آپ مشرک کی یاد میں عیدیں مناتے ہیں ؟

سوال نمبر ۱۷۳ :۔ علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور دیگر کئی علمائے اہل سنت کا اتفاق ہے کہ حضرت ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ اعلان نبوت سے قبل ایمان لائے پھر آپ اُن کو مسلم اوّل کیوں نہیں تسلیم کرتے ؟

سوال نمبر ۱۷۴ :۔ آپ کے ہاں متعدد کتب میں بحیرا راہب کی ملاقات کا قصہ درج ہے جس نے بچپن ہی میں سرکار کائنات کی رسالت تسلیم کی پھر آپ اُسے اوّل مسلمانوں میں شمار کیوں نہیں کرتے ؟

سوال نمبر ۱۷۵ :۔ آپ قرآن کے بعد بخاری شریف کا درجہ سمجھتے ہیں اور امام بخاری کو محدثین کا سرخیل مانتے ہیں چنانچہ بخاری صاحب کے قول کے مطابق آپ کے امام اعظم حضرت ابوحنیفہ " خادع المسلمین " یعنی

مسلمانوں کو دھوکہ دینے والے ہیں۔ اب آپ خود ہی بتائیے امام بخاری سچے ہیں یا نہیں؟ کیوں کہ انکی کتاب کو آپ صحیح مانتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۷۶:۔ امام بخاری اپنی کتاب تاریخ الصغیر صفحہ ۱۵۸ میں لکھتے ہیں کہ آپ کے امام اعظم کو صرف تین حدیثیں مکہ کے ایک حجام سے حاصل ہوئی ہیں لہذا ان کی تقلید کیسے کی جاسکتی ہے۔ اب آپ سے ہم پوچھتے ہیں ان دونوں اماموں میں سے کون صاحب قابل اعتبار ہیں؟

سوال نمبر ۱۷۷:۔ امام بخاری کتاب مذکورہ بالا کے صفحہ ۱۷۱ پر تحریر کرتے ہیں کہ "جب سفیان کو نعمان (ابو حنیفہ) کی موت کی اطلاع ہوئی تو اس نے حمد خدا ادا کی اور کہا کہ وہ (ابو حنیفہ) اسلام کو ٹکڑے کرنے والا تھا۔ اور اسلام نے ایسا منحوس شخص اور کوئی پیدا نہیں کیا ہے" کیا امام بخاری کی اس منقولہ روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے؟

سوال نمبر ۱۷۸:۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "لعنت اللہ علی الکاذبین" یعنی جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو لیکن حضرت امام بخاری صاحب اپنی صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۷۷ پر لکھتے ہیں "لم یکذب ابراھیم النبی علیہ السلام قط الا ثلث کذبات" یعنی حضرت ابراہیم نے تین جھوٹ بولے۔ اب یہ فیصلہ آپ خود فرمالیجئے کہ کیا بخاری کے مطابق حضرت خلیل علیہ السلام معاذ اللہ۔۔۔۔۔۔۔۔ سزاوار آیۂ منقولہ ہیں یا نہیں؟ جو شخص خلیل اللہ کیلئے ایسی بات کہے آپ کے مذہب میں اسکا کیا مقام ہوگا؟

سوال نمبر ۱۷۹:۔ اگر جواب "ہاں" میں ہے تو پھر فرمائیے کہ جھوٹ جو کہ گناہ کبیرہ ہے اس کے سرزد ہونے کے باوجود "کما صلیت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم" پڑھنے کا حکم کیوں دیا گیا؟

سوال نمبر ۱۸۰:۔ اگر جواب نفی میں ہے۔ تو پھر بخاری صاحب کو آیت کی زد سے کس طرح نجات دلائی جاسکتی ہے۔؟

سوال ۱۸۱:۔ امام بخاری اور دیگر محدثین کے نزدیک آیت "لا تھدی من اجببت ولکن اللہ یھدی من یشاء" کفرِ ابوطالب کی دلیل ہے۔ دوسری جانب اہل سنت کے ہاں یہ مشہور ہے کہ قرآنِ مجید کے نزول کو حضرت جبرائیل کی زبان سے صحابہ کرام میں سے سوائے حضرت ابوبکر کے کسی نے نہیں سنا اور انہوں نے صرف اس آیت کو نازل ہوتے ہوئے اپنے کانوں سے سنا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر کو فرشتے کی آواز سننے کا شرف ملا ہے تو یقیناً اس آیت کے شانِ نزول کا علم ان سے بہتر کسی دوسرے صحابی کو نہ ہوگا تو بتائیے کیا حضرت ابوبکر اس آیت کے مفہوم و مطالب سے واقف تھے یا نہیں؟

سوال ۱۸۲:۔ اگر حضرت ابوبکر اس آیت کے بارے میں پورا علم نہیں رکھتے تھے تو پھر وحی سننا کوئی امتیازی حیثیت نہ رکھے گا لہٰذا آپ اس اچنبے کی بات کو ان کے فضائل میں کیوں درج کرتے ہیں؟

سوال ۱۸۳:۔ اگر درحقیقت حضرت ابوبکر کو اس آیت کے متعلق مکمل معلومات تھیں تو بتائیے کہ آپ کی کسی بھی کتاب میں کوئی (ضعیف و غیر مستند ہی سہی) ایک بھی روایت ایسی ملتی ہے کہ حضرت ابوبکر نے اس آیت کا کوئی تعلق جناب ابوطالب سے بیان کیا ہو؟

سوال ۱۸۴:۔ آپ کے ہاں ایک روایت مشہور ہے کہ حضور نے حضرت عثمان سے فرمایا کہ اگر میری ستر بیٹیاں ہوتیں تو تیری بیوی فوت ہوتی تو میں تجھے اپنی بیٹی دیتا جاتا۔ یہ بات آج کے زمانے میں تہذیب و شرم و حیا کے دائرے سے باہر سمجھی جاتی ہے فرمائیے ایسی گفتگو ایک ایسے شخص سے منسوب کرنا جو سراپا شرم و حیا ہو معقول ہوگی یا نامعقول جب کہ بات بھی اس جناب کی ہے جس سے فرشتے بھی شرم کرتے ہیں؟

سوال ۱۸۵:۔ مسلم شریف اور مشکوٰۃ شریف میں حضرت عثمان کی فضیلت میں

ایک روایت ہے کہ حضورؐ گھر میں نیم برہنہ لیٹے ہوئے ہیں۔ حضرت ابوبکر آتے ہیں آپ اسی حالت میں تشریف رکھے رہتے ہیں پھر حضرت عمر آتے ہیں آپ اسی کیفیت میں اُن سے باتیں کرتے ہیں لیکن جب عثمانؓ آتے ہیں تو کپڑے درست کر لیتے ہیں بعد میں بی بی عائشہ دریافت کرتی ہیں کہ آپ نے حضرات ابوبکر و عمر کی تو پرواہ نہیں کی لیکن عثمانؓ کے آنے پر حالت درست کر لی تو آپ جواب دیتے ہیں کیا میں ایسے شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں؟

اب سوال یہ ہے کہ خسر نسبتی باپ ہوتا ہے۔ روایت کے مطابق آنحضرتؐ نے معاذ اللہ اپنے واجب الاحترام و بزرگ رشتہ داروں سے تو بے حیائی کی حالت میں گفتگو فرمائی لیکن حضرت عثمان کی باری میں "حیا" یاد آگئی۔ کیا کوئی شخص ایسا ہوگا کہ اس کی بیوی کا باپ گھر میں آجائے اور وہ اپنا لباس و جامہ درست نہ کرے ہمارے خیال میں کوئی بے شرم و بے حیا ہی ایسا بد تہذیبی کا مظاہرہ کرے گا۔ آپ کا کیا نظریہ ہے؟

سوال ۱۸۶:۔ "ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور" آپ زبانی تو اہل بیتؑ رسولؐ کی تعظیم کا دعوٰی کرتے ہیں لیکن عملاً آپ کے مذہب کی پوری بنیاد غیر اہل بیت اصحاب پر ہے یہی وجہ ہے آپ کے ہاں آئمہ اہل بیت کی روایات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ کیا خانوادۂ رسولؐ کی احادیث معتبر نہیں ہیں؟ یا شیعوں سے عداوت کے ساتھ ساتھ انکے اماموں سے بھی بغض ہے؟

سوال ۱۸۷:۔ ہر مسلمان شرعاً چار نکاح کر سکتا ہے۔ امہات المومنین کی تعداد کم سے کم بارہ ہے کیا حضورؐ آپکے نزدیک کتاب و سنت کے خلاف کسی امتی کو مجبور کر سکتے ہیں؟

سوال ۱۸۸:۔ اگر کر سکتے ہیں تو ایسا نبی واجب الاطاعت نہیں کہ جو قرآن یعنی وحی کی مخالفت کرے اور خود ہی اپنے قانون کو توڑ دے۔ پھر شریعت و نبوت کی حیثیت کیا رہ گئی؟

سوال نمبر ۱۸۹:۔ اگر نہیں کر سکتے تو پھر آپ کے ہاں مشہور ہے کہ حضرت علیؑ نے ابو جہل کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہا تو حضورؐ نے تین مرتبہ کہا "کبھی اجازت نہیں دوں گا" (ابوداؤد) کیا اس روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ معاذ اللہ رسولؐ خود غرض ہیں کہ اوروں کی بیٹیوں پر تین تین سوکنیں جائز ہوں اور جب خود اپنی بیٹی کا معاملہ آجائے تو شریعت ہی تبدیل کر دی جائے؟

سوال نمبر ۱۹۰:۔ سنن ابوداؤد پ ۱۳ جلد دوئم میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "ان فاطمۃ منی وانا تخوف ان تفتن فی دینھا" یعنی بے شک فاطمہؑ مجھ سے ہے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں اس کے دین میں فتنہ نہ آجائے"
اس عبارت سے ظاہر ہے حضورؐ کو بی بی پاک معصومہ سے دین میں فتنہ کا خدشہ تھا اور فتنہ کو قرآن میں قتل و غارت گری سے بھی شدید کہا گیا ہے۔ کیا آپ اس روایت کو صحیح تسلیم کرتے ہیں؟ ذرا مفصل روشنی ڈالئے؟

سوال نمبر ۱۹۱:۔ محوّلہ روایت ہی میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا "خدا کی قسم! رسولؐ کی بیٹی اور خدا کے دشمن کی بیٹی ایک مکان میں جمع نہیں ہو سکتیں"
اب سوال یہ ہے کہ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابو سفیان تھیں اور ابو سفیان اس وقت اوّل دشمنِ اسلام تھا جس وقت اُم المومنین کو حضورؐ سے ازدواجیت کا شرف حاصل ہوا۔ جب ابوسفیان (جو کہ ابو جہل سے کم دشمنِ خدا نہ تھا) کی بیٹی بحیثیت والدہ دختر رسولؐ کے ساتھ ایک مکان میں رہ سکتی ہیں تو پھر ابو جہل جو کہ مر بھی چکا ہے۔ اس کی بیٹی بنتِ پیغمبرؐ کے ساتھ ایک جگہ کیوں نہیں رہ سکتی؟

سوال نمبر ۱۹۲:۔ صحیح بخاری کتاب الجہاد جلد ۲ صہ ۱۳۲ اور المعلم ترجمہ مسلم حدیث نمبر ۷۷۲ ہے کہ حضورؐ نے بی بی عائشہ کے حجرے کی جانب اشارہ کر کے ارشاد فرمایا (تین مرتبہ) کہ یہی فتنہ ہے جہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا"
بتائیے اس پیشین گوئی سے آنحضرت کی مُراد کیا تھی؟

سوال ۱۹۳:۔ سنن ابوداؤد ہی میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "اگر علیؑ نکاح کرنا چاہتا ہے تو میری بیٹی کو طلاق دے کر اس کی بیٹی سے عقد کرے" خدا کے لئے انصاف کیجئے کہ کوئی باپ برسر منبر مجمع عام میں ایک شرعی و معقول و جائز بات کے احتجاج میں اس طرح مطالبہ طلاق کر سکتا ہے چہ جائیکہ اہل سنت والجماعت ایسی ہلکی حرکت رسولؐ کیطرف منسوب کر رہے ہیں کیا یہ توہین رسولؐ اور عداوت علیؑ نہیں ہے؟

سوال ۱۹۴:۔ گھریلو معاملہ گھر کی چار دیواری میں سلجھایا جاتا ہے کہ شرفاء کا قاعدہ یہی ہے اگر بالفرض محال یہ قصہ درست ہے تو کیا کوئی ایسی روایت ملتی ہے کہ حضورؐ نے حضرت علیؑ کو گھر میں بلا کر اس بات سے روکا ہو؟ اگر ہے تو نشان عطا کیجئے؟

سوال ۱۹۵:۔ اگر رسول اللہؐ دشمن خدا کی بیٹی اپنی دختر کے ساتھ ایک مکان میں اکٹھا دیکھنا گوارہ نہیں کرتے تھے تو جواب دیجئے کہ دشمنِ خدا کے بیٹوں کو کس طرح اپنی بیٹی کے ساتھ ایک گھر میں پسند فرما سکتے تھے۔؟

سوال ۱۹۶:۔ جب کہ آپ کے خیال کے مطابق ابولہب کے دو کافر بیٹے عتبہ اور عتیبہ بھی دامادِ رسولؐ ہیں، کیا حضورؐ کو ایسی ناگواری صرف صنف نازک کیلئے ہی تھی؟

سوال ۱۹۷:۔ بخاری شریف پارہ ۵ صـ ۱۱ بحوالہ ماہنامہ رضوان لاہور اپریل ۱۹۵۸ء صـ ۲۴ میں ہے کہ رسول کریمؐ نے حضرت علیؑ کو نماز کے لئے کہا تو حضرت نے جواب دیا "خدا کی قسم میں ہرگز نماز نہیں پڑھوں گا مگر جو کچھ اللہ نے ہم پر فرض کیا ہے" تحقیق ہمارے نفس عند خدا ہیں جس اگر نماز تہجد کی توفیق دیتا تو ہم پڑھتے جب حضورؐ نے یہ جواب سنا تو ران پیٹتے ہوئے باہر آئے اور فرما رہے تھے کہ انسان اکثر جھگڑالو ہے" کیا واقعی آپ کے اعتقاد کے مطابق علیؑ نے نماز پڑھنے سے انکار کیا اور حضورؐ کو اتنا دکھ و رنج پہنچایا کہ آنحضرت کو ماتم کرنے کی ضرورت ہوئی؟ بتائیے جو شخص علانیہ نماز سے انکار کرے۔ رسولؐ کو دکھ

پہنچائے وہ مسلمان ہے یا غیر مسلم؟

سوال نمبر ۱۹۸:۔ اگر مذہب شیعہ مدعی ہے کہ قرآنِ مجید اصلی ہے تو کوئی سُنی عالم رسول اللہ کی حدیثِ متواتر سے ثابت کر دے کہ ان کے مذہب کے مطابق قرآن مجید اصلی ہے؟ حالانکہ بلاشک قرآن مجید اصلی کتاب ہے؟

سوال نمبر ۱۹۹:۔ اپنی کتب حدیث سے حدیث متواتر بتلائیے اور اس کے متواتر ہونے کا ثبوت دیجئے کہ آنحضرتؐ نے قرآن منزل من اللہ لکھوایا تھا اور اسی ترتیب سے لکھوایا تھا اور اسی ترتیب سے نازل ہوا تھا جس طرح کہ موجود ہے؟

سوال نمبر ۲۰۰:۔ اتقان جلد ۱ ص ۱۰۱ میں علامہ سیوطی نے لیث بن سعد محدث سے روایت کی ہے۔ سب سے پہلے قرآن ابوبکر نے جمع کیا؟ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضورؐ نے قرآن جمع نہ فرمایا؟

سوال نمبر ۲۰۱:۔ اسی روایت میں ہے کہ قرآن کو زید بن ثابت نے لکھا زید کے پاس صحابہ آتے تھے مگر زید دو عادلوں کی گواہی کے بغیر کوئی آیت نہیں لکھتے تھے؟ کیا یہ صحیح ہے؟

سوال نمبر ۲۰۲:۔ اگر صحیح ہے تو عقل سلیم دریافت کرتی ہے کہ کیا زید بن ثابت کو یہ قولِ رسولؐ بھول گیا تھا کہ "میرے صحابی ستارے ہیں اور سارے کے سارے عادل ہیں"؟

سوال نمبر ۲۰۳:۔ اگر یاد تھا تو انہوں نے صحابہ کی عدالت پر شبہ کیوں کیا اور دو گواہوں کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

سوال نمبر ۲۰۴:۔ کیا زید بن ثابت خود حافظ قرآن تھے؟ اگر تھے تو پھر دو گواہیوں کی ضرورت کیا تھی اور اگر نہیں تھے تو پھر کس کسوٹی پر وہ آیات کو پرکھ کے قبول کرتے تھے؟

سوال نمبر ۲۰۵:۔ کیا حضرت ابوبکر جنہیں آپ یارِ خاص اور رازدارِ پیغمبر مانتے ہیں۔ ان کو قرآن حفظ تھا کہ نہیں؟ اگر تھا تو انہوں نے خود کیوں نہ لکھوایا اور

اگر نہیں تھا تو اس کی کیا گارنٹی ہے کہ دو گواہ فی الواقع عادل ہیں ؟

سوال نمبر ۲۰۶ :۔ اسی روایت میں ہے کہ سورۂ برات کا آخری حصہ حضرت خزیمہ بن ثابت کے سوا کہیں نہ ملا پس حضرت ابوبکر نے زید سے کہا کہ اسے لکھ لو کہ خزیمہ کی گواہی کے بارے میں رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ دو شخصوں کے برابر ہے پس زید نے لکھ لیا۔ اب فرمایئے ایسے طریقہ کار کو محفوظ کس طرح کہا جاسکتا ہے۔؟

سوال نمبر ۲۰۷ :۔ حضرت عمر ابن خطاب کو آپ حضرات "فاروق اعظم" کہتے ہیں فرمایئے زید، خزیمہ اور عمر میں عادل کون کون ہے ؟ کیا عمرؓ عادل ہیں ؟

سوال نمبر ۲۰۸ :۔ اگر عمر عادل ہیں اور ان پر شبہ نہیں کیا جاسکتا تو پھر بتلایئے روایت مذکورہ ہی میں ہے کہ حضرت عمرؓ آیہ رجم لائے مگر زید نے تحریر نہ کی کہ عمر تنہا تھے کیا عمر پر اعتبار نہ کرنا اہلسنت کے ہاں جائز ہے ؟

سوال نمبر ۲۰۹ :۔ روایتِ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ رسولؐ میں آپ کے مطابق قرآن جمع نہ کیا گیا تھا اور اہل مدینہ و دیگر اصحاب قرآنِ مجید سے اس قدر ناواقف تھے کہ بڑے بڑے اشیاخ بھی ایک آیت پر دو گواہ ضرور طلب کرتے تھے۔ اب فرمایئے اگر حضورؐ آپ کے خیال میں قرآن خود جمع فرما کر اُمت کو دے گئے تھے تو پھر اس جمع وغیرہ کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟

سوال نمبر ۲۱۰ :۔ کیا حضرت عمر آیہ رجم کو جزو قرآن مانتے تھے ؟

سوال نمبر ۲۱۱ :۔ اگر مانتے تھے تو انہوں نے اسے قرآن میں داخل کرنے کی کوشش تاحہ کیوں نہ کی ؟

سوال نمبر ۲۱۲ :۔ اگر نہیں مانتے تھے تو کیا قرآن میں غیر قرآنی آیات کا داخل کرنا درست سمجھتے تھے ؟ یا پھر قرآن ہی سے ناواقف تھے ؟

سوال نمبر ۲۱۳ :۔ کیا حضرت علیؑ کو قرآن کا علم حاصل تھا ؟ اگر نہیں تھا تو رسولؐ اللہ نے کیوں فرمایا کہ میں دار الحکمت ہوں اور یہ اس کا دروازہ ہے (ترمذی) ؟

سوال نمبر ۲۱۴۔ کیا حضرت زید بن ثابت نے یا حضرت ابو بکر نے جمع قرآن کے بارے میں حضرت علیؑ سے کوئی مشورہ طلب کیا؟

سوال نمبر ۲۱۵۔ اگر مشورہ چاہا تو انہوں نے کیا کہا؟

سوال نمبر ۲۱۶۔ اگر مشورہ نہیں لیا تو اس کی وجوہات سے آگاہ کر دیں؟

سوال نمبر ۲۱۷۔ جو قرآن حضرت ابو بکر اور زید بن ثابت نے اکٹھا کیا اس کی ترتیب وہی تھی جو آج ہے؟

سوال نمبر ۲۱۸۔ اگر یہی ترتیب تھی جیسے کہ اس وقت ہے تو پھر آپ کے محدث مولوی ابو الحسن نے اپنی شرح بخاری یعنی فیض الباری شرح صحیح بخاری پ ۲ ص ۲۰۳ میں یہ عبارت کیوں ثبت کی "قرآن پہلے ٹکڑے ٹکڑے تھا چند آیتیں کہیں تھیں اور چند کہیں تھیں اور کچھ کسی کے پاس تھا اور کچھ کسی کے پاس تھا اور کچھ شانہ کی ہڈیوں پر تھا اور کچھ کھجور کی چھڑیوں پر اور کچھ پتھروں پر پھر زید بن ثابت نے حضرت ابو بکر صدیق کے حکم سے سب قرآن کو تلاش کر کے کاغذوں پر لکھ کر ایک جگہ اکٹھا کیا۔ لیکن آیتوں اور سورتوں کی ترتیب نہیں تھی"؟

سوال نمبر ۲۱۹۔ ان دو علماء کی تصریحات سے یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ آنحضرتؐ کے عہد میں قرآن مرتب نہیں تھا اور منتشر تھا حضرت ابو بکر نے اسے جمع کیا جو خود پورے قرآن کے نہ ہی حافظ تھے اور نہ ہی عالم۔ اب سوال یہ ہے کہ پیغمبرؐ وحی کے امین تھے ان کا فرض منصبی تھا کہ اُمت کو پیغام الٰہی پہنچا دیتے۔ جب کہ آپ کے مذہب کے مطابق معاذ اللہ حضورؐ نے ایسا کوئی اہتمام نہ فرمایا کیا انہوں نے اپنے فرض سے کوتاہی نہیں کی؟

سوال نمبر ۲۲۰۔ آپ اپنے مذہب کی اساس اصحاب ہی کو مانتے ہیں۔ جو کہ آپ ہی کے بقول علم قرآن ہی سے واقف نہ تھے اب عقیدت چھوڑ کر عقل کا فیصلہ فرمائیے کیا جاہل کی بات کوئی وقعت رکھے گی؟

سوال نمبر ۲۲۱۔ کتاب فیض الباری میں علامہ قسطلانی کا قول نقل ہے کہ حضورؐ نے

اس (قرآن) کو ایک مصحف میں جمع نہ کیا اس لیے کہ بعض قرآن پر نسخ وارد ہوتا تھا سو اگر جمع کیا جاتا اور بعض کی تلاوت اٹھائی جاتی تو البتہ اختلاف کی نوبت پہنچتی علامہ صاحب کا عذر آپ کی انکاہ میں معقول ہو سکتا ہے مگر سائل یہ پوچھتا ہے کہ آخر نسخ کا علم پیغمبر ص کے سوا اور کس کو تھا؟ کیا یہ حضور کا فرض نہ تھا کہ وہ ناسخ و منسوخ سے امت کو آگاہ کر کے قرآن جمع شدہ امت کے حوالے کرتے۔ کیونکہ اس کے برعکس صورت میں تو شدید اختلاف کا خطرہ محسوس ہوتا کہ کہیں منسوخ آیت جزو قرآن نہ ہو جائے اور ناسخ اس کی جگہ نہ پا سکے؟

سوال ۲۲۲:۔ قول رسولؐ متعدد طریقے سے آپکے ہاں مرقوم ہے کہ "انی تارک فیکم الثقلین" کہ "میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں" اُن میں ایک کتاب اللہ ہے جواب دیجئے جب کتاب مرتب ہی نہیں ہوئی تو چھوڑا کیا؟

سوال ۲۲۳:۔ بخاری شریف میں ہے حضرت عمر نے فرمایا "حسبنا کتاب اللہ" یعنی کتاب خدا ہمارے لیے کافی ہے؟ اگر کتاب جمع ہو کر ہی نہ تھی تو پھر کافی کیسے؟

سوال ۲۲۴:۔ علامہ جلال الدین سیوطی اپنی اتقان جلد ۱ ص ۵۸ پر محدث خطابی کا بیان نقل کرتے ہیں کہ قرآن رسول اللہ نے جمع نہیں کیا تھا۔ آپ کو نسخ و تلاوت وغیرہ کا انتظار تھا پس حضورؐ کی وفات کے بعد جب سلسلہ نزول بند ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے خلفاء راشدین کو الہام فرمایا تا کہ اس کا وعدہ حفاظت قرآن امت کیلئے سچا ثابت ہو۔ لہٰذا اس کی ابتدا حضرت عمر کے مشورہ سے حضرت ابو بکر نے کی کیا آپ کو معلوم ہے کہ الہام پہلے کس خلیفہ کو ہوا؟

سوال ۲۲۵:۔ علامہ خطابی کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ الہام سب سے پہلے حضرت عمر کو ہوا کہ انہوں نے حضرت ابو بکر سے مشورہ کیا۔ تو پھر بتائیے ایسے الہامی خلیفہ کی زبان والہام پر اعتبار کر کے حضرت ابو بکر اور حضرت زید نے اُن سے آیت رجم قبول کیوں نہ کر لی؟

سوال نمبر ۲۲۶:- آپ کے عقیدے کے مطابق حضرت علی علیہ السلام بھی خلفائے راشدین میں سے ہیں لہٰذا انہیں بھی الہام ہوا پھر بتائیں ان کے جمع کردہ قرآن کو لینے سے انکار کیوں کیا گیا؟

سوال نمبر ۲۲۷:- کیا آپکی رائے میں حضرت ابوبکر کا جمع کردہ قرآن معتبر تھا؟

سوال نمبر ۲۲۸:- اگر معتبر نہیں تھا تو پھر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر جنہیں بقول آپ کے الہام الٰہی ہوا مسلمانوں کے لئے غیر معتبر قرآن کیوں جمع کیا؟

سوال نمبر ۲۲۹:- اگر معتبر تھا تو تیسرے خلیفہ راشد صاحب الہام حضرت عثمان بن عفان کے عہد میں وہی قرآن مروان نے لے کر کیوں جلا دیا ثبوت کیلئے دیکھئے فیض الباری پ ۲ ص ۲۱۴

سوال نمبر ۲۳۰:- امام حاکم نے اپنی مستدرک میں لکھا ہے کہ قرآن تین مرتبہ جمع ہوا پہلی مرتبہ نبی اکرم صلعم کے سامنے اب جواب دیں کہ جو قرآن آنحضرتؐ کے سامنے جمع ہوا کیا آپ اُسے قابلِ اعتبار و صحیح تسلیم کرتے ہیں؟

سوال نمبر ۲۳۱:- اگر صحیح تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ امام حاکم نے اپنی مستدرک میں زید ہی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا "ہم رسول اللہؐ کے سامنے پرچوں سے قرآن جمع کرتے تھے"، تو پھر اُسی قرآن کی اشاعت کیوں نہ کر دی گئی؟

سوال نمبر ۲۳۲:- اگر وہ قرآن صحیح و معتبر نہ تھا تو پھر رسولؐ کا کیا اعتبار؟ جہاں خلیفوں کا الہام مانا ہے وہاں وحی و نبوت سے بھی اُن ہی کو سرفراز فرما دیجئے؟

سوال نمبر ۲۳۳:- امام حاکم نے بقول بخاری روایت درج کی ہے کہ جب حضرت عثمان کے زمانے میں قرآن مجید جمع کیا گیا تو اس جمع کردہ مصحف کے علاوہ باقی تمام صحائف و مصاحف کو جلا دینے کا حکم دیا گیا اور زید بن ثابت نے کہا کہ سورۂ احزاب کی ایک آیت ہم نے گم کر دی تھی حالانکہ رسولؐ کو پڑھتے ہم نے سنا تھا پس ہم نے اُسے ڈھونڈا جو خزیمہ بن ثابت انصاری سے ملی چنانچہ وہ آیت بھی اس مصحف (عہدِ عثمانی والے قرآن) میں ملا دی گئی

بخاری کی یہ روایت ثابت کرتی ہے کہ حضرت ابوبکر کے جمع کردہ قرآن میں یہ آیت نہ تھی بلکہ ۲۵ھ میں حضرت عثمان کے عہد میں شامل کی گئی کیا اتنا عرصہ قرآن میں کمی رہی؟

سوال ۲۳۴:- بخاری کی متذکرہ بالا روایت ہی میں ہے کہ حضرت عثمان نے اُم المومنین بی بی حفصہ سے قرآن طلب کیا (حضرت ابوبکر کا جمع شدہ) چنانچہ بی بی صاحبہ نے اُسے دیدیا حضرت عثمان نے حضرات زید بن ثابت عبداللہ بن زبیر، سعید بن عاص اور عبدالرحمٰن بن حارث پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی اور اس قرآن کمیٹی کو حکم دیا کہ اگر تم لوگ اس میں کسی آیت میں اختلاف پاؤ تو اُسے زبان قریش میں لکھ دینا پس انہوں نے ایسا ہی کیا۔ کیا حضرت عثمان اس قرآن کو مستند اور اختلاف سے پاک اعتقاد نہیں کرتے تھے؟

سوال ۲۳۵:- اگر وہ جمع شدہ قرآن صحیح و مکمل تھا تو اس کمیٹی کی تشکیل کی کیا ضرورت پیش آئی؟

سوال ۲۳۶:- کیا حضرت عثمان نے اس سلسلے میں حضرت علیؑ کی خدمات حاصل کرنے کی سعی فرمائی؟

سوال ۲۳۷:- اگر انہوں نے حضرت علیؑ کو مشورہ کیلئے بلایا تو پھر انہوں نے کیا جواب دیا اور نہیں بلایا تو کس وجہ سے؟ مکمل حوالہ کے ساتھ تشریح فرمایئے؟

سوال ۲۳۸:- کیا حضرت عثمان بن عفان حافظ قرآن تھے؟

سوال ۲۳۹:- اگر تھے تو انہوں نے خود اپنی خدمات جمع قرآن کے سلسلے میں پیش کیوں نہ کردیں یا کمیٹی کے مختلف الرائے ہونے کی صورت میں اپنا مشورہ کیوں نہ دیا کہ میں خود حافظ ہوں۔ اگر کوئی غلطی ہو جائے تو مجھ سے رجوع کر لیا جائے؟

سوال ۲۴۰:- مندرجہ بالا سوالات کی موجودگی میں آپ کیسے انکار کر سکتے ہیں کہ خلفاء کے زمانے میں اصحاب کا کسی ایک قرآن کے نسخہ پر اتفاق نہ تھا؟

سوال نمبر ۲۴۱ :۔ کیا صحابہ کا ایک قرآن پر اجماع نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ آپ کے مذہب کے مطابق قرآن متواتر نہیں ہے ؟

سوال نمبر ۲۴۲ :۔ کیا صحابہ کا اختلاف کوئی باطل چیز ہے ؟ اگر یہ باطل چیز ہے۔ تو پھر بتائیے اُن کے مصاحف باطل تھے یا نہیں ؟

سوال نمبر ۲۴۳ :۔ اگر باطل تھے تو جواب دیجئے کہ باطل چیز پر ایمان رکھنے والا شخص گمراہ و بے دین ہوگا یا نہیں ؟

سوال نمبر ۲۴۴ :۔ اگر اختلاف صحابہ حق تھا تو پھر فرمائیے حضرت عثمان نے اس حق کو مٹانے کی کوشش کیوں کی ؟

سوال نمبر ۲۴۵ :۔ اور جو شخص حق کو مٹائے وہ راشد کس طرح ہوا ؟

سوال نمبر ۲۴۶ :۔ قرآن کو جلانا ثواب ہے یا گناہ ؟

سوال نمبر ۲۴۷ :۔ اگر ثواب ہے تو قرآن و حدیث سے ثابت کر دیجئے اور اپنے علماء سے مع مہر فتویٰ اخبارات میں شائع کرا دیجئے پھر بے حرمتی قرآن پر احتجاج کیوں کرتے ہیں ؟

سوال نمبر ۲۴۸ :۔ اگر گناہ ہے تو جن لوگوں نے اس کا ارتکاب کیا وہ گناہ گار ہوں گے یا نہیں ؟

سوال نمبر ۲۴۹ :۔ جو شخص قرآن میں اپنی مرضی سے کمی بیشی کرے اس کے بارے میں شرع کیا کہتی ہے ؟ کیا تحریف قرآن مذموم نہیں ہے ؟

سوال نمبر ۲۵۰ :۔ اگر قرآن میں تحریف کرنا یعنی اپنی مرضی سے گھٹا بڑھا دینا جرم ہے تو پھر حضرت عثمان کو آپ اس جرم سے کیسے بری الذمہ سمجھیں گے جنہوں نے حکم دیا کہ اختلاف کی صورت میں قریشی زبان لکھ دی جائے ؟

سوال نمبر ۲۵۱ :۔ علامہ سیوطی کے مطابق ابن ابی ابوداؤد نے المصاحف میں ایک روایت درج کی ہے جس میں حضرت عمر کا یہ قول نقل ہے " لو کانت ثلث ایات لجعلتها سورة علی حدة " یعنی کاش یہ تین آیات

ہوتیں تو میں اس کا الگ "سورہ بنا دیتا" کیا حضرت عمر کو اختیار تھا کہ وہ اپنی مرضی سے سورتیں بنا ڈالیں؟

سوال ۲۵۲ ۔ اگر اختیار تھا تو قولِ رسولؐ بتا دیجئے اور اگر نہیں تھا تو انہوں نے کلام خدا کے بارے غیر نبی ہوتے ہوئے ایسا کیوں کہا؟

سوال ۲۵۳ ۔ کیا حضرت عمر آپ کے مذہب کے مطابق اس بات کے مجاز تھے کہ سورۂ بقرہ کی آیات سورۂ بنی اسرائیل میں لگا دیں؟

سوال ۲۵۴ ۔ اگر تھے تو پھر زید نے ان کی ایک آیت لینے سے انکار کیوں کیا؟ کیا زید اُن کے اس اختیار سے واقف نہ تھے چلو زید نہ سہی حضرت ابوبکر کو تو ضرور معلوم ہونا چاہیے تھا؟

سوال ۲۵۵ ۔ اگر ان کے پاس یہ اختیار نہیں تھا تو اس روایت کا جواب دیجئے حضرت زبیر نے کہا کہ حارث بن خزیمہ آخر سورۂ برأت کی یہ دو آیتیں لائے اور بولے میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ دونوں آیتیں رسول اللہؐ سے سماعت کر کے یاد رکھی ہیں جناب عمر نے کہا واللہ میں بھی شاہد ہوں کہ میں نے ان دونوں کو سنا ہے کاش یہ تین آیتیں ہوتیں تو میں ان کا جدا گانہ سورۂ بنا دیتا خیر اب تم قرآن کا آخری سورۂ دیکھو اور ان دونوں کو اس کے آخر میں لگا دو" (اتقان جلد ۱ صفحہ ۶۳) سورۂ برأت کی آیات کسی دوسری سورت میں لگانے کا حکم حضرت صاحب نے کیوں دیا؟

سوال ۲۵۶ ۔ کیا روایت بالا سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ جس قرآن کو حضرت عمر جانتے تھے اس کا آخری سورۂ "سورہ برأت" تھا؟ جب کہ حضرت عثمان والے قرآن میں یہ ترتیب نہیں ہے؟

(واضح ہو کہ یہ حدیث موضوع بھی نہیں ہے کہ علامہ سیوطی نے درست تسلیم کر کے ہی اسے نقل کیا ہے)

سوال ۲۵۷ ۔ امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں روایت کیا ہے کہ زید

کہتے ہیں جب جنگ یمامہ کے بعد حضرت عمر نے حضرت ابو بکر کو قرآن جمع کرنے کا مشورہ دیا تو صدیق صاحب نے فرمایا "ہم وہ کام کیسے کریں جو رسول اللہ نے نہیں کیا" حضرت عمر نے کہا "واللہ یہ کام بہت اچھا ہے" دونوں میں کافی دیر جھگڑا ہوا آپ کے مذہب میں یہ بات ہے کہ جو بات سنت نہ ہو یعنی رسول نے نہ کی ہو وہ بدعت ہے۔ اقرار ابو بکر و تصدیق عمر بشہادت زید بن ثابت امام بخاری کے مطابق یہ ثابت ہوا کہ حضور نے جمع قرآن نہ فرمایا لہذا سنت کے خلاف ٹھہرا کیا آپ کا قرآن بدعت ہے یا سنت؟

سوال ۲۵۸ :- روایت مذکورہ ہی میں آگے بیان ہوا ہے اس تکرار کے بعد حضرت ابو بکر نے فرمایا اللہ میاں نے ان کی بھی (حضرت عمر کی طرح) شرح صدر کر دی چنانچہ روایت ہے کہ راوی زید کہتے ہیں کہ انہوں نے مجھے قرآن جمع کرنے کی فرمائش کی زید بولے "واللہ اگر ان پہاڑیوں میں سے کسی پہاڑ کے نقل کرنے کی یہ لوگ مجھے تکلیف دیتے تو مجھے اتنا گراں نہ گزرتا کہ مجھے جمع قرآن کا حکم دیا" کیا زید اس کام کو مستحسن و فلاحی و جائز نہیں سمجھتے تھے؟

سوال ۲۵۹ :- اگر زید کی نگاہ میں یہ کام ٹھیک تھا تو اسی روایت میں ہے کہ زید کہتے ہیں میں نے ان دونوں سے کہا (یعنی حضرات ابو بکر و عمر سے) "تم لوگ وہ کام کیوں کرتے ہو جو رسول نے نہیں کیا" فرمایا "واللہ یہ کام اچھا ہے۔ پس جناب ابو بکر مجھ سے نزاع کرتے رہے تا اینکہ اللہ نے میرا سینہ کھول دیا اس کام کے لئے جس کے واسطے شیخین کے سینے کشادہ فرماتے تھے" جواب دیجئے کہ زید کو حضرات شیخین کی شرح صدر پر اعتبار کیوں نہ آگیا کہ ان سے نزاع کی؟

سوال ۲۶۰ :- کیا بعد از رسول اگر کوئی غیر نبی شخص یہ دعوای کرے کہ میرا سینہ اللہ نے کشادہ کر دیا ہے لہذا قرآن و سنت کے خلاف کوئی کام جدید دین میں داخل کر لیں تو آپ اس کا دعوای قبول کر لیں گے؟

سوال ۲۶۱:۔ اگر کرلیں گے تو پھر مرزا غلام احمد قادیانی پر کاذب ہونے کا الزام کیوں لگاتے ہیں اور اس کا الہام کیوں نہیں مان لیتے؟

سوال ۲۶۲:۔ اگر نہیں کریں گے تو پھر حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت زید بن ثابتؓ یا دیگر حضرات کے الہام کو کس دلیل سے مانا گیا ہے؟

سوال ۲۶۳:۔ اگر یہ کام فی الواقعہ الہامی ہدایت کے تحت ہی ہوا تو پھر حضرت عثمانؓ نے اسے بجنسہٖ قبول کرنے میں کیوں احتیاط برتی کیا وہ اس الہام کی قدر نہیں کرتے تھے؟

سوال ۲۶۴:۔ اگر حضرت عثمانؓ پر بھی الہام ہوا کہ انہوں نے ازسرِ نو جمع قرآن کی طرف توجہ فرمائی تو براہِ نوازش اس الہام و تضاد کی وجہ تفصیل سے بیان کردیں؟

سوال ۲۶۵:۔ اب چونکہ آپ کے ہاں ایسا الہام اہم اور دلچسپ ہے لہٰذا میں یہ دعوٰی (جھوٹا) کرتا ہوں کہ مجھے بھی الہام ہوا ہے کہ آپ سے پوچھوں کہ بتائیے قرآن موجود کے دوسرے پارہ کے چودہویں رکوع میں عدۃِ وفات کی آیت ناسخہ اور پندرہویں رکوع میں آیۃ منسوخہ کیوں ہے حالانکہ قولِ خداوندی ہے کہ "**ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا و مثلہا**"۔ یعنی قاعدہ خدا یہ ہے کہ جب کوئی آیت منسوخ کردی جاتی ہے تو اس کی جگہ نئی ناسخ آیت ہے اسی طرح اللہ کا ارشاد ہے کہ **بدلنا آیۃ مکان آیۃ** جس سے ثابت ہے کہ ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلی جاتی ہے پس یہ کیسی ترتیبِ خداوندی ہے کہ ناسخ مقدم ہے؟

سوال ۲۶۶:۔ ویسا ہی دوسرا الہام ہم کو یہ ہوا ہے کہ آپ سے دریافت کریں قرآن کے چوتھے پارہ کا دوسرا رکوع نکال کر آیۃ "**فاما الذین اسودت وجوھھم**" کی تلاوت فرمائیے اور ازراہِ مہربانی اس کی ترکیب نحوی سے آگاہ کردیجئے اور مبتدا کی خبر کردیجئے اگر کہیے کہ محذوف ہے تو یہ بھی فرما

دیجئے کہ کیا اسے خود رسول کریمؐ نے محذوف فرمایا ہے اگر فرمایا ہے تو کسی ایک حدیث متواتر کا نشان اپنی کتابوں ہی سے بتا دیجئے اس کے علاوہ ہم کوئی دوسرا عذر نہیں مانیں گے کہ یہ حکم بھی ہمیں اپنے الہام ہی سے ملا ہے؟

سوال نمبر ۲۶۷:۔ اگر آپ مطلوبہ حدیث متواتر پیش کرنے سے قاصر ہیں تو پھر دوسری صورت از خود یہی پیدا ہو گی کہ قرآن جمع کرنے والوں سے غلطی سے ارتکاب حذف ہوا یا پھر صحابہ کو آیت ہی اتنی ہاتھ لگی کیا ایسی صورت آپ کے لئے قرآن کے ناقص ہونے کا ثبوت نہیں ہے؟

سوال نمبر ۲۶۸:۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ حضرت عثمانؓ نے سورۂ برات کو سورۂ انفال کا جزو سمجھ کر دونوں کو ملا لیا اس لئے سورۂ توبہ سے پہلے بسم اللہ نہیں ہے (اتقان جلد ۱ صفحہ ۶۲) کیا جو قرآن عہد ابوبکر میں جمع کیا گیا اس میں بھی ایسا ہی تھا؟

سوال نمبر ۲۶۹:۔ اگر ایسا ہی تھا تو غیر معتبر ہوا یا نہیں؟

سوال نمبر ۲۷۰:۔ اگر ایسا نہیں تھا تو بتائیے پھر حضرت عثمانؓ نے خلاف شیخین ان کے قرآن میں قطع و برید و اضافہ کیوں کیا، کیا آپ کے خیال میں سلسلۂ وحی نبوت کے بعد اللہ نے سلسلۂ الہام اصحاب نبیؐ شروع کر دیا تھا؟

سوال نمبر ۲۷۱:۔ مستند قاری قرآن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد پیغمبرؐ ہے کہ عبداللہ بن مسعود سے قرآن پڑھو کیا آپ اس فرمان نبیؐ کو تسلیم کرتے ہیں؟ اگر نہیں تو وجہ بتائیے؟

سوال نمبر ۲۷۲:۔ اگر تسلیم کرتے ہیں تو علامہ حافظ جلال الدین سیوطی نے اتقان جلد ۱ صفحہ ۶۷ پر صاحب اقناع کا قول لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں سورۂ توبہ کیلئے بسم اللہ ثابت تھی، اب اس سورت سے قبل بسم اللہ کیوں نہیں ہے؟

سوال نمبر ۲۷۳:۔ بتائیے خدا نے قرآن کے قائم رکھنے کا حکم کس کو دیا ہے یہ حکم

کون سی آیت میں ہے مکمل حوالہ نقل فرمائیے؟

سوال ۱۷۴ ۲:۔ اپنی کتب صحاح سے اُن اصحاب رسول کے نام لکھ دیجئے جنہوں نے آنحضرت سے پورا قرآن پڑھا ہو؟

سوال ۱۷۵ ۲:۔ قرآت کا رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یاد کرنا آپ کی کتابوں کے مطابق کس کس صحابی کیلئے ثابت ہے؟ صرف پانچ نام لکھ دیجئے اور مکمل حوالہ لکھئے؟

سوال ۱۷۶ ۲:۔ آپ کے مشہور قاضی ابوبکر کا قول ہے کہ "آیات کی ترتیب ایک ضروری چیز ہے اور لازمی حکم ہے۔ اس لئے کہ جبرائیل آتے تھے اور کہتے تھے کہ فلاں آیت کو فلاں موضع میں رکھئے" اگر ترتیب ضروری ولازم چیز تھی اور جبرائیل نے یہ ترتیب حضور کو بتادی تھی تو پھر بتائیے وہ مرتب کردہ کتاب جو جبرائیل کی ترتیب کے مطابق خود آنحضرت نے تیار فرمائی کیا ہوئی؟

سوال ۱۷۷ ۲:۔ قاضی صاحب موصوف اسی بیان کے بعد خود ہی اس بات کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں "وانہ یمکن ان یکون الرسول قد رتب سورۃ ویمکن ان یکون قد وکل ذالک الی الامۃ بعدہ ولم یتول ذالک بنفسہ قال وھذا الثانی اقرب" ممکن ہے سورتوں کی ترتیب بھی رسول اللہ نے خود دی ہو اور ممکن ہے یہ کام اپنے بعد اُمت کے سپرد کر دیا ہو اور خود نہ انجام دیا ہو قاضی صاحب نے کہا ہے کہ یہی دوسری بات زیادہ قریب ہے" اب فرمائیے جب آیات کی ترتیب دی تھی تو پھر سورتوں کی ترتیب تو از خود ہی وجود میں آگئی لہذا امت کو یہ کام سونپنے کی کیا ضرورت تھی؟

سوال ۱۷۸ ۲:۔ اگر یہ کام اُمت کے سپرد حضور نے خود ہی کر دیا تھا تو بتائیے انہام ہونے سے پہلے حضرت ابوبکر اور حضرت زید نے اس کام کو

خلاف سنت رسولؐ کیوں سمجھا؟

سوال ۲۷۹:۔ الفاظِ قرآن ہیں "یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک" یعنی اے رسولؐ پہنچا دیجئے جو آپ کی طرف نازل ہوا۔ اب فرمائیے کیا رسولؐ نے خدا کے اس حکم کی تعمیل کی؟

سوال ۲۸۰:۔ اگر تعمیل کی تو ضروری ہے کہ حضورؐ نے امت کو قرآن منزل پہنچا دیا لہٰذا بتلایئے وہ قرآن چھوڑ کر دو مرتبہ جمع کی زحمت اٹھانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

سوال ۲۸۱:۔ اگر نہیں پہنچایا یا ادھورا رہنے دیا کہ کچھ ذمہ داری امت پر ڈال دی تو کیا حکم خدا کی خلاف ورزی نہ کی؟

سوال ۲۸۲:۔ یہ بات مسلّمہ ہے کہ قرآن سات حرف میں نازل ہوا موجودہ قرآن ایک حرف میں ہے۔ فرمائیے باقی چھ حرف کس نے چھوڑ دیئے گئے؟

سوال ۲۸۳:۔ اتقان جلد ۱ ص ۶۳ میں علامہ سیوطی لکھتے ہیں "ان میں سے بعض نے نزولی ترتیب پر قرآن مرتب کیا تھا وہ مصحف علیؑ ہے" بتایئے خلفاء نے اس مصحف کو کس وجہ سے قبول نہ کیا صرف تین وجوہات سے آگاہ کر دیجئے؟

سوال ۲۸۴:۔ اہل سنت تحریف قرآن کے معتقد ہیں یا نہیں؟

سوال ۲۸۵:۔ اہل سنت تحریف کا اعتقاد رکھنے والے کو کیا سمجھتے ہیں؟

سوال ۲۸۶:۔ حیات پیغمبرؐ میں سلسلہ نسخ بند ہو گیا تھا یا نہیں؟

سوال ۲۸۷:۔ کیا حضورؐ نے منسوخ شدہ آیات کو ناسخ آیات سے بدل دیا تھا یا نہیں؟

سوال ۲۸۸:۔ اگر نہیں بدلا تو حکم الٰہی کی تعمیل نہ کی۔ کیا حکم عدول نبی معتبر ہو سکتا ہے؟

سوال ۲۸۹:۔ جب آپ کے ایمان میں قرآن کو مکمل کہنا ہی منع ہے تو

پھر قرآن کے کامل و جامع ہونے پر آپ کے اعتقاد کو خالص کیوں کر مانا جاسکتا ہے ملاحظہ فرمائیں قول ابن عمر اتقان جلد ۲ صہ ۲۵

سوال ۔ ۲۹۰ ۔ جو صاحب ایمان دعویدار اسلام قرآن سے کراہیت کرے آپ اُسے کیا سمجھیں گے؟

سوال ۲۹۱ ۔ کیا اللہ کا رسولؐ قرآن کو مکروہ سمجھ سکتا ہے؟

سوال ۔ ۲۹۲ ۔ جس فرقہ میں الزام صاحب قرآن سیدالانبیاء پر لگایا جائے کہ وہ معاذاللہ قرآن سے کراہت کرتے تھے۔ کیا وہ فرقہ رسولؐ پر افترا نہیں باندھتا ہے؟

سوال ۔ ۲۹۳ ۔ نبیؐ پر افترا اور نسبت کذب کرنے والا کس سزا کا مستحق ہے۔ جب کہ وہ دعویٰ اسلام بھی کرے؟

سوال ۔ ۲۹۴ ۔ آپ کا اس روایت پر کیا تبصرہ ہے؟ بکثرت طریقوں سے حاکم نے ابن الصلت سے روایت کی ہے اس نے کہا زید بن ثابت اور سعید بن العاص دونوں قرآن لکھ رہے تھے جس وقت ان دونوں کا گزر آیہ رجم پر ہوا پس زید نے فرمایا میں نے رسولؐ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بوڑھا اور بڑھیا جب زنا کریں تو ان کو دُرّے ضرور لگانا عمر نے کہا جب یہ آیہ رجم نازل ہوئی تو میں نے رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ آپ اسے لکھوا دیجئے آپؐ نے اس سے کراہت فرمائی (فقال عمر لما نزلت اٰیتہ النبی صلعم اکتبھا فکانہ کرہ ذالک)

(اتقان جلد ۲ صہ ۲۶)

سوال ۔ ۲۹۵ ۔ مسلک اہل سُنت والجماعت کے مطابق حقیقت و ماہیت قرآن کیا؟

سوال ۔ ۲۹۶ ۔ سُنی مذہب کے مطابق قرآن کہاں سے نازل ہوا۔ اور حروفِ سبعہ سے آپکے ہاں کیا مُراد ہے؟

سوال ۔ ۲۹۷ ۔ جب حضورؐ کو دعوتِ ذوالعشیرہ کا حکم ہوا تو کیا اس دعوت

میں حضرت ابوبکر شریک ہوئے؟

سوال نمبر ۲۹۸:۔ اس دعوت پر رسول مقبول نے مدعوین سے کیا ارشاد فرمایا؟

سوال نمبر ۲۹۹:۔ آپ کے پیغام کو کس کس نے قبول کیا؟

سوال نمبر ۳۰۰:۔ کیا اس دعوت کے انعقاد سے قبل آپ نے عوام پر اظہار نبوت کیا؟

سوال نمبر ۳۰۱:۔ کیا اس دعوت سے پہلے حضور نے کسی کو اسلام لانے کیلئے فرمایا؟

سوال نمبر ۳۰۲:۔ حضرت ابوبکر دعوت ذوالعشیرہ کے وقت مکہ میں موجود تھے یا نہیں؟

سوال نمبر ۳۰۳:۔ شب ہجرت حضرت ابوبکر کو اگر رسول کریم اپنی مرضی سے ساتھ لے گئے تھے تو وہ حدیث بتائیے جس میں مرقوم ہو کہ رسول اللہ نے حضرت ابوبکر کو ہم سفری کے لئے حکم دیا ہو؟ حوالہ صحیح دیجئے اور روایت کے معتبر ہونے کا ثبوت بھی پیش کریں؟

سوال نمبر ۳۰۴:۔ حضرت ابوبکر کے قول سے ثابت کیجئے کہ شب ہجرت مجھے خصوصی طور پر حضور نے بلایا کہ میں اُن کے ساتھ جاؤں؟

سوال نمبر ۳۰۵:۔ سورۂ توبہ کی آیت میں حضرت ابوبکر کیلئے لفظ "صاحب" استعمال ہوا ہے جو آپ فضیلت آنجناب میں پیش کرتے ہیں بتائیے پھر اہل عرب "یا صاحب الحمار" کیسے کہتے ہیں؟

سوال نمبر ۳۰۶:۔ حضرت یوسف نے اپنے کافر قیدیوں کے لئے فرمایا "یا صاحبی السجن" اسی طرح قرآن میں باغ والوں کے قصے میں یہ لفظ کافر کیلئے استعمال ہے قال له صاحبه وهو یحاوره اکفرت بالذی خلقك من تراب۔ الخ بتائیے اگر اس لفظ میں کوئی خاص فضیلت کا جواز ہے تو اسے کفار کیلئے اللہ نے کیوں استعمال فرمایا ہے؟

سوال نمبر ۳۰۷:۔ اسی آیت میں ہے کہ حضرت ابوبکر کو حضورؐ نے فرمایا "لاتحزن" فرمایئے حضرت ابوبکر کا یہ حزن اطاعت خدا اور رسولؐ میں تھا یا نہیں؟

سوال نمبر ۳۰۸:۔ اگر یہ حزن و خوف جناب ابوبکر کا اطاعت حقہ میں تھا تو پھر امر حق سے رسولؐ نے منع کیوں فرمایا؟

سوال نمبر ۳۰۹:۔ اگر یہ حزن و خوف اطاعت میں نہ تھا بلکہ سستی و بزدلی اور ضعیف الاعتقادی اور خدا و رسولؐ پر یقین کامل کی کمی کا نتیجہ تھا تو پھر فضیلت کیسے ٹھہرا؟

سوال نمبر ۳۱۰:۔ ارشاد خداوندی ہے کہ " الا ان اولیاء اللّٰہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون" یعنی " یقیناً خدا کے ولی وہ ہیں جن کو نہ ہی خوف ہوتا ہے نہ ہی حزن" اس حصری تعریف و شرط ولایت کے بعد رسول کریم کا یہ فرمانا کہ " لا تحزن" کیا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر اولیاء اللّٰہ میں سے نہ تھے؟

سوال نمبر ۳۱۱:۔ سنا ہے کہ غار ثور میں حضرت ابوبکر کو سانپ نے ڈس لیا جب خدا کو اپنے پیغمبر کی حفاظت کرنا منظور تھی اور ہجرت امر الٰہی ہی کے مطابق تھی تو پھر غار میں سانپ کا مسلط کر دینا خدا نے کیوں ضروری سمجھا جب کہ اہتمام قدرت یہ تھا کہ حتی العنکبوت مکڑی کو حکم دیدیا گیا تھا کہ جالا تن کر غار کا منہ بند کر دے؟ اور پرندہ نے فوری انڈے دے دیئے؟

سوال نمبر ۳۱۲:۔ آیت مقدسہ ہی میں ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا " ان اللّٰہ معنا" یعنی خدا ہمارے ساتھ ہے اس سے آپ حضرت ابوبکر کی کیا فضیلت قائم فرماتے ہیں؟

سوال نمبر ۳۱۳:۔ کیا جمع کا صیغہ تعظیماً رسولؐ کے لئے استعمال نہیں ہو سکتا ہے؟

سوال نمبر ۳۱۴:۔ ارشاد خداوندی ہے کہ " ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم و لا خمسۃ الا ھو سادسھم و لا ادنیٰ من

ذالک الا ھو معھم" یعنی راہ گیروں میں سے نہیں ہیں تین آدمی مگر یہ کہ چوتھا اللہ تعالیٰ ہے اور نہیں ہیں پانچ آدمی مگر یہ کہ خدا ان کا چھٹا ہے نہ کمتر ہیں اس سے نہ زیادہ ہیں ان سے مگر خدائے تعالیٰ اُن کے ہمراہ ہے اس آیت سے ثابت ہوا کہ تمام کافروں، مشرکوں، منافقوں، مومنوں اور مسلمانوں کے ساتھ خدا ہے پھر حضرت ابوبکر کو اس "مع" سے کیا خاص فضیلت حاصل ہوئی؟

سوال ۳۱۵:- "فانزل اللہ سکینتہ" پس اللہ نے اس پر تسکین نازل فرمائی یہ الفاظ کس کے لیے خدا نے استعمال فرمائے ہیں؟

سوال ۳۱۶:- یہاں ضمیر واحد مذکر کیوں استعمال کی گئی ہے؟

سوال ۳۱۷:- آپ کے مذہب میں مہاجر کی تعریف کیا ہے؟

سوال ۳۱۸:- آپ سابقین سے کیا مُراد لیتے ہیں؟

سوال ۳۱۹:- جب حضرت ابوبکر اسلام لائے تو ان کے ختنے قبول اسلام کے کتنے روز بعد ہوئے؟

سوال ۳۲۰:- جنگ بدر اسلام کی پہلی لڑائی تھی ضروری ہے کہ حضرت صاحب نے اس جہاد میں شرکت کی ہو گی؟

ازراہ نوازش صرف تین نام ان کافروں کے تحریر کر دیجئے جو آپ جناب کے دستِ شجاعت سے واصل جہنم ہوئے مگر حوالہ مکمل تحریر فرمائیے بے شک کتابیں اپنی ہی دیکھئے؟

سوال ۳۲۱:- حضرت ابوبکر کا اصل نام جو انکے والدین نے رکھا تھا تحریر فرما دیجئے؟

سوال ۳۲۲:- مشرک ظالم ہے یا عادل؟

سوال ۳۲۳:- کیا ظالم خلیفہ رسول ہو سکتا ہے؟ اگر ہو سکتا ہے تو "قال لا ینال عھدی الظالمین" کی شرط کا کیا تدارک ہو گا؟

سوال نمبر ۳۲۴۔ اگر حضرت ابوبکر کو رسولؐ صدیق سمجھتے تھے تو پھر ان کو مباہلہ میں ساتھ کیوں نہ لے گئے؟

سوال نمبر ۳۲۵۔ حضرت ابوبکر کو حضرت علیؑ پر کون سی آیتِ قرآن سے فضیلت ثابت ہوتی ہے؟

سوال نمبر ۳۲۶۔ کوئی ایسی متواتر، مرفوع حدیث پیش کیجیے جس کے تمام راوی ثقہ ہوں جو یہ ثابت کرے کہ حضرت ابوبکر حضرت علیؑ سے افضل ہیں؟ مہربانی کر کے اس کے متواتر ہونے، مرفوع ہونے اور تمام راویوں کے ثقہ ہونے کا ثبوت بھی بالتفصیل رقم فرمائیے؟

سوال نمبر ۳۲۷۔ آپ کے علامہ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے۔ کہ "وسب الشیخین وقتلھما لیس بکفر" یعنی حضراتِ شیخین (ابوبکر و عمر) کو گالیاں دینا یا قتل کر دینا کفر نہیں ہے پھر آپ شیعوں پر بلاوجہ (محض انکارِ فضیلت پر ہی) کیوں ایسے بیہودہ فتوے لگاتے ہیں؟

سوال نمبر ۳۲۸۔ اللہ کی بنائی ہوئی شے اچھی ہوتی ہے یا بندوں کی؟

سوال نمبر ۳۲۹۔ گناہ گار و خاطی بہتر ہے یا بے گناہ و معصوم؟

سوال نمبر ۳۳۰۔ شجاع و عالم افضل ہوگا یا جاہل و بزدل؟

سوال نمبر ۳۳۱۔ اگر مستحق گھر میں موجود ہو تو بیرونی مستحقین سے اُس کا حق مقدم ہوگا یا نہیں؟

سوال نمبر ۳۳۲۔ حدیث شریف چہار یار (جامع ترمذی جلد ۲ مطبوعہ نولکشور ص ۲۷۵) میں اس طرح لکھی گئی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا مجھے چار شخصوں سے محبت کا حکم دیا گیا ہے۔ کسی نے سوال کیا تو آپ نے "علی علی علی" تین مرتبہ فرمایا اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام لیے۔ "جواب دیجئے ان میں حضرت ابوبکر کا نام کیوں نہیں ہے؟"

سوال ۳۳۳:- اگر حضرت ابوبکر کی کوئی کرامت یا معجزہ آپ کو یاد ہو تو کسی صحیح و غیر مجروح روایت کی نشان دہی فرما دیجئے اور اس معجزے و کرامت کا بیان بھی تفصیل سے لکھ دیجئے؟

سوال ۳۳۴:- کیا آپ تسلیم کرتے ہیں کہ "نحن معاشر الانبیاء" والی حدیث صحیح ہے حالانکہ اصول کافی میں بھی ایسی حدیث ابوالبختری کذاب سے مروی ہے؟

سوال ۳۳۵:- اگر صحیح ہے تو اس کو قرآن مجید کے موافق ثابت کر دیجئے اگر نہ ہو سکے تو کم از کم تین اصحاب رسول کا جن میں صرف ایک خاندان بنی عبدالمطلب سے ہو حضرت ابوبکر کے علاوہ راوی بتا دیجئے جنہوں نے اس حدیث کو روایت کیا ہو؟

سوال ۳۳۶:- اگر یہ حدیث صحیح ہے تو فرمائیے کہ پھر حضرت عمر نے اس پر پورا پورا عمل کیوں نہ کیا جیسا کہ صحیح بخاری سیپارہ ۱۲ صہ ۱۶ مطبع احمدی لاہور میں ہے؟ انہوں نے اپنی خلافت کے زمانے میں جائیداد مدینہ منورہ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب اور حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کے حوالے کر دی اور عملاً قول و فعل ابوبکر کو باطل کر دکھایا؟

سوال ۳۳۷:- صحیح بخاری سے ثابت کیجئے کہ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا حضرت ابوبکر پر غضبناک نہ تھیں؟

سوال ۳۳۸:- صحیح بخاری ترجمہ علامہ مولوی وحید الزمان پارہ بارہواں صہ ۸۱ کتاب الجہاد والسیر باب برکتہ الغازی فی مالہ حیاً ومیتاً مع النبی صلعم میں ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے (اپنے باپ کا ترکہ بعد ادائے قرضہ) تقسیم کیا زبیر کی چار بیویاں تھیں باوجودیکہ ۱/۳ حصہ وصیت کا نکالا گیا جب بھی ہر بی بی کو بارہ بارہ لاکھ ہاتھ آئے اور کل جائیداد زبیر کی پانچ کروڑ دو لاکھ درہم کی ہوئی زبیر داماد ابوبکر تھے فرمائیے اتنی دولت

انہیں کیسے حاصل ہوئی؟

سوال نمبر ۳۳۹:۔ تاریخ الخلفاء علامہ جلال الدین سیوطی عربی صفحہ ۴۸ مطبوعہ سرکاری میں ہے کہ کان ابوبکر سبابًا اونسابًا یعنی حضرت ابوبکر سب سے زیادہ گالی بکنے والے تھے یا نسب نامہ جاننے والے تھے اب گذارش یہ ہے کہ اپنے خلیفہ صاحب کی عادت شیعہ غریبوں کیلئے اعتراض کیوں بنائی جاتی ہے۔؟

سوال نمبر ۳۴۰:۔ فجاءۃ سلمیٰ نامی شخص جو مرتے دم تک کلمہ شہادت پڑھتا رہا اُسے حضرت ابوبکر نے کس جرم میں آگ میں ڈال کر جلادیا، ملاحظہ کیجئے تاریخ ابن خلدون، ابن اثیر، تاریخ اسلام جلد ۲ باب دوم صفحہ ۳۳ فٹ نوٹ بحوالہ ثبوت خلافت حصّہ دوم صفحہ ۷۹

سوال نمبر ۳۴۱:۔ آپکی بخاری پ ۱۲ صفحہ ۱۶ کتاب المغازی اور ابوداؤد مترجم صفحہ ۵۳۷ میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے اپنے دورِ حکومت میں سادات پر خمس بند کردیا جو ان کو اللہ کے حکم سے زمانہ رسولؐ میں ملتا رہا۔ آخر حکومت حاصل کر لینے کے باوجود حضرت صاحب کو ایسا کرنا کیوں ضروری ہوا؟

سوال نمبر ۳۴۲:۔ تیسیر الباری ترجمہ صحیح بخاری باب الشرط مع الناس پارہ ۱۱ صفحہ ۱۱ مع حاشیہ مطبع احمد لاہوری میں ہے کہ مشرکین مکہ کا سفیر عروہ حاضر خدمت حضورؐ ہوا اور عرض کیا کہ اگر قریش مکہ غالب ہو گئے تو قسم خدا کی میں تمہارے ساتھیوں کے منہ دیکھ رہا ہوں کہ یہ تمہیں چھوڑ کر چل دیں گے یہ سن کر حضرت ابوبکر کو طیش آ گیا آپ نے اسے گالی دی (کہ لات نامی بت کی شرمگاہ زنانہ چاٹ) کیا ہم حضرت کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟ سفیر کو گالی دینا اور موجودگی رسولؐ کا احساس نہ کرنا پھر مذکر بُت کے لئے مونث بات کرنا۔ کیسی تہذیب و علم و رواداری ہے؟

سوال نمبر ۳۴۳:- صواعق محرقہ باب اول فصل ۵ اور روضۃ الاحباب جلد نمبر ۱ صفحہ ۲۱۰ میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے اپنی صاحبزادی کا وظیفہ بیت المال سے دس ہزار درہم مقرر کیا، بتائیے دختر رسولؐ کا باغ کیوں چھین لیا؟

سوال نمبر ۳۴۴:- جنگ خندق میں حضرت ابوبکر کا کردار و کارنامے سپرد قلم کیجیے؟

سوال نمبر ۳۴۵:- کتاب کشف المعطا عن کتاب الموطا مطبع صدیقی لاہور ص ۳۰۱ میں ہے کہ ابو النضر سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ احد کے شہیدوں کے لئے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کا میں گواہ ہوں حضرت ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم ان کے بھائی نہیں ہیں۔ جیسے وہ مسلمان ویسے ہم جیسے انہوں نے جہاد کیا ویسے ہم نے کیا؟ فرمایا "ولا ادری ما تحدثون بعدی" یعنی معلوم نہیں کہ میرے بعد تم کیا احداث کر دگے تو ابوبکر رونے لگے ۔ ۔ ۔ ۔ (کتاب المغازی واقدی غزوہ احد ص ۱۰۲) جواب دیجئے حضورؐ نے ایسا کیوں فرمایا اور آپ کے صدیق اکبر کے گواہ کیوں نہ ہوئے؟

سوال نمبر ۳۴۶:- "اگر علیؑ بیعت نہ کرے تو اس کا گھر جلا دو" حضرت ابوبکر کا یہ حکم تاریخ ابو الفدا ص ۱۶۵ پر مرقوم ہے۔ کیا خلیفہ برحق ایسے بیعت طلب کیا کرتے ہیں؟

سوال نمبر ۳۴۷:- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب ازالۃ الخفا ص ۱۹۹ میں لکھتے ہیں حضورؐ نے ابوبکر کو فرمایا "ثکلتک امک" کہ تیری ماں تجھ پر روئے۔ یہ کلمہ بددعائیہ ہے آنحضرتؐ نے ایسا ارشاد کیوں کیا؟

سوال نمبر ۳۴۸:- کیا حضرت علیؑ کسی بھی جنگ میں حضرت ابوبکر کے ماتحت ہوئے؟

سوال نمبر ۳۴۹:- کیا حضرت ابوبکر کے زمانے میں حضرت علیؑ نے کوئی جنگی خدمت سرانجام دی؟

سوال نمبر ۳۵۰:- کیا حضرت سیدہ فاطمہ زہرا صلواۃ اللہ علیہا حضرت ابوبکر

کے پاس کوئی مطالبہ لیکر تشریف لے گئیں؟

سوال ۳۵۱:۔ اگر تشریف لے گئیں تو انہوں نے کیا طلب فرمایا؟ اور نہیں گئیں تو پھر حدیث "لا نورث" حضرت ابوبکر نے کس کو سنائی؟

سوال ۳۵۲:۔ کیا غصب فدک کا جو قصہ شیعہ بیان کرتے ہیں وہ وقوع پذیر ہوا؟

سوال ۳۵۳:۔ اگر نہیں ہوا تو کتابوں میں درج کیوں ہو گیا؟

سوال ۳۵۴:۔ صحیح بخاری میں حضرت عمر کا قول ہے کہ فدک خاص آنحضرت کی ملکیت تھا کیا آپ اس سے اتفاق کرتے ہیں؟

سوال ۳۵۵:۔ رسول مقبول نے قبل از رحلت اپنی ازواج و اولاد وغیرھم کیلئے کچھ وصیت فرمائی یا نہیں؟

سوال ۳۵۶:۔ اگر فرمائی تو کیا کسی مستند کتاب سے وہ عبارت نقل کیجئے؟

سوال ۳۵۷:۔ اگر نہیں فرمائی تو کیا اپنے اہل خانہ کو امت کے رحم و کرم پر بلا ہدایت و وصیت چھوڑ کر اس جہان سے رخصت ہوئے؟

سوال ۳۵۸:۔ قرآن مجید میں وصیت کا جو حکم آیا ہے وہ نقل فرما دیجئے؟

سوال ۳۵۹:۔ کیا رسول خدا عامل قرآن تھے؟

سوال ۳۶۰:۔ اگر نہیں تھے تو امت کو عمل قرآن کی تعلیم کیوں فرمائی؟

سوال ۳۶۱:۔ جب حضرت سیدہ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے ناراض ہو کر ان سے قطع کلامی اختیار کر لی تو کیا حضرت علیؑ یا حضرت عباسؓ نے بی بی صاحبہ کو خطاوار ٹھہرایا؟

سوال ۳۶۲:۔ بعد از وفات سیدہ حضرت علیؑ یا اولاد فاطمہؑ میں سے کسی معصوم ہستی نے جناب سیدہ کے اقدام کو غلط فہمی کا نتیجہ قرار دیا؟

سوال ۳۶۳:۔ اگر کسی کا کوئی ایسا قول آپ کی نظر سے گزرا ہو تو براہ مہربانی مکمل و مفصل طور پر نشاندہی کرا دیں؟

سوال ۳۶۴۔ آپ کی کتب میں موجود ہے کہ حضرت ابوبکر نے بی بی پاک سے گواہ طلب کئے بتائیے کیوں؟

سوال ۳۶۵۔ جب حضرت ابوبکر نے حدیث "لا نورث" بیان کی تو کس کو گواہ پیش کیا؟

سوال ۳۶۶۔ کیا آپ اس اصول کو مانتے ہیں کہ قبضہ دلیل ملکیت ہوتا ہے؟

سوال ۳۶۷۔ اگر کوئی فریق مقدمہ اپنے خلاف مقدمہ کا خود ہی فیصلہ صادر کردے تو اس کی حیثیت قانونی نقطہ نگاہ سے کیا ہوتی ہے؟

سوال ۳۶۸۔ حضرت علی علیہ السلام یا حضرات حسنین علیہما السلام کے اقوال سے ثابت کریں کہ حضرت ابوبکر کا فیصلہ مبنی بر حق تھا لیکن اسکا صحیح ہونا اور اس کے راویوں کا ثقہ ہونا ضروری ہے لہذا توثیق بھی ساتھ ہی پیش کردیجئے تاکہ شیعوں کا منہ بند ہو جائے؟

سوال ۳۶۹۔ قرآن مجید سے کسی ایک نبی کی مثال دے دیجئے جس کے وارثوں کو وراثت سے محروم کیا گیا ہو؟

سوال ۳۷۰۔ کیا قبل از وفات حضرت سیدہ آپ کے مطابق اپنی سہواً خطا پر نادم ہوگئی تھیں؟ ثبوت مفصل درکار ہے؟

سوال ۳۷۱۔ اگر بی بی پاک نے ایسا نہیں کیا تو ان کا یہ فعل آپ کی نظر میں کیا شرعی حیثیت رکھتا ہے؟

سوال ۳۷۲۔ کیا عم رسول حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ بیعت ابوبکر پر راضی ہو گئے؟

سوال ۳۷۳۔ اگر عشرہ مبشرہ میں سے کوئی صحابی تادم آخر حضرت ابوبکر کی بیعت سے کنارہ کش رہے تو اسکی بشارت قائم رہے گی یا نہیں؟

سوال ۳۷۴۔ اگر رہے گی تو پھر یہ کیوں ضروری ہے کہ کوئی منکر خلافت

ابوبکر مستحق سزا سمجھا جائے؟

سوال ۳۷۵۔ اگر نہیں رہے گی تو براہِ نوازش تمام اصحاب عشرہ مبشرہ کی بیعت ابوبکر ثابت کر دیجیے؟

سوال ۳۷۶۔ آپ کے ہاں ایک حدیث مشہور ہے کہ "کل طویل احمق الا العمر" یعنی عمر کے علاوہ تمام دراز قد احمق ہیں حالانکہ حضرت ابوبکر کا قد طویل بتایا جاتا ہے (اپنی حدیث کے مطابق) حضرت ابوبکر کو استثنیٰ کیوں حاصل نہیں ہے؟

سوال ۳۷۷۔ حضرت ابوبکر نے ایک حدیث بیان کی ہے کہ "کوئی شخص اس وقت تک پل صراط پار نہ کر سکے گا جب تک علیؑ اس کو پروانہ راہداری نہ دیں گے" کیا راوی حدیث کیلئے بھی ایسا پروانہ ضروری ہوگا یا نہیں؟

سوال ۳۷۸۔ کیا حضرت ابوبکر نے کبھی یہ دعوای کیا کہ میں حضرت علیؑ سے افضل ہوں؟

سوال ۳۷۹۔ اگر کیا تو کوئی ان کا ایسا قول نقل کر دیجیے؟

سوال ۳۸۰۔ اگر نہیں کیا تو پھر آپ یہ دعوای کیوں کرتے ہیں کہ ابوبکر حضرت علیؑ سے افضل ہیں؟

سوال ۳۸۱۔ اگر محض پہلے حاکم بن جانا ہی افضلیت کی دلیل ہے تو پھر کیوں یزید لع کو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمت اللہ علیہ سے افضل نہیں مان لیتے ہیں؟

سوال ۳۸۲۔ حضرت علی بن عثمان الہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری اپنی کتاب "کشف المحجوب" میں ایک روایت لکھتے ہیں حضرت عمر نے دیکھا کہ ابوبکر اپنی زبان پکڑ کر کھینچ رہے ہیں یہ دیکھ کر حضرت عمر نے کہا ہیں ہیں اللہ آپ کو معاف کرے۔ یہ کیا؟ حضرت ابوبکر نے فرمایا "جس خرابی سے میں دوچار ہوا ہوں اسی (زبان) کی وجہ سے ہوا ہوں" فرمائیں وہ خرابی کیا

تھی؟

سوال ۳۸۳:۔ منہاج السنہ میں علامہ امام اہل سنت ابن تیمیہ (جلد ۳ صفحہ ۱۶۱) نے تحریر کیا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیعت ابوبکر کے منکر رہے حالانکہ جناب سعدؓ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

سوال ۳۸۴:۔ کیا جس طریقہ سے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا گیا وہ مبنی بر خیر ہے؟

سوال ۳۸۵:۔ اگر خیر ہے تو پھر حضرت ابوبکر کے دستِ راست حضرت عمر نے کیوں کہا "ابوبکر کی بیعت بلاسوچے سمجھے ناگہانی طور پر واقع ہوگئی تھی۔ اللہ نے اس کے شر سے بچا لیا آئندہ اگر کوئی اس طرح کرے تو اسے قتل کر دینا" (صواعق محرقہ صفحہ ۳۶)

سوال ۳۸۶:۔ اگر بقول آپ کے حضرت ابوبکر کی حکومت آئینی اور جمہوری تھی تو حضرت فاروق اہل سنت کی نظر میں "فلتہ" کیوں ہے؟

سوال ۳۸۷:۔ اگر حکومت سازی کا یہ طریقہ قابلِ استحسان ہے تو پھر جناب عمر بن خطاب نے حکم قتل کیوں دیا ہے؟

سوال ۳۸۸:۔ حضرت رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سارے وعدے کس نے پورے کئے؟

سوال ۳۸۹:۔ جنابِ ختمی مرتبتؐ کے قرضے کون ادا کرتا رہا؟

سوال ۳۹۰:۔ حضور اکرمؐ نے تبرکات خاص کس کے حوالے کئے؟

سوال ۳۹۱:۔ کیا آپ کی کتابوں میں کوئی ایسی صحیح مرفوع حدیث موجود ہے کہ جس میں آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکر کے لئے "خلیفہ" یا "وصی" کے الفاظ استعمال کر کے امت کو ان کے حاکم ہونے کا حکم صادر فرمایا ہو؟ اگر ہے تو نقل کیجئے اور حوالہ مکمل دیجئے؟

سوال ۳۹۲:۔ جنازہ رسولؐ کو چھوڑ کر تدبیر حکومت کیوں ضروری ہوا؟

سوال ۳۹۳:۔ امکان سازش وحملہ کی صورت میں مرکز کی حفاظت ضروری

ہوتی ہے یا نہیں؟

سوال ۳۹۴:۔ مرکزی دارالسلطنت یثرب کو خالی چھوڑ کر جانا حرصِ اقتدار کی ترکیب سمجھا جائے یا حفاظت حکومت اسلامیہ؟

سوال ۳۹۵: "فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم ٥ اولئک الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمی ابصارھم" (سورۂ محمدؐ ۲۲، ۲۳) وہ وقت بالکل قریب ہے کہ تم لوگ حاکم بن جاؤ گے ارض (خدا) پر فساد برپا کرو گے اور اپنے رشتے منقطع کر لو گے ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے اور ان کے کانوں کو بہرہ کر دیا ہے اور آنکھوں کو اندھا کر دیا گیا ہے کیا یہ ارشاد خداوندی پیشنگوئی نہیں ہے کیا حضرت ابوبکر کا دور آغاز فساد فی الارض اور انقطاع الارحام سے نہ ہوا؟

سوال ۳۹۶: حضرت عمر نے وفاتِ رسولؐ سے انکار کیوں کیا؟ اور لوگوں کو برہنہ تلوار سے قتل کر دینے کی دھمکی کیوں دی؟

سوال ۳۹۷: اگر ایسا کرنا فرطِ غم وفاتِ رسولؐ کا نتیجہ تھا تو پھر تدفین و تکفین میں غیر حاضری کیوں ہوئی؟

سوال ۳۹۸:۔ ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہؒ مقصدِ اوّل صد ۲۲۷ میں ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا "خدا کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ" فرمائیے حضرت عمر کو اپنی حیثیت کیوں معلوم نہ تھی؟

سوال ۳۹۹: حضرت عمر بن خطاب کو سب سے پہلے امیر المومنین کس نے کہا؟ اور یہ لقب آپ کو کیوں پسند آ گیا؟

سوال ۴۰۰: شیخ جمال الدین محدث روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں حضرت عمر کو لقب "فاروق" اہل کتاب نے دیا آپ ثابت کیجئے کہ زمانہ رسولؐ مقبول میں یا دورِ ابوبکر میں حضرت عمر کو فاروقِ اعظم کہا جاتا تھا؟

سوال ۴۰۱: مشکوٰۃ باب الاعتصام جلد اوّل صد ۵۴ میں ہے کہ حضرت

عمر توریت کا ایک نسخہ لیکر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کو پڑھنا شروع کیا آنحضرت نے ناراض ہو کر فرمایا کہ بخدا اگر موسیٰ ہوتے تو تم اس کی اطاعت کرتے اور تم مجھے چھوڑ کر گمراہی اختیار کر لیتے لیکن اگر موسیٰ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو وہ میرا اتباع کرتے کیا آپ یہ بتانے کی تکلیف گوارہ کریں گے کہ حضرت موصوف ناراضگی رسولؐ کا باعث کیوں ہوئے اور محرف کتاب انہوں نے بحضورؐ رسول کیوں پڑھنا شروع کی؟

سوال ۴۰۲:۔ حضرت عمر کو خدمت رسولؐ میں قلم دوات پیش کرنے میں کیا اعتراض تھا؟

سوال ۴۰۳:۔ حضرت عمر نے آنحضرتؐ کے بارے میں "ہذیان" والا گستاخانہ جملہ کیوں کہا؟

سوال ۴۰۴:۔ آپ کے ہاں حضرت عمر بہت بہادر اور جری مانے جاتے ہیں؟ جنگ بدر میں ان کے ہاتھ سے کتنے آدمی کفار کے مارے گئے یا زخمی ہوئے یا خود ان کو کتنے زخم آئے؟

سوال ۴۰۵:۔ جنگ احد کے حالات میں تفسیر نیشاپوری جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۱۰ منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند احمد حنبل جلد ۱ صفحہ ۴۲۹ اور النہایہ ابن اثیر جزری باب الواو مع القاف صفحہ ۳۴۴ وغیرہ میں ہے کہ حضرت عمر حضورؐ کو نرغہ کفار میں چھوڑ کر فرار ہو گئے اور پہاڑ پر چڑھ کر بکری کی مانند چھلانگیں مارتے تھے" بتائیے میدان میں وہ ثابت قدم کیوں نہ رہے کیا حضرت صاحب جہاد فرمانے آئے تھے یا کوہ احد پر چھلی چھپا کھیلنے؟

سوال ۴۰۶:۔ جنگ خندق میں جب عمرو ابن عبدود نے للکارا اور حضرت رسولؐ اکرم نے حضرت عمر کو اس کا کلام قطع کرنے کا حکم دیا تو حضرت عمر نے کیا جواب دیا مکمل ثبوت کے ساتھ تحریر فرمائیں؟

سوال ۴۰۷:۔ حضرت عمر نے خود اعتراف کیا ہے کہ اتنا شک آنحضرت کی نبوت

پر مجھے کبھی نہ ہوا جتنا کہ صلح حدیبیہ کے روز ہوا''

بتائیے نبوت پر شک ہونے کے باوجود بھی آدمی مومن رہ سکتا ہے جملے کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ آپ پہلے بھی شک کرتے رہے؟

سوال ر ۴۰۸ ۔ کتب تاریخ میں ہے کہ فدک کے معاملے میں حضرت ابوبکر نے بی بی فاطمہ کے حق میں ان کو تحریر لکھ دی جیسا کہ تذکرہ خواص الامہ سبط ابن جوزی اور سیرت حلبیہ جلد ر ۳ صر ۳۹۲ وغیرہ سے ثابت ہے لیکن وہ وثیقہ حضرت عمر نے لے کر پھاڑ دیا بتائیے حضرت عمر نے خود اپنے تسلیم شدہ خلیفہ وامام کی ہتک کیوں کی؟ علاوہ ازیں مہربانی کر کے اس تحریر کی نقل بھی فرما دیجئے؟

سوال ر ۴۰۹ ۔ کیا حضرت عمر نے خود کبھی نمازِ تراویح پڑھی اگر پڑھی تو کس کے پیچھے؟

سوال ر ۴۱۰ ۔ طلاق ثلاثہ کا رواج کب سے شروع ہوا؟ صحیح مسلم میں باب الطلاق کا مطالعہ فرما کر جواب دیجئے؟

سوال ر ۴۱۱ ۔ صحیح بخاری کتاب المناقب پ ۱۴ صر ۹۶ میں ہے کہ حضرت عمر نے شراب نبیذ پی کیا آپ شراب کو جائز سمجھتے تھے؟

سوال ر ۴۱۲ ۔ کیا حضرت عمر کو قرآن مجید کی آیت تیمم معلوم تھی؟

سوال ر ۴۱۳ ۔ اگر یاد تھی تو انہوں نے خلاف کتاب وسنت یہ فتویٰ کیوں جاری کر دیا کہ پانی نہ ملے تو نماز نہ پڑھو؟ (صحیح مسلم وصحیح بخاری)

سوال ر ۴۱۴ ۔ جامع ترمذی جلد ر ۲ کتاب التفسیر صر ۳۳۲ میں ہے کہ حضرت عمر نے وطی فی الدبر (یعنی عورت سے پیچھے کی جانب فعل کرنا) کا ارتکاب کیا تو اللہ نے آیت نساء کم حرث لکم نازل کی حضرت صاحب کو الٹی راہیں کیوں پسند تھیں؟

سوال ر ۴۱۵ ۔ تیسیر الباری ترجمہ صحیح بخاری پ ۱۸ صر ۷۶ کتاب التفسیر میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب اس فعل (وطی فی الدبر) کے ہمیشہ

قائل رہے کیا اپنے والد کی عادت اُن کو اللہ کے حکم سے بھی عزیز تھی؟

سوال ۴۱۶۔ موجودگی آب میں و لواتی یعنی ڈھیلے پتھر سے استنجا کرنے کا جواز قرآن مجید میں دکھاتیے؟

سوال ۴۱۷۔ کسی مرفوع حدیث سے یہ طریقہ طہارت ثابت کر دیجئے کہ یہ سُنّت نبیؐ کریم ہے۔

سوال ۴۱۸۔ تیسیر الباری ترجمہ صحیح بخاری پارہ اوّل ص ۹۷ میں ہے کہ حضرت عمرؓ پیشاب کے بعد اپنے ذکر کو دیوار پر رگڑا کیا فعل عمر کو سُنّت رسول کہنا بہتان نہیں ہے؟

سوال ۴۱۹۔ راز دار رسولؐ حضرت حذیفہؓ سے حضرت عمر اپنے بارے میں کیا دریافت کیا کرتے تھے؟

سوال ۴۲۰۔ صحیح مسلم و تاریخ واقدی میں ہے کہ صحابہ سے حضورؐ نے دریافت کیا کہ جس وقت تم پر خزانہ فارس اور روم کے منہ کھول دیے جائیں گے اس وقت تم کیسے لوگ ہو گے، عبد الرحمٰن بن عوف نے کہا جیسا کہ ہمیں خدا نے حکم دیا ہے۔ ویسے ہی ہونگے آنحضرتؐ نے فرمایا "کبھی نہیں" بلکہ تم باہم حسد و نفسانیت کرو گے اور بغض رکھو گے اور یہ بھی فرمایا کہ مجھے تمہارے مشرک ہونے کا خوف نہیں مگر تم حرص و ہوا میں پھر جاؤ گے" بتائیے روم، فارس کے خزانے مسلمانوں کے ہاتھ کب آئے؟ اور اس وقت حاکم المسلمین کون تھا؟

سوال ۴۲۱۔ صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر پ ۱۲ ص ۴۸ میں حدیث رسولؐ ہے کہ "خدا اس دین اسلام" کی ایک شخص فاجر سے تائید کرے گا۔ اس حدیث پر تبصرہ کر دیجئے

سوال ۴۲۲۔ مشکوٰۃ شریف کتاب الامارت میں ہے حضورؐ نے فرمایا "تم (اصحاب) لوگ امارت حکومت پر زیادہ لالچی ہو جاؤ گے مگر قیامت کے

دن پچھاڑ دیں گے، کیا پیشنگوئی رسولؐ بعد از وفاتِ حضورؐ ہی پوری نہیں ہو گئی تھی؟

سوال ۴۲۳:- بخاری شریف میں ہے کہ حضرت علیؑ روزِ قیامت خدا کے سامنے دو زانو بیٹھ کر اپنے خصم سے حق جوئی کریں گے (کتاب المغازی پ۱۶ ص۹) حضرت امیر علیہ السلام کس چیز کا مطالبہ کریں گے وضاحت فرما دیجئے؟

سوال ۴۲۴:- حضرت حذیفہ یمانی رضی اللہ عنہ نے زمانہ اصحاب ثلاثہ دیکھا اور ۳۵ھ میں وفات پائی۔ کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ جناب حذیفہؓ نے حضرت عمر کو خلیفہ برحق تسلیم کیا؟ یا حضرت ابوبکر کی بیعت کی؟

سوال ۴۲۵:- صحیح مسلم جلد ۲ کتاب الامارت ص۱۲۷، صحیح بخاری کتاب المناقب پ۴ ص۵۲، مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن حصہ سوم ص۲۷ پر حضرت حذیفہ رضؓ کی ایک حدیث نقل ہوئی ہے آپؓ فرماتے ہیں کہ:-

میں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ حضورؐ پہلے ہم ایک شر میں تھے خدا نے بعد اس کے خیر بخشی (یعنی زمانہ جاہلیت سے دورِ رسولؐ بدلا) اب ہم اس میں ہیں کہ اس خیر کے بعد بھی کوئی شر ہے حضورؐ نے فرمایا ہاں حذیفہ رضؓ نے تعجباً یہی سوال دھرایا اور حضرتؐ نے وہی جواب دیا حذیفہ رضؓ نے پوچھا کہ وہ شر کیوں کر ہوگا؟ نبی کریمؐ نے جواب دیا کہ عنقریب ایسے لوگ امام و پیشوا بن جائیں گے کہ میری سنت و ہدایت پر نہ چلیں گے اور بہت قریب ہے کہ ان میں سے مرد ہوں جن کے دل مثل شیطان کے ہونگے اور جسم انسان کا حذیفہ رضؓ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ اگر میں ان کا زمانہ دیکھوں تو کیا کروں؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ان کی اطاعت مت کرنا۔ اگرچہ تیرا مال لوٹ لیا جائے اور پشت زخمی کر دی جائے"

(متفق علیہ) کیا صرف یہی ایک حدیث متفق علیہ خلافتِ ثلاثہ کو باطل

ٹھہرا دینے کے لیے کافی نہیں ہے؟

سوال ۔ ۴۲۶ ۔ اگر حضرت عمر کو رسول اللہ نے جنتی ہونے کی بشارت دے دی تھی جیسا کہ آپ نے ان کو عشرہ مبشرہ میں شمار کیا ہے تو فرمائیے انہیں بشارت رسولؐ پر یقین وایمان تھا یا نہیں؟

سوال ۔ ۴۲۷ ۔ اگر تھا تو پھر حضرت حذیفہؓ سے راز کیوں اگلوانے کیلئے پر تولا کرتے تھے؟

سوال ۔ ۴۲۸ ۔ کیا یہ کہیں چور کی داڑھی میں تنکا تو نہ تھا؟ (للہ ذرا نہ مانیئے کمترین کی غلط فہمی دور کر دیجئے اگر آپ خود کو حق پرست سمجھتے ہیں)

سوال ۔ ۴۲۹ ۔ عہد نبویؐ میں حضرت عمر کو خیبر کے علاوہ کس کس جنگ میں امیر لشکر مقرر کیا گیا اور ان کی قیادت میں مسلمانوں کو کس اہمیت کی جنگی کامیابیاں حاصل ہوئیں؟ ذرا تفصیل سے ایسے کارہائے نمایاں لکھ دیں اور ثبوت مکمل دیں؟

سوال ۔ ۴۳۰ ۔ کیا آپ کی نظر میں کوئی ایسا واقعہ بھی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کے ماتحت کر دیا ہو؟ اگر ہے تو نشان دہی فرمائیں۔

سوال ۔ ۴۳۱ ۔ صحیح مسلم میں حضرت عمر سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو گناہ گار جانا کیا آپ اپنے امام مسلم اپنے فاروق اعظم اور اپنے خلیفہ چہارم حیدر کرار پر اعتبار کرتے ہیں؟

سوال ۔ ۴۳۲ ۔ صحیح مسلم ہی میں ہے کہ حضرت عمر نے کہا ہے حضرت امیر علیہ السلام نے حضرات شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) کو خائن کہا فرمائیے ان دونوں نے کیا خیانت کی تھی؟ اگر یہ حضرات امین تھے تو علیؑ نے اُن پر ایسا بہتان کیوں باندھا؟

سوال ۔ ۴۳۳ ۔ امام مسلم کی اسی روایت میں ہے کہ حضرت علیؑ ان دونوں

خلیفوں کو غادر بھی فرمایا اس کی وجہ بتائیے؟

سوال ۴۳۴ :۔ مسلم شریف کی اسی روایت میں ہے حضرت علیؑ نے ان دونوں کو کاذب جانا۔ کیا صدیق، فاروق کو امام المتقین نے کاذب کہہ کر جھوٹ بولا؟ (معاذ اللہ)

سوال ۴۳۵ :۔ حضرت عمر نے اپنے دور حکومت میں بنی ہاشم کے کس فرد کو کلیدی عہدہ یعنی گورنری وغیرہ کے فرائض سونپے؟

سوال ۴۳۶ :۔ انصار میں سے کن کن اصحاب کو حضرت عمر نے گورنر بنایا پوری فہرست مرتب فرمائیے؟

سوال ۴۳۷ :۔ سوال ۳۹۵ میں ہم نے سورۂ محمدؐ کی دو آیات نقل کی ہیں اُن کی تلاوت دوبارہ کرکے اس حدیث کا مطلب سمجھا دیجئے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای ابا بکر و عمر فقال ھذان السمع والبصر (ترمذی شریف) یعنی حضورؐ نے فرمایا جب ابوبکر و عمر کو دیکھا کہ شنوائی و بینائی ہیں کیا یہ حدیث مطابق قرآن ہے یا خلاف قرآن؟

سوال ۴۳۸ :۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ "اگر علیؑ ابن ابی طالب موجود نہ ہوتے اور پیچیدہ معاملات درپیش آتے تو حضرت عمر ہمیشہ گھبرایا کرتے تھے۔ (صہ ۹۳ مطبوعہ زمیندار پریس لاہور) فرمائیں اگر وہ فاروق تھے تو یہ گھبراہٹ کیوں محسوس کرتے تھے؟

سوال ۴۳۹ :۔ مطالب السئول صہ ۳۰ پر حضرت عمر کا اقرار ہے کہ "علیؑ ہم سب سے زیادہ معاملہ فہم ہیں" کیا ہم سب میں حضرت عمر شامل نہیں؟

سوال ۴۴۰ :۔ آپ کے ہاں مشہور ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنی بیٹی اُم کلثوم کا نکاح معاذ اللہ حضرت عمر سے کر دیا اگر آپ یہ بات صحیح سمجھتے ہیں تو وہ تاریخ اور سن ہجری بتلائیے جب یہ نکاح ہوا اور نکاح کس نے پڑھایا؟ مکمل و مستند شیعہ حوالہ دیں۔

سوال ۔ ۱۴۴۴ :۔ زوجہ حضرت عمر ام کلثوم کی وفات کب ہوئی؟ سن ہجری لکھ دیجئے کافی ہے۔

سوال ۔ ۲۴۴۴ :۔ جب حضرت عمر نے اس بی بی سے نکاح کیا تو ان کی عمر کتنی تھی اور بی بی صاحبہ کا سن کیا تھا؟

سوال ۔ ۳۴۴۴ :۔ جب حضرت عمر فوت ہوئے تو بی بی صاحبہ کی عمر کتنی تھی؟

سوال ۔ ۴۴۴۴ :۔ حضرت عمر نے اس نکاح کی غرض و غایت کیا بیان کی ہے؟ مکمل حوالہ جات سے لکھئے؟

سوال ۔ ۵۴۴۴ :۔ جب حضرت عمر نے یہ نکاح کیا تو ان کی کتنی بیویاں اور لونڈیاں موجود تھیں اور اولاد کتنی تھی تفصیل بیان کریں؟

سوال ۔ ۶۴۴۴ :۔ جب کوئی نانا اپنی نواسی سے عقد کرے تو آپ اس کو کیا کہیں گے؟

سوال ۔ ۷۴۴۴ :۔ مستدرک حاکم میں ہے۔ کہ حضرت علیؑ سے جب حضرت عمر نے رشتہ مانگا تو آپؑ نے فرمایا کہ میں نے یہ رشتہ اپنے بھتیجے ابن جعفر کے لئے رکھا ہے لیکن حضرت عمر نے کہا آپ یہ رشتہ مجھے دیں بخدا کوئی شخص مجھ سے زیادہ اس اعزاز کا امیدوار نہیں ہے پس حضرت علیؑ نے اُم کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے کر دیا؟

جواب طلب امر یہ ہے کہ جب رشتہ ابن جعفر کیلئے مخصوص ہو چکا تھا تو پھر حضرت عمر نے ایک منسوبہ بی بی کیلئے ایک ہاشمی رشتہ دار رسولؐ کے رشتہ میں روڑا کیوں اٹکایا؟ اور ایک مومن ہاشمی رشتہ دار رسولؐ کا رشتہ تڑوا کر اس بڑھاپے میں اپنے ہاتھ پیلے کرنے کا خواب کیوں دیکھا؟

سوال ۔ ۸۴۴۴ :۔ حضرت علیؑ علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے فرزند کے جذبات کو ٹھیس کیوں پہنچائی اور معاذ اللہ

اپنی بیٹی کے لئے موزوں رشتہ تجویز کرنے کے بعد ایک ضعیف العمر شخص کو اپنی نابالغ لڑکی کیوں دے دی؟ خدا کے واسطے اخلاقی ضوابط کی روشنی میں یہ جواب دیجئے؟

سوال ۴۴۹ :۔ امام اہل سنت حاکم کا بیان اسی روایت میں اسی طرح جاری ہے کہ حضرت عمر مہاجرین کے پاس آئے اور اُن سے کہا مجھے مبارک باد کیوں نہیں دیتے لوگوں نے پوچھا کس بات کی؟ تو انہوں نے کہا "کلثوم بنت علی وابنت فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی اُم کلثوم بنت علی اور فاطمہ بنت رسولؐ اللہ کی بیٹی کی۔"

کیا ایک عمر رسیدہ شخص اس طرح بھی مبارک باد طلب کرتا اچھا لگتا ہے؟ اور پھر یہ کہ آخر حضرت صاحب کو صرف "ام کلثوم بنت علی" ہی کہنے پر صبر کیوں نہ آگیا تذکرہ فاطمہؑ و رسولؐ کی ضرورت کس مصلحت کے تحت محسوس ہوئی؟

سوال ۴۵۰ :۔ کیا حضرت عمر نے حضرت رسولؐ کریم سے سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا رشتہ مانگنے کی کوشش کی تھی؟

سوال ۴۵۱ :۔ اگر کی تھی تو آنحضرتؐ نے کیا جواب دیا تھا مکمل واقعہ لکھئے بہتر ہے کہ مشکوٰۃ شریف ملاحظہ کریں؟

سوال ۴۵۲ :۔ حضرت عمر نے اپنی ساری عمر میں کتنی شادیاں کی تھیں۔ اُن کی ازواج کی فہرست لکھیئے؟

سوال ۴۵۳ :۔ حضرت سیدہ فاطمہ زہراؑ کی وفات کس سن ہجری میں ہوئی؟

سوال ۴۵۴ :۔ اس وقت اُن کی اولاد اور ان کی عمریں کیا کیا تھیں؟

سوال ۴۵۵ :۔ قتیبہ دینوری کی کتاب المعارف مطبوعہ مصر ص ۷۰ میں لکھا ہے کہ "حضرت علیؑ کی تمام لڑکیوں کی شادی اولادِ عقیل و اولادِ عباس سے ہوئی تھی سوائے اُم الحسن بنت اُم سعید کے جن کی شادی

جعدہ بن ہبیرہ مخزومی سے ہوئی اور سوائے فاطمہ کے جن کی شادی سعید بن الاسود سے ہوئی" بتائیے آپ کے امام قتیبہ نے اس استثنار میں بی بی اُم کلثوم کا تذکرہ کیوں نہیں کیا ہے؟

سوال ۴۵۶:- مولوی محمد انشاء اللہ صاحب محمدی صدیقی حنفی چشتی بدایونی اپنی کتاب "السر المختوم فی تحقیق عقد اُم کلثوم" میں لکھتے ہیں کہ "ناظرین یہ سب راوی اوّل کی فضولیات ہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ابتداً ایک مفتری زبیر بن بکار ایسے کذاب اور وضاعِ حدیث نے حضرت عمر فاروق پر یہ تہمت لگائی ہے اور حضرت علیؑ پر یہ جھوٹ بولا ہے کہ عقد ام کلثوم بنت علی کا واقعہ اپنے دل سے تراش کر بیان کر دیا ہے" اہل سنت مولوی انشاء اللہ صاحب کی اس تحقیق پر تبصرہ فرمائیے؟

سوال ۴۵۷:- اس افسانوی عقد کے راوی زبیر بن بکار کو اپنی ہی کتب الرجال سے قابل اعتبار ثابت کر دیجئے؟

سوال ۴۵۸:- صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں زبیر بن بکار کی کوئی اور حدیث نکال دیجئے؟

سوال ۴۵۹:- جب علمائے شیعہ کے نزدیک زبیر مذکور دشمنِ اہل بیت ناقابل اعتبار، کاذب، ومفتری ثابت ہے تو پھر آپ اس کی روایات کو ماننے پر کسطرح مجبور کر سکتے ہیں؟ جب کہ خود مذہب سُنیہ میں بھی اسے ایسا ہی درجہ حاصل ہے۔

سوال ۴۶۰:- حضرت داتا گنج بخش لاہوری اپنی کتاب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں حضرت عمر قرآن اونچا اس لئے پڑھتے تھے کہ شیطان بھاگے جب کہ آپ کے ہاں حدیث ہے شیطان اس راہ پر نہیں آتا جس راہ پر عمر ہو بتائیے جب شیطان آتا ہی نہیں تو پھر حضرت صاحب بھگاتے کسے تھے؟

سوال نمبر ۴۶۱:- حضرت عمر سے رسول خدا نے فرمایا "هل انت الا حسنة من حسنات ابو بکر" یعنی اے عمر تو ابو بکر کی تمام نیکیوں میں سے ایک نیکی کے مرتبہ پر ہے (کشف المحجوب) جبکہ حضرت ابو بکر نے اپنے خطبہ اوّل میں کہا کہ مجھ پر شیطان مسلط ہے۔ بتایئے وہ شخص افضل ہو گا جس پر شیطان مسلّط ہو یا وہ افضل ہے جس سے شیطان دور رہے؟

سوال نمبر ۴۶۲:- اگر وہ شخص افضل ہے جو شیطان سے محفوظ ہے تو وہ حضرت عمر ہوتے ہیں کیا آپ حضرت عمر کو حضرت ابو بکر سے افضل مانتے ہیں؟

سوال نمبر ۴۶۳:- اگر نہیں مانتے تو حضرت ابو بکر کے اقرارِ تسلط شیطان کا کیا بنے گا؟ حالانکہ اللہ کے خاص بندوں پر شیطان کا غلبہ نہیں ہوتا ہے؟

سوال نمبر ۴۶۴:- بقول آپ کے جب حضرت عمر کے گھر حضرت ام کلثوم کی رخصتی ہوئی تو انہوں نے حضرت عمر سے جو نازیبا اور ناگفتہ بہ سلوک کیا آپ اُسے صحیح مانتے ہیں؟

سوال نمبر ۴۶۵:- جب حضرت عمر کی وفات ہوئی تو بی بی ام کلثوم کو حضرت عمر کی میراث سے کیا حصّہ ملا، مفصل بیان کیجئے؟

سوال نمبر ۴۶۶:- کیا حضرت علیؑ وفاتِ عمر کے وقت مدینہ میں تھے؟

سوال نمبر ۴۶۷:- اگر مدینہ میں موجود تھے تو انہوں نے جنازہ عمر ابن خطاب میں شرکت کی؟

سوال نمبر ۴۶۸:- اگر شرکت فرمائی تو اس کا ثبوت پیش کیجئے مگر صحیح و معتبر؟

سوال نمبر ۴۶۹:- اگر نہیں شرکت کی تو وجہ بتائیں کہ انہوں نے یہ سعادت کیوں حاصل نہ کرلی اور اپنے افسانوی داماد کے آخری دیدار سے کیوں محروم رہے؟

سوال نمبر ۴۷۰:- جب حضرت عمر کی وفات کے بعد شوریٰ منعقد ہوا تو حضرت علیؑ نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی سیرت کی پیروی کرنے کی شرط

نامنظور فرما کر حکومت کیوں ٹھکرا دی؟

سوال ۱۷۴:۔ حسبنا کتاب اللہ کہہ کر حدیث رسولؐ یعنی سُنّت کے اتباع کا انکار سب سے پہلے کس نے کیا؟

سوال ۲۷۴:۔ مولوی عبدالسلام ندوی تاریخ فقہ اسلامی (ترجمہ تاریخ التشریع الاسلامی علامہ خضری) صد ۳۰ میں علامہ حافظ ذہبی کا ایک بیان نقل کرتے ہیں جو م اسیل ابن ابی ملکیہ سے روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عمر نے حکم دیا "احادیث کی روایت کر کے تلاوت قرآن میں رکاوٹ نہ پیدا کرنا صرف قرآن مجید پر بس کرو؟" جب اہلسنت کے خلیفہ دوم احادیث رسولؐ کی اہمیت کا انکار کرتے ہیں تو پھر سنیوں کے ہاں احادیث کی کیا وقعت و منزلت ہے؟ پرویز صاحب بھی تو اتباعِ عمر ہی کرتے ہیں اور قصور وار کیوں؟

سوال ۳۷۴:۔ مولوی ندوی صاحب اسی جگہ پر لکھتے ہیں کہ "لوگوں نے حدیث کی خواہش کی انہوں نے جواب دیا کہ ہم کو حضرت عمر نے اس کی ممانعت کی ہے۔" زمانۂ اصحاب رسولؐ میں جب کہ حضورؐ کے وصال کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا ایسی ممانعت کس وجہ سے کر دی گئی؟

سوال ۴۷۴:۔ اگر حضرت عمر کو یہ خدشہ تھا کہ لوگ حضورؐ کی طرف غلط احادیث منسوب نہ کر دیں لہذا ممانعت کر دی تو فرمائیے سارے اصحاب عادل کیسے ہوئے جب کہ صحابہ کو خود صحابہ پر ہی اعتماد نہ تھا اور ان پر شک تھا؟

سوال ۵۷۴:۔ کیا حضرت عمر کے زمانے میں قرآن مجید نے کتابی صورت اختیار کر لی اور مسلمانوں میں یہ کتاب رائج ہو گئی تھی؟

سوال ۶۷۴:۔ اگر ہو گئی تھی تو پھر حضرت عثمان نے اس میں ردّ و بدل کر کے شیخ دوم کی مخالفت کیوں کی؟

سوال ۷۷۴:۔ اگر کتابی شکل رائج نہ ہوئی تھی تو پھر وہ غیر مرتب

و نامکمل کافی کیسے ہو گئی؟

سوال نمبر ۴۷۸۔ اگر حضرت عمر اقوال رسولؐ کو ضروری سمجھ کر جزو دین سمجھتے تھے تو انہوں نے کیوں نہ کچھ مخلص صحابہ کی ایک جماعت مقرر کر دی جو احادیث رسولؐ کی تدوین کر کے ایک جامع کتاب احادیث نبوی تیار کر دیتی؟

سوال نمبر ۴۷۹۔ مولوی شبلی نعمانی "الفاروق" میں حضرت عمر کا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مکالمہ نقل کرتے ہیں اور حضرت عمر کا یہ استفسار بھی لکھتے ہیں کہ انہوں نے ابن عباس سے پوچھا "میں نے سنا ہے کہ تم کہتے ہو کہ لوگوں نے ہمارے خاندانؑ سے خلافت حسداً اور ظلماً چھین لی" اور ابن عباس نے جواب دیا ظلماً کی نسبت تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیوں کہ یہ بات کسی پر مخفی نہیں ہے لیکن حسداً تو اس کا کیا تعجب ہے ابلیس نے حضرت آدمؑ پر حسد کیا ہم لوگ آدم ہی کی اولاد ہیں۔ پھر محسود ہوں تو کیا تعجب ہے؟ فرمائیے حضرت عمر کو ایسا کھٹکا کیوں تھا کہ ابن عباس سے یہ باتیں دریافت کیں؟

سوال نمبر ۴۸۰۔ اہلِ سنت معتزلی علامہ ابن ابی الحدید اپنی شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا یہ بھی امر واقع ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنے مرضِ موت میں علیؑ کے نام کی تصریح کر دینی چاہی تھی مگر میں نے اس سے ان کو روک دیا" فرمائیے رسولؐ اکرم کو جب حضرت عمر نے اس بارے میں رکنے کا مشورہ دیا تو کیا کہا؟ آنحضرتؐ نے اس وقت کیا جواب دیا؟ مکالمے کی صورت میں اپنی کسی معتبر کتاب سے نقل کر دیجئے؟

سوال نمبر ۴۸۱۔ تاریخ بغداد میں علامہ احمد ابن ابی طاہر نے لکھا ہے حضرت عمر نے حضرت ابنِ عباس کو کہا کہ "اے ابن عباس یہ تو درست ہے کہ

جناب رسولؐ خدا کا یہی ارادہ تھا کہ خلافت، علیؑ کو ملے لیکن جناب رسولؐ خدا کے چاہتے سے کیا ہوتا ہے جب خدا نے نہ چاہا کہ خلافت علیؑ کو ملے" جواب دیں کہ اگر رسولؐ آپ کے بقول عمر کو مسلمان کرنا چاہے تو وہ تو مسلمان ہو جائیں لیکن اگر علیؑ کو خلیفہ بنانا چاہیں تو اللہ ایسا نہ چاہے! آخر خدا کو علیؑ میں کیا نقص نظر آ گیا نیز وہ آیت پیش کر دیجئے کہ جس میں خدا نے نبی کی اس خواہش سے اس کو باز رکھا ہو؟

سوال ۴۸۲:۔ کیا آپ حضرت عمر کو عاشقِ رسولؐ مانتے ہیں؟

سوال ۴۸۳:۔ کیا کوئی عاشق صادق ایسا بھی ہوا ہے کہ جس نے اپنے معشوق کی خواہش کا احترام نہ کیا ہو؟

سوال ۴۸۴:۔ اگر کوئی ایسا بدبخت عاشق ہے تو اس کا نام و تعارف مکمل لکھئے اور اگر نہیں تو پھر معیارِ عشق پر حضرت عمر کیسے پورے اترے؟

سوال ۴۸۵:۔ کیا جو شخص حضرت علیؑ پر ظلم کرے وہ ظالم ہو گا؟

سوال ۴۸۶:۔ رسولؐ مقبول کو اسلام زیادہ عزیز تھا یا حضرت عمر کو اسلام سے زیادہ محبت تھی؟

سوال ۴۸۷:۔ علامہ اہل سنت علی متقی اپنی کتاب کنز العمال جزء ۶ ص ۱۵۵ حدیث ۲۵۸۲ لکھتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا "سیکون بعدی فتنۃ فاذا کان ذلک فالزموا علی بن ابی طالب فانہ الفاروق بین الحق والباطل" یعنی میرے بعد فوراً فتنے اٹھیں گے پس جب ایسا ہو تم علی بن ابی طالب کا دامن پکڑنا وہ فاروق، حق و باطل ہے" جواب دیجئے حضرتؐ نے امت کو حضرت عمر کی بجائے حضرت علیؑ کے حوالے کیوں کیا؟

سوال ۴۸۸:۔ جب حضرت عمر آپ کے بقول فاروق ہیں تو پھر حضرت علیؑ کو حضورؐ نے اس لقب سے کیوں سرفراز فرمایا؟

سوال ۴۸۹ :۔ "سیکون" عربی میں مستقبل قریب کیلئے استعمال ہوتا ہے جواب دیجئے بعد از رسول وہ فتنوں کا قریبی زمانہ کون سا تھا؟

سوال ۴۹۰ :۔ حضرت عمر نے جو شوریٰ کمیٹی بنائی اس میں اختلاف کی صورت میں قتل کرنے کی شرط کیوں عائید کی؟

سوال ۴۹۱ :۔ امور شریعت میں قیاس کرنا حضرت عمر کی اوّلیات میں شمار کیا جاتا ہے (الفاروق شبلی) لیکن علمائے اسلام کا قول ہے کہ "اوّل من قاس ابلیس" جناب جواب دیں کہ حضورؐ اور ابوبکر نے قیاس کو کیوں نہ مانا؟

سوال ۴۹۲ :۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زیادہ عاقل و عالم تھے یا حضرت عمر؟

سوال ۴۹۳ :۔ اگر حضرت عمر رسولؐ سے زیادہ عقل مند اور صاحب علم تھے تو پھر آپ اُن ہی کو نبی کیوں نہیں مان لیتے؟

سوال ۴۹۴ :۔ اور اگر آنحضرتؐ ہی حضرت عمر سے زیادہ عالم اور عاقل تھے تو پھر حضرت عمر نے حضورؐ کی شریعت کو خلافِ عقل سمجھتے ہوئے نکتہ چینی کر کے دین کے احکام میں ردّ و بدل کیوں کیا؟ الفاروق میں اوّلیات کا مطالعہ کر کے اس سوال کا مفصل جواب دیجئے؟

سوال ۴۹۵ :۔ حضرت عثمان ابن عفان نے بعثت کے کون سے سن میں اسلام قبول کیا؟

سوال ۴۹۶ :۔ حضرت عمر پہلے اسلام لائے یا حضرت عثمان پہلے مسلمان ہوئے؟

سوال ۴۹۷ :۔ دونوں حضرات میں قبول اسلام کا درمیانی وقفہ کتنی مدت تھا؟

سوال ۴۹۸ :۔ دونوں اصحاب میں کس کا درجہ اسلام اولیٰ تھا پہلے مسلمان ہونے والے کا یا بعد والے کا؟

سوال ۴۹۹ :۔ قبول اسلام میں تقدیم و تاخیر کے علاوہ کیا کوئی اور وجہ بھی ہے جو ان دونوں میں باعث امتیاز درجات ہے؟

سوال ۵۰۰:۔ حضرت عمر قبل از اسلام کون سے کسب معاش سے وابستہ تھے؟

سوال ۵۰۱:۔ حضرت عثمان مسلمان ہونے سے پہلے کیا کاروبار کیا کرتے تھے اور اُن کی مالی حیثیت کیا تھی۔ جائیداد اور دوسری معاشی دولت کا ایک گوشوارہ مرتّب فرما دیجیئے جس سے معلوم ہو جائے کہ حضرت صاحب قبل از اسلام اتنی مالی حیثیت کے مالک تھے؟

سوال ۵۰۲:۔ جب حضرت عثمان نے قبول اسلام فرمایا تو کتنی دولت بارگاہ نبوی میں نذر کی کسی تاریخی حوالہ سے نقل کر کے اس کی تصدیق حدیث متواترہ سے کر دیجئے؟

سوال ۵۰۳:۔ حضرت اُم المومنین بی بی خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی دولت اور جناب عثمان کی دولت کا ایک تقابلی گوشوارہ مرتّب فرمائیے جس سے دونوں ہستیوں کے ایثار مالی کا جائزہ ایک نظر میں آجائے؟

سوال ۵۰۴:۔ جس وقت اُم المومنین سیدۃ المسلمین حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کا انتقال ہوا تو اُن کی مالی پوزیشن کیا تھی؟

سوال ۵۰۵:۔ بی بی صاحبہ کی کتنی رقم رسولؐ مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی ضروریات کی مد میں خرچ فرمائی؟

سوال ۵۰۶:۔ کیا کوئی ایسی روایات آپ کی کتب میں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہو کہ آنحضرتؐ نے یہ اقرار کیا ہے کہ اُن کے ذمہ بی بی معظمہ کا اتنا قرض ہے؟

سوال ۵۰۷:۔ اگر یہ بات کتابوں میں موجود ہے تو فرمائیے وہ قرض کتنا تھا؟

سوال ۵۰۸:۔ اس کی ادائیگی حضرتؐ نے کس طرح فرمائی؟

سوال ۵۰۹:۔ بی بی صاحبہ کے انتقال کے بعد حضورؐ کو ہجرت کا حکم ہوا اور آپ نے مکہ چھوڑ دیا۔ اس وقت حضرت عثمان کہاں تھے مکہ میں تھے یا کہیں اور؟

سوال ۵۱۰:۔ اگر حضرت عثمان مکہ میں تھے اور دیگر لوگوں کے ساتھ انہوں نے ہجرت کی تھی تو بتائیے اس وقت ان کی مالی حالت کیا تھی؟

سوال ۵۱۱ :- مکّہ سے مدینہ کوچ کرتے وقت اُن کو کتنا مالی نقصان اُٹھانا پڑا؟

سوال ۵۱۲ :- بوقتِ ہجرت حضرت عثمان نے کتنی رقم یا اثاثے بارگاہِ رسولؐ میں پیش کیے؟

سوال ۵۱۳ :- مدینہ منتقل ہونے کے بعد حضرت عثمان نے کون سا معاشی دھندہ شروع کیا؟

سوال ۵۱۴ :- جس وقت حضرت عثمان کی بیوی حضرت رُقیّہ کا انتقال ہوا تھا اس وقت آپ کی بیویوں کی تعداد کیا تھی؟

سوال ۵۱۵ :- جب اُمِ کلثوم آپ کے ہاں نکاح میں آئیں تو آپ کتنی ازواج کے شوہر تھے؟

سوال ۵۱۶ :- حضرت رقیّہ کا نکاح کون سے سال میں حضرت عثمان سے ہوا اور بی بی کی عمر اس وقت کیا تھی؟

سوال ۵۱۷ :- حضرت رقیہ کا نکاح فرزند ابولہب سے ہوا تھا وہ کتنا عرصہ اپنے شوہر کے گھر رہیں؟

سوال ۵۱۸ :- حضرت رقیّہ کا جب پہلا نکاح ہوا تو آپ کی عمر کتنی تھی؟

سوال ۵۱۹ :- جنگِ بدر میں حضرت عثمان نے اگر جہاد فرمایا تو ان کے ہاتھ سے کتنے کافر مارے گئے؟ صرف دو کے نام لکھ دیں اور اہم کتب سے مکمل حوالہ پیش کر دیں؟

سوال ۵۲۰ :- جنگِ اُحد میں حضرت عثمان شامل تھے یا نہیں۔ اگر تھے تو ثابت کر دیجیئے کہ انہوں نے ثابت قدمی کا ثبوت دیا مکمل و مستند ثبوت دیں؟

سوال ۵۲۱ :- کیا رسولؐ مقبول اپنے عہد و معاہدہ پر کاربند رہا کرتے تھے یا نزاکتِ وقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے معاذ اللہ عہد شکنی بھی کر دیا کرتے تھے؟

سوال ۵۲۲ :- اگر حضورؐ بات کے پکّے اور قول کے سچے تھے تو وہ شرائط ملہ نقل فرمائیے جس کے تحت صلحِ حدیبیہ ہوئی؟

سوال ۵۲۳:۔ کیا صلح نامہ میں یہ شرط تھی کہ "اگر کوئی کفار کا آدمی مدینہ آئے گا تو اُسے واپس کر دیا جائے گا اور اگر کوئی مسلمان مکہ میں پکڑا جائے گا تو اسے واپس نہیں کیا جائیگا"؟

سوال ۵۲۴:۔ اگر یہ شرط مسلّمہ تھی تو پھر حضرت عثمان کی گرفتاری پر رسولؐ معاہدے سے انحراف کس طرح کر سکتے تھے؟

سوال ۵۲۵:۔ کفارِ مکّہ نے کون سی خلاف ورزی کی تھی؟

سوال ۵۲۶:۔ کیا خدا بھی وعدہ وعید کا پاس نہ کرتا؟

سوال ۵۲۷:۔ اگر کرتا تو "بیعت شجرہ" کو ایک غیر آئینی اور خلافِ عہد وجہ کی بنا پر منعقد کرنے کا حکم کیوں دیتا؟ کیوں کہ آپ کے بقول بیعت رضوان حضرت عثمان کے لئے تھی؟

سوال ۵۲۸:۔ قتل عثمان کی افواہ جھوٹی تھی لیکن خدا کو تو اس کا علم تھا پھر ایک جھوٹی افواہ کے باعث اتنا اہم اہتمام کیوں کیا گیا؟

سوال ۵۲۹:۔ جب معلوم ہو گیا کہ عثمان زندہ ہیں پھر یہ اقدام کیوں نہ روک دیا گیا جس کی اساس صرف غلط فہمی پر تھی؟

سوال ۵۳۰:۔ اگر بیعت رضوان کا باعث حضرت عثمان کا واقعہ تسلیم کر لیا جائے تو خدا کے علم کی نفی، رسولؐ کی امانت وصداقت کا انکار اور وحی مصنوعہ جیسے رکیک امور جنم لیتے ہیں کیا یہ صداقت دین پر کاری ضرب نہیں ہے؟

سوال ۵۳۱:۔ جن لوگوں نے بیعت رضوان توڑی کیا وہ اس بیعت کی فضیلت کا استحقاق بیعت شکنی کے باوجود رکھتے ہیں؟

سوال ۵۳۲:۔ جنگ حنین اس بیعت کے بعد ہوئی فرمایئے جن لوگوں نے اس جنگ میں فرار اختیار کیا وہ بیعت شکن ہوئے یا نہیں ہوئے؟

سوال ۵۳۳:۔ قرآن مجید میں جنگ حنین میں مسلمانوں کی کیفیت موجود ہے مہربانی کر کے وہ آیات نقل فرما دیجئے اور ان کا ترجمہ بھی لکھ دیجئے مگر اپنی کوئی

تشریح فرمائیے؟

سوال نمبر ۵۳۴:۔ معرکہ کارزار حنین میں حضرت عثمان کی شجاعت کی کوئی ایک مثال صحاح ستہ کی کسی صحیح حدیث سے نقل فرمائیے۔؟

سوال نمبر ۵۳۵:۔ کسی تاریخ سے صرف ایک مقتول کا نام لکھ دیجئے جسے جنگ حنین میں حضرت عثمان نے اپنے دست مبارک سے واصل جہنم کیا ہو؟

سوال نمبر ۵۳۶:۔ اگر کہا جائے کہ وقت حنین حضرت عثمان مدینہ میں نہیں تھے تو اس کا ثبوت درکار ہے۔؟

سوال نمبر ۵۳۷:۔ کیا جن لوگوں نے "بیعت شجرہ" کرنے کے بعد خدا اور رسولؐ سے عہد شکنی کی ان کی مذمت کرنا آپ صحیح سمجھتے ہیں یا نہیں؟

سوال نمبر ۵۳۸:۔ اگر نہیں سمجھتے تو بتائیے قرآن میں یہ مذمت کیوں آئی؟

سوال نمبر ۵۳۹:۔ اگر صحیح سمجھتے ہیں تو پھر شیعوں کے اس الزام کو ناگوار کیوں خیال فرماتے ہیں؟

سوال نمبر ۵۴۰:۔ کیا کسی بھی کتاب سے یہ بات ثابت ہو سکتی ہے کہ حضرت علیؑ نے جنگ حنین میں فرار اختیار کیا؟

سوال نمبر ۵۴۱:۔ اگر ہو سکتی تو اس کتاب کا مکمل حوالہ مع متعلقہ عبارت اور سیاق و سباق درج کر دیں؟

سوال نمبر ۵۴۲:۔ اگر نہیں ہو سکتی تو مکمل اتفاق ہوا کہ حضرت امیرؑ نے یہ عہد نہیں توڑا اب بتائیے اگر ایک شخص کیلئے سو فیصد یقین ہو کہ اس نے یہ مذموم کام نہیں کیا لیکن دوسروں کے بارے میں متضاد گواہیاں ہوں تو ان میں یقینی بری الذمہ کون ہو گا؟

سوال نمبر ۵۴۳:۔ جن کتب میں اصحاب کا خصوصاً حضرات ثلاثہ کا جنگ حنین میں فرار ہونے کا تذکرہ ہے کیا وہ کتابیں اہلسنت کی نہیں ہیں؟

سوال نمبر ۵۴۴:۔ اگر اہل سنت کی نہیں ہیں بلکہ شیعوں کی ہیں تو پھر آپ

کے ہاں رائج کیوں ہیں جب کہ کسی شیعہ سے ایک روایت تک قبول کر لینا
آپ کے مذہب میں جائز نہیں ہے حالانکہ شمر کی روایت کو بسر و چشم تسلیم
کر کے نقل کر لیتے ہیں؟

سوال ۵۴۵ء۔ اگر شیعہ آپ ہی کی کتابوں اور علماء کی شہادت کے تحت جنگ
حنین میں فرار ہو جانے والوں سے بے زاری کا اظہار کرتے ہیں کیوں کہ
انھوں نے ایفائے عہد نہ کیا اور اللہ اور رسولؐ کی بیعت شکنی کا ارتکاب
کیا تو آپ ان کو قصور وار کیوں ٹھہراتے ہیں؟

سوال ۵۴۶ء۔ اگر چند افراد کے بارے میں آپ کا زعم ہے کہ انھوں نے
ایسا نہیں کیا تھا تو پھر آپ تاریخ سے اُن کے کارنامے متعلق جنگ حنین
تلاش کر کے شیعوں کا منہ بند کیوں نہیں کر دیتے؟ کہ بھائی آپ محض
غلط فہمی میں مبتلا ہیں حالانکہ فلاں فلاں فلاں صاحب نے تو یہ تیر چلایا
یہ تلوار اٹھائی اور یہ نیزہ بازی کی؟ کیا تاریخ میں ایسے واقعات نہیں ہیں؟

سوال ۵۴۷ء۔ اگر آپ ایسے شواہد پیش کرتے ہیں لیکن شیعہ محض ہٹ دھرمی
سے آپ کی بات کا اعتبار نہیں کرتے تو ایسی مثال پیش کیجیے جس سے
ثابت ہو کہ آپ کی پیش کردہ شہادت پر شیعوں نے نامعقول جرح کر کے
جھٹلایا ہے؟

سوال ۵۴۸ء۔ کیا آپ کے عقیدے میں فرشتے بے حیا ہو سکتے ہیں؟

سوال ۵۴۹ء۔ اگر ہو سکتے ہیں تو کسی عالم کا فتویٰ پیش کر کے تین اُن فرشتوں
کا تعارف کروا دیجیے؟ جو باحیا نہیں ہیں۔

سوال ۵۵۰ء۔ اگر فرشتے معصوم و حیا دار ہیں تو پھر حضرت عثمانؓ سے
وہ کون سی خصوصی حیا کرتے ہیں؟ ذرا تفصیل سے سمجھا دیں تاکہ فرشتوں
کی عام انسانوں سے حیا اور حضرت عثمانؓ سے حیا سمجھ میں آجائے؟

سوال ۵۵۱ء۔ اگر حضرت عثمانؓ "ذوالنورین" تھے تو پھر ابولہب کو "دو نوروں

کا باپ کیوں نہ مان لیا جائے کہ حضورؐ نے اپنی دونوں (مبینہ) بیٹیاں اُس کے دونوں بیٹوں کو دے دیں؟ اور وہ اُن بیٹیوں کا والدِ نسبتی قرار پایا اور حضرت عمر کی روایت کے مطابق رسول کے رشتے منقطع نہیں ہونگے؟

سوال ۲۵۵:۔ اس فضیلت میں تو پھر ابولہب کو خاص مقام حاصل ہو جاتا ہے کیا آپ اس کی فضیلت کے بھی قائل ہیں؟

سوال ۳۵۵:۔ اپنی ہی کتابوں سے رسولؐ مقبول کی کوئی مرفوع حدیث پیش کریں جس کے راوی ثقہ ہوں کہ آنحضرتؐ نے اپنی ان ربیبہ بیٹیوں کو "نور" فرمایا ہو؟

سوال ۴۵۵:۔ عمرہ حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمانؓ سفیر مسلمین کیوں بنائے گئے؟ اور حضرت عمر نے یہ ذمہ داری کیوں نہ قبول کی؟

سوال ۵۵۵:۔ حضرت ابوبکر کے دور میں حضرت عثمانؓ کو کونسی ریاستی ذمہ داری سونپی گئی تھی؟

سوال ۵۵۶:۔ علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء صد ۸۹ میں اقرار کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنی خلافت کے چھٹے سال مروان بن حکم کو افریقہ کا خمس معاف کر دیا اور اپنے اقرباء کو بہت سامان دے ڈالا بتائیے حضرت عثمانؓ نے خمس کی معافی کس اختیار سے دی اور جو مال انہوں نے اپنے عزیزوں میں تقسیم کیا وہ قومی اثاثہ تھا یا انکی ذاتی ملکیت تھا؟

سوال ۵۵۷:۔ حافظ سیوطی اپنی مذکورہ تاریخ کے اسی صفحہ پر لکھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے سب سے پہلے لوگوں کی جاگیریں مقرر کیں فرمائیے اسلام میں سب سے پہلے جاگیردارانہ نظام کا بانی کون ہوا؟

سوال ۵۵۸:۔ بتائیے جمعہ کی آذان اوّل کس وقت رائج ہوئی؟ حضرت رسالت مآبؐ کے دور اور حضرات ابوبکر و عمر کے زمانوں میں اس آذان کا رواج کیوں نہیں تھا؟

سوال ۵۵۹:- نماز عید سے قبل خطبہ پڑھ کر کس بادشاہ نے سنت کے خلاف یہ امرِ جدید شروع کیا۔ تاریخ الخلفاء کا صد ۸۹ پڑھ کر جواب دیں؟

سوال ۵۶۰:- حضرت عثمان نے ۲۵ھ میں حضرت سعد بن وقاص کی جگہ ولید بن عقبہ کو گورنر بنایا۔ صحابی ولید مشہور شرابی تھا جیسا کہ صحیح بخاری کے پ ۱۵ ص ۴۳ میں مرقوم ہے کہ اسے اس جرم میں چالیس کوڑے لگوائے گئے اور علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء کے صد ۸۳ پر تحریر کرتے ہیں کہ اس نے حالت شراب (نشہ) میں نماز فجر پڑھائی اور اس میں چار رکعت پڑھ کر سلام پھیرا پھر مقتدیوں کو کہا اگر کہو تو اور پڑھا دوں فرمائیے حضرت عثمان نے ایسے شرابی اور گستاخِ شریعت کو والی کیوں مقرر کیا؟

سوال ۵۶۱:- عمرو ابن العاص نے حضرت عثمان بن عفان کی بہن کو طلاق کیوں دی؟

سوال ۵۶۲:- تاریخ اعثم کوفی میں ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عثمان نے اتنا پٹوایا کہ انہیں مرض فتق ہو گیا فرمائیے حضرت عمار کو کس جرم کی یہ سزا ملی جب کہ سارے صحابی عادل ہوتے ہیں؟

سوال ۵۶۳:- صدیق صحابی رسولؐ حضرت ابوذر غفاری صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عثمان نے اونٹ کی ننگی پیٹھ پر سوار کر کے ملک بدر کیوں کیا؟ کیا انکا جرم صرف یہی نہ تھا کہ وہ مساواتِ محمدیؐ کے قائل تھے؟

سوال ۵۶۴:- صحیح بخاری کتاب المناسک میں ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا "میں حضورؐ کی حدیث کو کسی کے قول سے نہیں چھوڑ سکتا" فرمائیے یہ جملہ حضرت امیرؑ نے کیوں ارشاد فرمایا؟

سوال ۵۶۵:- صحیح بخاری پارہ ۴ کتاب الجمعہ باب الاذان یوم الجمعہ میں ہے کہ جمعہ کے دن دوسری اذان کا حکم جناب عثمان نے دیا۔ آخر

شریعت مکمل ہونے کے بعد اس قسم کے اضافے و ترامیم کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ خدا اور رسولؐ نے حضرت عثمانؓ کو کس آیت یا حدیث کے تحت اس کا مجاز قرار دیا؟

سوال ۵۶۶:۔ صحیح بخاری پارہ ۴ کتاب الصلوٰۃ المنیٰ میں ہے کہ جناب عثمانؓ نے ایام حج میں منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھائی اور قصر نہ کرکے سنت رسولؐ کی مخالفت کی جواب دیجیے اُن کا یہ عمل بدعت ہوگا یا سنت؟

سوال ۵۶۷:۔ مروان بن حکم کو حضرت عثمانؓ نے مدینہ واپس بلایا اور فدک کی جاگیر دیدی فرمائیں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے ایسا کیوں نہ کیا اور عثمانؓ نے کس کارنامے پر خوش ہوکر یہ عنایات فرمائیں؟

سوال ۵۶۸:۔ کیا یہ درست نہیں ہے کہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں سوائے اُن کے اور کسی کا تجارتی بیڑا سمندر میں نہیں چلتا تھا یہ اجارہ داری کیوں کی گئی؟

سوال ۵۶۹:۔ تاریخ اسلام علامہ عباسی جلد ۳ صفحہ ۱۴۵ سے ثابت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے عوام الناس کو بارش تک کے پانی سے محروم کردیا جب کہ اُن کے رشتہ دار اس سے فائدہ اُٹھاتے خدائی نعمت پر یہ پابندی کیوں لگائی گئی؟

سوال ۵۷۰:۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی پسلیاں کس خطا پر مضروب کی گئیں؟

سوال ۵۷۱:۔ حضرت اُم المومنین عائشہ کے وظیفے میں کمی کردی گئی جبکہ مروان ملعون کو ۵ لاکھ دینار افریقہ کے خمس میں سے دے دیا گیا آخر کیوں؟ کوئی معقول وجہ پیش کریں؟

سوال ۵۷۲:۔ عبداللہ ابن ابی سرح کے خلاف عوامی احتجاج کا جواب حضرت عثمانؓ نے کیا دیا؟

سوال ۵۷۳:۔ حضرت محمدؐ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب مصر کا گورنر بنا کر روانہ کیا گیا تو راستے سے واپس مدینہ کیوں پلٹ آئے؟

سوال ۵۷۴:۔ محمدؓ بن ابوبکر نے حضرات طلحہ، زبیر اور علیؑ وغیرھم سے کیا شکائیت کی تھی؟

سوال ۵۷۵:۔ جب اصحاب نے جن میں حضرت علیؑ بھی شامل تھے حضرت عثمانؓ سے اصل مجرم مروان طلب کیا تو انہوں نے اُسے کیوں پناہ دی؟

سوال ۵۷۶:۔ اہل مدینہ نے حضرت عثمانؓ کی اس طرف داری کو کیوں پسند نہ کیا؟

سوال ۵۷۷:۔ جب بلوائیوں نے مان لیا کہ حضرت عثمانؓ سے ان کا کوئی جھگڑا نہیں ہے اگر وہ مروان بن حکم کو ان کے حوالہ کر دیں تو پھر جناب عثمانؓ نے ایسا کیوں نہ کیا؟

سوال ۵۷۸:۔ جب حضرت عثمانؓ کو قتل کیا گیا تو اس وقت موقعہ کا گواہ کون تھا؟

سوال ۵۷۹:۔ کیا حضرت عثمانؓ کا مقدمہ قتل خلیفہؓ کی عدالت میں ان کے وارثوں نے پیش کیا؟

سوال ۵۸۰:۔ اگر مقدمہ پیش ہوا تو حکومت وقت نے کیا قدم اُٹھایا؟

سوال ۵۸۱:۔ کیا کوئی ایک ضعیف سی بھی ایسی شہادت ملی جس سے ثابت ہو کہ کس شخص نے عثمانؓ کے خون سے ہاتھ رنگے؟

سوال ۵۸۲:۔ کیا کسی بھی تاریخ سے ثابت کیا جا سکتا ہے کہ حضرت محمدؓ بن ابوبکر نے عثمانؓ کو قتل کیا؟ مکمل حوالہ مع جرح و دلائل لکھیں؟

سوال ۵۸۳:۔ کیا حضرت عثمانؓ کا قتل اجتہادی غلطی نہیں ہو سکتی؟

سوال ۵۸۴:۔ موجود اصحاب عشرہ مبشرہ میں سے صرف ایک ہی نام تحریر فرمائیں جو (پورے دورِ عثمانؓ میں) مکمل طور پر حضرت عثمانؓ سے متفق رہا ہو

اور اس کا حضرت صاحب سے کسی وقت بھی کوئی تنازعہ نہ ہوا ہو؟

سوال ۵۸۵:۔ بلوائیوں کا مطالبہ کیا تھا؟

سوال ۵۸۶:۔ سو امہینہ کے محاصرہ میں معاویہ بن ابوسفیان نے اپنے محسن خلیفہ کی کیا امداد کی؟

سوال ۵۸۷:۔ بی بی عائشہ نے حضرت عثمان کے بارے میں کیوں فرمایا کہ عثمان کافر ہو گیا ہے؟ (مسند احمد بن حنبل)

سوال ۵۸۸:۔ حضرت عثمان نے مکان کے روشندان سے امدادِ علی کیوں طلب کی جب کہ علیؑ موجود نہیں اور علیؑ سے مدد مانگنا آپ گناہ بھی سمجھتے ہیں؟

سوال ۵۸۹:۔ عثمان کی پیاس کس نے بجھائی؟

سوال ۵۹۰:۔ امام حسنؑ کس کی حفاظت میں زخمی ہوئے؟

سوال ۵۹۱:۔ حضرت عثمان کی لاش کو غسل کس نے دیا؟

سوال ۵۹۲:۔ حضرت عثمان کی نماز جنازہ کس صحابی نے پڑھائی اور یہ نماز کہاں پڑھی گئی اور کتنے افراد نے شرکت کی، مکمل حوالہ درکار ہے؟

سوال ۵۹۳:۔ حضرت عثمان کو کہاں دفن کیا گیا؟

سوال ۵۹۴:۔ قتل کے کتنے دن بعد کتنے آدمیوں نے انہیں کس جگہ سپرد خاک کیا؟ کیا لاش صحیح و سالم تھی؟

سوال ۵۹۵:۔ "حش کوکب" کا کیا مقام تھا؟ جس جگہ حضرت عثمان کو دفن کیا گیا۔ آپکی تدفین سے قبل وہ جگہ کس مقصد کیلئے مشہور تھی؟

سوال ۵۹۶:۔ فرض کریں آپ کے دو دوست ہیں ایک نام نہاد غیر جانب دار ہے کہ آپ سے والہانہ محبت کا اظہار کرتا ہے لیکن آپ کے دشمنوں کو بھی بدل و جان چاہتا ہے اور اختلافات اور عداوت کے موقعوں پر خاموش رہتا ہے کہ آپ دونوں آپس کے معاملات طے کریں ایک دوست ایسا ہے کہ وہ آپ سے حقیقی محبت و عشق کا دعویدار ہے آپ کے دستوں کو دوست سمجھتا ہے

اور آپ کے دشمنوں کو اپنا بھی دشمن سمجھ کر اُن سے راہ و رواسم کے تمام رشتے منقطع کرتا ہے بتائیے اِن دونوں دوستوں میں سے معتمد کون ہوگا؟

سوال ۵۹۷:۔ آپ کی رفاقت کا ایک دعویدار آپ کو دوست بھی کہتا ہے۔ لیکن آپ کے اہل خاندان سے سخت عداوت رکھتا ہے حالانکہ آپ اپنے عزیزا سے انتہائی محبت رکھتے ہیں کیوں کہ وہ بڑے باکردار و لائق مدح ہیں۔ فرمائیں ایسے شخص کی محبت کا کیا معیار ہے کہ جو آپ ہی کے خون کا دشمن ہے اور آپ کی محبوب چیز کا ظاہراً و باطناً عدو مطلق ہے؟

سوال ۵۹۸:۔ کیا دشمن اہل بیتؑ رسولؐ آپ کے عقیدے میں پاک باز صحابی ہو سکتا ہے؟

سوال ۵۹۹:۔ اگر ہو سکتا ہے تو پھر آپ کیوں کہتے ہیں جو اہلِ بیتؑ کا دشمن ہے وہ سُنّی نہیں؟

سوال ۶۰۰:۔ اگر نہیں ہو سکتا تو پھر معاویہ بن ابوسفیان مخلص صحابی کیسے ہوا؟ کیا اس نے حضرت علیؑ کے خلاف بغاوت نہیں کی؟ امام حسن علیہ السلام کو قتل نہیں کروایا؟

سوال ۶۰۱:۔ اگر کہا جائے کہ یہ سب کچھ اجتہادی خطا تھی تو از راہ مہربانی اپنے مذہب کے مطابق اجتہاد کی جامع تعریف لکھی جاوے؟

سوال ۶۰۲:۔ مجتہد کے معیار اور شرائط سے مطلع فرمائیں؟

سوال ۶۰۳:۔ فرمائیے امام بخاری نے یہ اقرار کیوں کیا کہ معاویہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی؟

سوال ۶۰۴:۔ ایسی ہی رائے امام نسائی اور اسحاق بن راہویہ کی ہے کیوں؟

سوال ۶۰۵:۔ علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں اور بخاری کتاب المناقب باب ذکر معاویہ صد ۱۲ مطبع احمدی لاہور کے حاشیہ میں یہ کیوں تحریر کیا ہے

کہ جب امام حسنؑ کا انتقال ہوا تو معاویہ نے کہا "ایک انگارہ تھا جس کو اللہ نے بجھا دیا" ؟ (سنن ابوداؤد)

سوال ۶۰۶ :- کیا اہل سنت حضرات حضرت علیؑ اور امام حسنؑ کو برحق خلیفہ تسلیم نہیں کرتے ہیں ؟

سوال ۶۰۷ :- شیعوں کی اصحاب ثلاثہ پر تنقید اجتہاد کے زمرے میں کیوں نہیں آجاتی ہے ؟

سوال ۶۰۸ :- کتاب نصرت الحق صد ۳۹ ، نصائح کافیہ ، ابن عساکر ، اوائل سیوطی اور مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ معاویہ شراب پیا کرتا تھا کیا شرابی امیر المومنین ہو سکتا ہے ؟

سوال ۶۰۹ :- علامہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ معاویہ نے جمعہ کی نماز بدھ کے دن پڑھائی ؟ کیا ایسا صحابی لائق تعظیم ہوگا ؟

سوال ۶۱۰ :- تاریخ الخلفاء سیوطی ، تاریخ ابوالفداء ، تاریخ الخمیس ، نصائح کافیہ ، صواعق محرقہ ، تطہیر الجنان وغیرہ میں ہے کہ معاویہ اور اس کے عمال حضرت علی علیہ السلام پر سب کیا کرتے تھے کیا علیؑ کو گالیاں دینے والے کو اہل سنت معزز و محترم سمجھتے ہیں ؟

سوال ۶۱۱ :- اسلام میں سب سے پہلے خواجہ سرا کس نے رکھے ؟ اور لوگوں کو خصی کرنے کی بے ہودگی کا ارتکاب کس نے کیا ؟

سوال ۶۱۲ :- تاریخ ابن خلدون جلد ۵ میں ہے کہ معاویہ نے حضرت ام المومنین عائشہ کو ایک گڑھے میں ڈال کر اوپر سے چونا بھر دیا اور ان کو زندہ درگور کیا ؟ کیا قاتل زوجہ رسولؐ پاک باز صحابی تھا ؟

سوال ۶۱۳ :- تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ صد ۱۲۳ اور تاریخ طبری میں ہے کہ معاویہ دعائے قنوت پڑھتے وقت جناب علیؑ ، حضرت ابن عباسؓ و حسنینؑ شریفین اور حضرت مالک اشترؒ کو گالیاں بکا کرتا تھا کیا اہل سنت اس

شخص کو مسلمان سمجھیں گے جو اس فعل کا ارتکاب کرے؟

سوال ۶۱۴:- علامہ شبلی نعمانی نے سیرت النبی حصہ اول صہ ۴۹ مطبوعہ نامی پریس کانپور میں لکھا ہے کہ حدیثوں کی تدوین دورِ بنی اُمیہ میں ہوئی اور ہزاروں احادیث معاویہ وغیرہ کے فضائل میں بنوائی گئیں بتائیں کیا وہ احادیث معتبر ہوں گی؟

سوال ۶۱۵:- دراسات اللبیب جلد ۲ صہ ۴۰۲ میں ہے کہ معاویہ نے لوگوں کو جبراً منع کیا کہ وہ علیؑ کے طریقہ پر نہ چلیں؟ کیا مذہب اہل سنت یہی ہے؟

سوال ۶۱۶:- حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے متعلق حضورؐ نے فرمایا کہ اے عمارؓ تجھے باغی گروہ قتل کریگا (بخاری) کیا جناب عمارؓ کو گروہ معاویہ نے شہید نہیں کیا ہے؟

سوال ۶۱۷:- اہل حدیث علامہ وحید الزماں لکھتے ہیں کہ "امیر معاویہ سنن مشہورہ کی مخالفت کرتے تھے پس جو مذہب معاویہ پر ہو اس کو ثقہ نہیں کہا جا سکتا" (ہدیۃ المہدی) کیا سُنت کی مخالفت کرنے کے باوجود بھی صحابی واجب الاحترام ہوگا؟

سوال ۶۱۸:- مشہور محدث امام نسائیؒ کی موت کیسے واقع ہوئی؟

سوال ۶۱۹:- محاضرات راغب اصفہانی میں ہے کہ معاویہ نے مرتے وقت گلے میں عیسائیوں کی صلیب لٹکائی اور عیسائی ہو کر مرا تبایئے پھر اسے رضی اللہ عنہ، کیوں کہا جاتا ہے؟

سوال ۶۲۰:- محدث شاہ عبد العزیز کے فتاوی عزیزی صہ ۱۳۰ میں ہے کہ سب سے صحیح بات یہ کہ معاویہ کو مرتکب کبائر جاننا چاہیے پھر ایسے شخص کی فضیلت کیسی؟

سوال ۶۲۱:- الامامت والسیاست صہ ۱۴۵ میں ہے جب معاویہ

کو امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی شہادت کی خبر ملی تو اس نے بڑی خوشی منائی اور سجدہ شکر ادا کیا۔ کیا یہ بھی اجتہاد تھا؟

سوال ۶۲۲:- "لا یشبع اللہ بطنہ" یہ دعا حضورؐ نے کس بزرگ کے حق میں کی ہے (اس کا پیٹ نہ بھرے)

سوال ۶۲۳:- اگر معاویہ کاتب وحی تھے تو صحاح ستہ میں سے کوئی ایک حدیث مرفوع جسکے راوی ثقہ ہوں نقل کر دیجئے؟

سوال ۶۲۴:- مدارج النبوۃ میں ہے کہ معاویہ کا کاتب وحی ہونا ثابت نہیں ہے اس کی کیا وجہ ہے۔؟

سوال ۶۲۵:- حضرت عمر نے معاویہ کو کسریٰ و قیصر سے تشبیہ کیوں دی؟ کیا مسلمانوں کے نزدیک قیصر و کسریٰ محترم و معظم تھے؟

سوال ۶۲۶:- اگر وہ معظم تھے تو پھر کیوں نہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو یہ مماثلت بخش دی جائے؟

سوال ۶۲۷:- اصحاب عشرہ مبشرہ میں سے کسی صحابی سے بھی روایت کردہ کوئی سی تین احادیث نقل کریں جو معاویہ کے فضائل میں ہیں نیز ان روایات کے راویوں کے ثقہ ہونے کا ثبوت بھی ساتھ ہی دیا جائے؟

سوال ۶۲۸:- کہا جاتا ہے کہ بھائیوں کے درمیان تنازعات ہو جاتے ہیں لیکن ایک اجنبی شخص کا حق نہیں ہے کہ اس تنازعہ کی وجہ سے کسی کو برا بھلا کہے۔ فرمائیے جب آپکے خیال میں دین و انصاف کا کوئی لحاظ ہی نہیں ہے تو پھر ابولہب و ابوجہل کو برا بھلا کیوں کہا جائے؟

سوال ۶۲۹:- اگر یہ جواب ہے کہ وہ دشمن اسلام اور دشمن رسولؐ تھے تو پھر ہم کہیں گے کہ بھائیوں اور چچوں کا معاملہ ہے آپ اجنبی ہیں آپ کیوں برا کہتے ہیں؟ ہابیل اور قابیل کے معاملہ میں کیوں خاموشی اختیار نہیں کرتے ہیں؟

سوال ۶۳۰ ؎۔ کیا امام حسن علیہ السلام نے معاویہ بن سفیان کی بیعت کی؟ ثبوت درکار ہے؟

سوال ۶۳۱ ؎۔ جب امام حسن علیہ السلام نے حکومت معاویہ کو سونپ دینے کا فیصلہ فرمایا تو معاویہ نے کن شرائط پر کاربند رہنے کا تحریری عہد کیا؟

سوال ۶۳۲ ؎۔ شرائط صلح کی نقل موثقہ شائع کر دی جائے؟

سوال ۶۳۳ ؎۔ مفتی محمد شفیع کے فرزند معاویہ کے تابعدار اور محب محمد تقی عثمانی کتاب "حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق" میں لکھتے ہیں کہ "ابوالیمان شعیب سے اور وہ زہری سے روایت کرتے ہیں کہ سنت یہ چلی آتی ہے کہ نہ کافر مسلمان کا وارث ہوگا نہ مسلمان کافر کا یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیز آئے تو انہوں نے پہلی سنت کو لوٹا دیا پھر ہشام نے اس فیصلہ کو لوٹا دیا جو حضرت معاویہ اور ان کے بعد کے بنو امیہ نے کیا تھا" یہ عبارت البدایہ سے اخذ کر کے عثمانی صاحب نے ترجمہ کی ہے قطع نظر غلط ترجمے کے کیا اس سے ثابت نہیں ہے کہ معاویہ نے خلاف سنت قانون بنایا؟ پھر کیوں اہل سنت مخالف سنت کو محترم سمجھتے ہیں؟

سوال ۶۳۴ ؎۔ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ دیت کے معاملہ میں حضرت معاویہ نے سنت کو بدل دیا سنت یہ تھی کہ معاہد کی دیت مسلمان کے برابر ہوگی مگر حضرت معاویہ نے اس کو نصف کر دیا اور باقی نصف خود لینی شروع کر دی۔ کیا معاویہ کا یہ فیصلہ خلاف سنت ہے یا نہیں؟

سوال ۶۳۵ ؎۔ موطا باب الیمین میں ہے کہ ابن ذئب روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے امام زہری سے ایک قسم اور ایک گواہ (کے بل پر فیصلہ) کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ بدعت ہے اور پہلے جنہوں

نے ایسا فیصلہ کیا وہ معاویہ ہیں" فرمایئے معاویہ بدعتی ہوا یا نہیں؟

سوال ۶۳۶:- امام نووی اپنی کتاب "تہذیب الاسماء واللغات" میں عبدالرحمٰن بن ابوبکر کے حالات درج کرکے لکھتے ہیں کہ جب عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے یزید کی بیعت سے انکار کیا تو ان کو ایک لاکھ درہم بھیجے گئے تاکہ انہیں بیعت پر راضی کیا جائے لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور کہا میں دنیا کے عوض دین نہیں بیچ سکتا۔ کیا معاویہ رشوت دے کر بیعت طلب کرتا رہا؟ رشوت لینے اور دینے والے کا شرعی مقام کیا ہے۔؟

سوال ۶۳۷:- شاہ ولی اللہ محدث اپنی شرح موطا میں لکھتے ہیں کہ ابن شہاب سے روایت ہے کہ سب سے پہلے جس نے سرکاری عطیات میں سے زکوٰۃ وصول کی وہ معاویہ تھے؟ کیا یہ بدعت ہے کہ نہیں؟

سوال ۶۳۸:- مولوی ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی کتاب خلافت و ملوکیت میں لکھا ہے کہ "مالِ غنیمت کی تقسیم کے معاملے میں بھی حضرت معاویہ نے کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی۔ کتاب و سنت کی رو سے پورے مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال میں داخل ہونا چاہیئے اور باقی چار حصے اس فوج میں تقسیم ہونے چاہئیں جو لڑائی میں شریک ہو لیکن حضرت معاویہ نے حکم دیا کہ مالِ غنیمت میں سے چاندی سونا اُن کیلئے نکال دیا جائے پھر باقی مال شرعی قاعدے کے مطابق تقسیم کیا جائے کیا ایسی خیانت امیرالمومنین کو زیب دیتی ہے (واضح ہو کہ مولانا مودودی نے یہ رائے پانچ معتبر کتابوں کے حوالوں سے ثابت کی ہے اُن کا ذاتی خیال نہیں ہے)

سوال ۶۳۹:- اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ معاویہ نے جو اپنے لئے سونا چاندی علیحدہ کرنے کا حکم دیا تھا وہ بھی بیت المال ہی کے لئے تھا نہ کہ اس کی ذاتی ضرورت کیلئے تو پھر بھی یہ حکم قرآن و سنت کے خلاف ہے کیوں کہ زمانہ

رسولؐ یا زمانہ علیؑ تک سونا چاندی مال سے علیحدہ نہیں کیا جاتا رہا ہے کیا کوئی ایسی مثال پہلے حکمرانوں کی موجود ہے کہ اس طرح سونا چاندی علیحدہ کیا گیا ہو؟

سوال نمبر ۲۶۰ ۔ حافظ ابو عبید القاسم بن سلام اپنی کتاب الاموال صد ۲۵۹ روایت ر ۶۲۵ میں لکھتے ہیں کہ ایک روز مروان نے ممبر پر کھڑے ہو کر کہا امیر المومنین معاویہ نے تمہیں بھرپور عطیات دینے کا حکم فرمایا ہے اور پوری کوشش کی ہے مگر بال میں سے ایک لاکھ درہم کم ہے اور انہوں نے مجھے لکھا ہے کہ یمن کی زکواۃ جب یہاں سے گذرے تو میں اس میں سے یہ مال (تمہارے لئے) لے لوں ۔ اس پر لوگ گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا ہرگز نہیں ہم ان میں سے ایک درہم بھی نہ لیں گے کیا ہم دوسروں کا حق وصول کر لیں؟ یہ زکواۃ کا مال تو یتامیٰ و مساکین کیلئے صدقہ ہے ہمارے عطیات تو جزیہ میں سے ملنے چاہئیں تم معاویہ کو لکھو کہ وہ ہمیں بقیہ عطایا بھیج دیں ۔ مروان نے یہ بات لکھی تب معاویہ نے بقایا ارسال کیا جواب دیجئے اگر لوگ بروقت احتجاج نہ کرتے تو کیا یتیموں اور مسکینوں کی حق تلفی نہ ہو جاتی؟

سوال نمبر ۲۶۱ ۔ حضرت حجر بن عدی کا مقام مذہب اہل سنت میں کیا ہے کیا وہ شہید ستم و مظلوم نہ تھے؟

سوال نمبر ۲۶۲ ۔ کیا کبیرہ گناہوں کے کرنے والا مسلمانوں کا امیر المومنین ہو سکتا ہے؟ اگر ہو سکتا ہے تو حدیث یا اقوالِ خلفائے ثلاثہ سے ثابت کیا جائے۔؟

سوال نمبر ۲۶۳ ۔ اگر نہیں ہو سکتا تو شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے تحفہ اثنا عشریہ میں اعتراف کیا ہے کہ معاویہ کبیرہ گناہوں کے کرنے والا تھا بتائیے آپ اسے خلیفہ کیوں مانتے ہیں؟

سوال ۶۴۴: جب معاویہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو حضرت علیؑ پر سب دشتم کرنے پر مجبور کیا تو آپ نے کیا جواب دیا اور کون سی تین ۳ فضیلتیں بیان فرمائیں کہ جوان کو اگر ایک بھی حاصل ہوتی تو سرخ اونٹوں سے بہتر تھی؟

سوال ۶۴۵: جب عشرہ مبشرہ میں کے اصحاب مثلاً سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید اور دیگر خلفاء کے متقی و اہل فرزند موجود تھے تو پھر معاویہ نے خلاف شرط اپنے بیٹے کو ولی عہد کیوں بنایا؟

سوال ۶۴۶: کیا یہ ولی عہدی محض تجویز تھی یا جبری حکم؟ اگر یہ تجویز تھی تو رشوتیں دے کر لوگوں کو خریدنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

سوال ۶۴۷: عدالتِ صحابہ کا صحیح مفہوم اہلسنت کے نزدیک کیا ہے؟

سوال ۶۴۸: عقیدۂ اہل سُنّت "الصحابہ کلھم عدول" قدیم کتب عقائد میں ثابت کیا جائے۔ کم سے کم دو ۲ کتابوں سے مکمل حوالہ نقل فرمائیے؟

سوال ۶۴۹: کسی علم کتاب کی پرانی کتاب سے اس عقیدہ کو ثابت کیا جائے؟

سوال ۶۵۰: کیا صحابہ کا ہر فعل و قول اجتہاد ہوگا؟

سوال ۶۵۱: کوئی ایسا اجتہادی مسئلہ پیش کریں جس سے ثابت ہو کہ معاویہ کو بارگاہ رسالتؐ میں مرتبۂ اجتہاد حاصل ہوا؟

سوال ۶۵۲: حضرت عائشہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر وغیرھم کے بارے میں آپ کے ہاں مشہور ہے۔ کہ انھوں نے اپنی غلطیوں سے رجوع کر لیا۔ کوئی ایسا ثبوت پیش کریں کہ معاویہ نے بھی ایسا رجوع کیا ہو؟ علامہ شہرستانی کے مطابق معاویہ کے متعلق اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ کہ اس نے امام حق کے خلاف بغاوت کی (الملل والنحل)

سوال ۶۵۳: صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ خندق کی اس حدیث میں خط کشیدہ فقرات پر تبصرہ فرمائیے؟

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میں حضرت حفصہ کے پاس گیا انہوں نے غسل کیا تھا اور پانی کے قطرے ان کے بالوں سے گر رہے تھے میں نے حفصہ سے کہا کہ لوگوں کا حال آپ دیکھ رہی ہیں۔ میرا امارت و خلافت کے معاملہ میں کوئی دخل نہیں رہنے دیا گیا۔ وہ بولیں آپ جائیں تو سہی لوگ آپ کے انتظار میں ہیں۔ اور مجھے خطرہ ہے کہ آپ اگر وہاں نہ گئے تو تفرقہ پیدا ہوگا۔ حضرت حفصہ نے ابن عمر کو اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ وہ بھی اجتماع میں نہ چلے گئے جب لوگ جدا جدا ٹکڑیوں میں بیٹھ گئے تو معاویہ نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جو شخص بھی امارت یا ولی عہدی کے معاملے میں زبان کھولنا چاہتا ہے۔ وہ ذرا اپنا سینگ تو اونچا کر کے دکھائے ہم اس سے اور اس کے باپ سے بھی زیادہ امارت کے مستحق ہیں۔ حبیب بن مسلمہ نے (جو حضرت ابن عمر سے یہ روداد سن رہے تھے) پوچھا کہ آپ نے معاویہ کو کوئی جواب نہ دیا؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا میں نے اپنی چادر ڈھیلی کی تھی اور ارادہ کیا تھا کہ میں اُن سے کہوں تم سے زیادہ حقدار امارت وہ ہے جس نے تم سے اور تمہارے باپ (ابوسفیان) سے اسلام کی خاطر قتال کیا پھر میں ڈر گیا کہ میری بات سے تو اور زیادہ تفریق پیدا ہوگی حتیٰ کہ خون ریزی تک نوبت جا پہنچے گی۔ اور میری بات سے کوئی دوسرا ہی مطلب اخذ کیا جائے گا۔ پس میں نے جنت میں اپنے اجر کو یاد کیا (خاموش رہا)

کیا تخویف و تحریص کا الزام معاویہ پر ثابت نہیں ہوتا ہے؟

سوال ۶۵۴:۔ کیا عقیدہ سُنیہ میں صحابہ کرام معیار حق ہیں؟

سوال ۶۵۵:۔ ترمذی کی حدیث کہ "اے اللہ معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت پانے والا ذریعہ بنا" کے اسناد صحیح ثابت کر دیں۔؟

سوال ۶۵۶:۔ تنقید کے معنی اہل سُنت کے نزدیک کیا ہیں؟

سوال ۶۵۷:۔ کوئی ایک آیت قرآن ایسی بتا دیجیے جس میں یہ حکم موجود ہو کہ کسی صحابی پر تنقید نہ کی جائے؟

سوال ۶۵۸:۔ اگر کوئی آیت نہ مل سکے تو کوئی ایسی مرفوع و صحیح حدیث صحاح ستہ میں سے پیش کیجیے جس کے راوی ثقہ ہوں کہ اس میں حکم رسولؐ ہو کہ میرے اصحاب پر تنقید نہ کی جائے۔؟ (حوالہ مکمل دیجیے)

سوال ۶۵۹:۔ حضرت ابوبکر کے کلام سے ثابت کریں کہ انہوں نے صحابہ پر تنقید کرنا منع فرمایا ہو صحاح ستہ سے حوالہ دیجیے؟

سوال ۶۶۰:۔ حضرت عمر کے کسی قول سے ثابت کریں انہوں نے صحابہ پر تنقید کرنے پر اعتراض کیا ہو؟ صحاح ستہ سے ثبوت دیجیے؟

سوال ۶۶۱:۔ حضرت عثمان بن عفان ہی کی زبان سے ایسی ممانعت ثابت کر دیجیے صحاح ستہ سے ثبوت درکار ہے؟

سوال ۶۶۲:۔ حضرت علی علیہ السلام کے فرمان سے ایسا حکم بتا دیجیے کہ انہوں نے تمام اصحاب پر تنقید کو مذموم فرمایا ہو صحاح ستہ سے مکمل حوالہ دیں؟

سوال ۶۶۳:۔ تبرا کے معنی بیان کر دیجیے؟

سوال ۶۶۴:۔ سب و شتم کا مطلب واضح فرمایئے؟

سوال ۶۶۵:۔ کیا اسلامی شریعت عام آدمی پر سب و شتم جائز قرار دیتی ہے؟ اگر دیتی ہے تو قرآن و حدیث سے ثابت کیجیے؟

سوال ۶۶۶:۔ اگر تبرا اور سب و شتم ایک ہی چیز ہے تو پھر اہل سنت اپنے چھٹے کلمہ " ردکفر" میں یہ ارتکاب کیوں کرتے ہیں؟

سوال ۶۶۷:۔ آپ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت علی نے معاویہ پر سب و شتم نہ فرمایا جب کہ معاویہ نے اس فعل کا ارتکاب کر کے قرآن و سنت کی خلاف ورزی کی لہذا اہل سنت حضرت امیرؑ کی پیروی

کرتے ہیں جو خلیفہ برحق تھے اور معاویہ کی اتباع شیعہ کرتے ہیں کتب اربعہ شیعہ سے ثابت کریں کہ مذہب شیعہ میں گالی بکنا جائز ہے؟

سوال ۶۶۸:۔ جب مذہب میں یہ فعل مذموم ہے تو پھر یہ لغو اعتراض کیوں کیا جاتا ہے۔؟

سوال ۶۶۹:۔ کیا "لعنت" گالی ہوتی ہے؟ کسی سُنی مفتی کا فتویٰ درکار ہے!

سوال ۶۷۰:۔ آپ کے مذہب میں مشہور ہے کہ فاسق و فاجر پر لعنت کرنا درست نہیں ہے۔ فرمائیے قرآن مجید میں کاذبین پر لعنت کیوں ہوئی؟

سوال ۶۷۱:۔ اگر لعنت گالی ہے تو یہ گالیاں اللہ میاں نے کیوں دیں؟

سوال ۶۷۲:۔ کیا معاویہ کو اہل سُنت حضرات ابوبکر و عمر سے زیادہ قوی و امین مانتے ہیں؟

سوال ۶۷۳:۔ اگر نہیں تو محمد تقی عثمانی کی کتاب کے آخر میں اُن کے بھتیجے مولوی محمد اشرف نے یہ روایت کس عقیدہ کی عکاسی میں لکھی ہے۔

"ایک روایت میں تو یہاں تک ہے۔ کہ نبی کریم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو کسی کام میں مشورہ کے لئے طلب فرمایا مگر دونوں حضرات کوئی مشورہ نہ دے سکے تو آپؐ نے فرمایا کہ معاویہؓ کو بلاؤ اور معاملہ کو ان کے سامنے رکھو کیونکہ وہ قوی ہیں (مشورہ دیں گے) اور امین ہیں (غلط مشورہ نہ دیں گے)" کیا اہل سُنت حضرات اس حدیث کو صحیح تسلیم کرتے ہیں؟

سوال ۶۷۴:۔ اگر صحیح ہے تو پھر معاویہ کا فہم حضرات شیخین تو رہے ایک طرف آنحضرتؐ سے بھی اعلیٰ ہوا کیا آپ معاویہ کو رسول کریمؐ سے زیادہ فہیم تسلیم کرلیں گے؟

سوال ۶۷۵:۔ اگر غلط ہے تو پھر ایسی غلط اور توہین آمیز روایات

مناقب معاویہ میں کیوں وضع کی گئیں اور اہل سُنّت ان کو استدلال کیوں کر بناتے ہیں؟

سوال ۷۷۴:- اگر معاویہ علیؑ سے جنگ کر کے، اُن کو بعد از شہادت بر سر منبر گالیاں دے کر اور دلوا کر، امام حسنؑ کو زہر دے کر، سُنّت کی خلاف ورزی کر کے، قرآن کی مخالفت کے باوجود جنت میں جائے گا تو پھر شیعہ صرف رسولؐ و آلِ رسولؐ کے دشمنوں سے بیزاری اختیار کرنے کی وجہ سے کیوں جہنمی ہیں؟

سوال ۷۷۵:- آخر شیعوں کو ان افراد سے کیا ذاتی دشمنی ہے۔ اُن کا اجتہاد بھی تو یہ ہے کہ چند لوگ کچھ وجوہات کے باعث قرآن و سنّت کے مخالف ہوئے اور انہوں نے خانوادۂ رسولؐ کو بے جرم و خطا اذیت دی۔ ایسے اجتہاد کا فائدہ انہیں کیوں نہیں ہے؟

سوال ۷۷۶:- مطاعن شیعہ کا جواب جب کبھی بھی آپ کی طرف سے دیا جاتا ہے تو صرف یہ بات بنیاد بنائی جاتی ہے کہ اصحاب کے معاملہ میں نیک گمان رکھنا چاہیے یا پھر اپنی کتب سے استدلات پیش کر دیئے جاتے ہیں کیا یہ طریقہ معقول و تسلّی بخش ہے؟

سوال ۷۷۹:- اہل بیت کے فضائل کی احادیث آپ کے بقول شیعوں کی ہوتی ہے لیکن مخالفین اہل بیت کے مناقب جب شیعہ یہ کہہ کر تسلیم نہیں کرتے کہ یہ سُنّیوں کے ہیں تو آپ اودھم کیوں مچاتے ہیں؟

سوال ۷۸۰:- جب غیر مسلم یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے تو آپ سیخ پا ہو کر اس بات کی تردید کرتے ہیں لیکن سلاطین اسلام کی توسیع پسندی و ہوس ملک گیری کا تذکرہ تو آپ بڑے فخر سے "سنہری فتوحات" کہہ کر نشر کرتے ہیں آخر یہ دورخی کیوں؟

سوال ۷۸۱:- جب اسلام جارحانہ کارروائی، وسعت حدود سلطنت کی

اجازت ہی نہیں دیتا تو ممنوع افعال باعث فضیلت کیوں کہے جاتے ہیں؟

سوال ۶۸۲:۔ روضۃ المناظر حاشیہ تاریخ کامل جلد ۱۱ صہ ۱۸۵ میں لکھا ہے کہ "تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ مراد شجرہ ملعونہ فی القرآن سے بنی امیہ ہے۔ کیا اپنے مفسرین کی اس رائے سے آپ بھی اتفاق کرتے ہیں؟

سوال ۶۸۳:۔ تطہیر الجنان حاشیہ صواعق محرقہ علامہ ابن حجر مکی صہ ۶۲ میں ہے کہ امام حاکم نے شیخین (بخاری و مسلم) کی شرط پر ایک صحیح حدیث بیان کی ہے کہ "حضرت ابی برزہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمام قبیلوں میں جناب رسولؐ خدا کے نزدیک بنو امیہ اور معاویہ سب سے زیادہ قابل نفرت شریر اور مضر لوگوں سے تھے" فرمائیں معاویہ کو قابل نفرت، شریر اور مضر سمجھنا سنت رسولؐ ہے یا نہیں؟

سوال ۶۸۴:۔ مشکوٰۃ شریف باب مناقب قریش صہ ۵۴۳ مطبوعہ گلزار محمدی لاہور میں ترمذی کے حوالہ سے عمران بن حصین سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وفات پائی اور وہ تین قبیلوں سے ناخوش گئے بنی ثقیف، بنی حنیفہ اور بنی امیہ جواب دیجئے کہ جس قبیلہ سے رسولؐ ناخوش گئے اگر شیعہ خوش نہیں تو مطابق سنت ہے یا بدعت؟

سوال ۶۸۵:۔ آفت سے بیزاری اختیار کرنا بہتر ہے یا نہیں؟

سوال ۶۸۶:۔ اگر بہتر ہے تو بنی امیہ بقول رسولؐ دین کے لئے آفت تھے جیسا کہ منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند احمد حنبل جلد ۵ صہ ۳۰۴ مطبوعہ مصر میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہر دین کے لئے ایک آفت ہے اور اس دین اسلام کے لئے بنی امیہ آفت ہیں۔ لہٰذا حکم

رسولؐ کی اطاعت کا تقاضا یہ ہے کہ آفت سے بچا جائے نہ کہ آفت سے محبت کی جائے۔ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

سوال ۶۸۷:۔ جواب دیجئے معاویہ کی زندگی میں اور اپنے زمانہ ولی عہدی میں یزید ملعون نے بی بی عائشہ کو نکاح کی خواستگاری کیوں کی۔ (مدارج النبوۃ) جب کہ ام المومنین اُمت پر حرام ہے؟

سوال ۶۸۸:۔ مسلم کی حدیث ہے کہ جس نے اہل مدینہ کو خوف زدہ کیا خدا اُس کو خوف زدہ کرے اور اس پر خدا اور انسانوں اور فرشتوں کی لعنت ہوگی؟ اب واقعہ حرّہ میں یزید نے کیا کیا؟ کیا وہ لعنت خدا انس و ملک، کا مستحق نہ ہوا؟

سوال ۶۸۹:۔ صواعق محرقہ میں ابن حجر نے لکھا ہے کہ یزید پلید نے ماں و بیٹیا، بہن و بھائی کا نکاح جائز کر دیا تھا۔ کیا ایسا ملعون خلیفہ برحق ہو سکتا ہے؟ جب کہ آج کل اہل سُنّت اسے خلیفہ راشد و رشید کہہ رہے ہیں۔؟

سوال ۶۹۰:۔ امام احمد بن حنبل، علامہ سبط ابن جوزی، علامہ سمہودی علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ ابن حجر مکی، ملا علی قاری، علامہ تفتازانی اور کثیر علمائے اہل سُنّت کا اتفاق ہے کہ یزید لعنتی ہے۔ بلکہ اکثریت نے اس کا کافر ہونا تسلیم کیا ہے۔ فرمائیے آج کل جو ہمدردانِ یزید ہیں اور اُسے رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں وہ اہل سُنّت میں سے ہیں یا نہیں؟

سوال ۶۹۱:۔ اگر یزید نیکوکار تھا پھر اس کے فرزند حضرت معاویہ بن یزید رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے فاسق و فاجر قرار دے کر تخت حکومت کو کیوں ٹھوکر ماردی؟

سوال ۶۹۲:۔ حضرت معاویہ رح بن یزید نے اپنے دادا (معاویہ بن سفیان) کو قصور وار کیوں ٹھہرایا۔؟

سوال ۶۹۳ :- اگر یزید نیک چلن تھا تو جواب دیجئے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمت اللہ علیہ نے محض ایک درباری کے یزید کو امیر المومنین کہنے کی سزا میں بیس کوڑوں کی سزا کیوں دی؟

سوال ۶۹۴ :- جواب دیجئے کہ آج کل جو لوگ یزید لعین کو امیر المومنین کہتے ہیں۔ اگر وہ دورِ عمر ثانی رح میں ایسا کرتے تو کیا اُن کو یہ سزا نہ ملتی؟ عمر رح ثانی کا یہ فعل یزید لعین کی نااہلیت و بدکاری کے لئے کافی ثبوت نہیں ہے؟ پھر ابن تیمیہ، غزالی، محمود عباسی وغیرہ کی مصنوعی و خود ساختہ تحقیق کیا مقام رکھتی ہے کہ محض عداوت کی خاطر انہوں نے یہ اچنبہ بات کرکے باطل کی پشت پناہی کی؟

سوال ۶۹۵ :- علامہ قسطلانی اپنی شرح بخاری جلد ۱۰ ص ۱۰۷ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت ص نے فرمایا کہ "میرے بعد میری اُمت فتنہ برپا کرکے حقوق اہل بیت ضبط کرے گی"، فرمائیے اُمت نے سب سے پہلا کون سا حق اہل بیت غصب کیا اور اس غاصب سرکردہ کا نام کیا ہے؟

سوال ۶۹۶ :- ازراہ نوازش کسی پانچ سو سال پرانی معتبر تاریخ اسلام سے اصحاب ثلاثہ کا نماز جنازہ پڑھا جانا دکھا دیجئے مشکور رہوں گا؟

سوال ۶۹۷ :- روضۃ الاحباب جلد سوئم ص ۱۶ میں ہے کہ حضور نے فرمایا "علی خلیفتی علیکم فی حیاتی و فی مماتی فمن عصاہ فقد عصانی"، علی ع تم پر میری حیات اور میری ممات میں خلیفہ ہے جس نے اس کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ فرمائیے کسی اور صحابی کی شان میں کوئی ایسا حکم رسول ص موجود ہے؟ اگر ہے تو مع مکمل حوالہ نقل فرمائیے۔

سوال ۶۹۸ :- قرآن مجید میں ہے کہ "تحقیق ہم نے تمہاری طرف ایک رسول ص بھیجا تم پر شاہد جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول

(موسیٰؑ) بھیجا تھا" یعنی حضورؐ کو مثیلِ موسیٰؑ قرار دیا گیا قوم موسیٰؑ پر بارہ۱۲ سردار مامور ہوئے جیسا کہ سورۂ مائدہ میں ہے فرمایئے قوم محمدؐ کے سردار بھی بارہ ہونگے یا نہیں؟

سوال ۶۹۹:۔ اگر نہیں تو پھر صحیح مسلم وغیرہ میں بارہ۱۲ سرداروں والی احادیثؐ کیوں درج ہیں؟

سوال ۷۰۰:۔ مسلم شریف میں ہے کہ یہ بارہ۱۲ سردار قریش میں سے ہونگے اور مودۃ القربیٰ وغیرہ میں ہے کہ یہ سردار قریش کے قبیلہ بنی ہاشم میں سے ہوں گے؟ (ان بارہ۱۲ کے نام بتا دیجئے)

سوال ۷۰۱:۔ کیا اہل سنت کے تعلیم کردہ بارہ۱۲ خلفاء جن میں یزیدؑ بھی شامل ہے۔ کسی قولِ رسولؐ سے ثابت ہیں اگر ہیں تو ثبوت دیجئے؟

سوال ۷۰۲:۔ شیعوں کے آئمہ اثنا عشر صلواۃ اللہ علیہم کے اسماء مبارکہ از روئے حدیثؐ ثابت ہیں۔ ملاحظہ کیجئے شواہد النبواۃ ص ۱۹۵ بتایئے یہ امام برحق ہیں یا نہیں؟

سوال ۷۰۳:۔ مشکواۃ کتاب الفتن جلد ۲ ص ۴۵۵ میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "میں اپنی اُمت میں گمراہ کرنے والے آئمہ سے ڈرتا ہوں" فرمایئے وہ کون سے امام تھے؟

سوال ۷۰۴:۔ کیا آپ یہ کہنے کی جرأت کر سکتے ہیں کہ ہمارے بارہ۱۲ امامؑ معاذاللہ گمراہ کرنے والے تھے؟

سوال ۷۰۵:۔ اگر آپ کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ آئمہؑ اہل بیت ہادیان برحق ہیں تو پھر اُن سے تمسک کیوں نہیں کرتے؟

سوال ۷۰۶:۔ اگر فرمائیں کہ ہمارا تمسک ہے تو از راہ ثبوت ایک جدول تیار فرمائیں کہ آپ کی کتب احادیث میں کتنی احادیث آئمہؑ آلِ محمدؐ علیہم السلام سے مروی ہیں؟

سوال ۷۰۷:۔ آپ کے ہاں مہاجرین سے کیا مراد ہے۔؟

سوال ۷۰۸:۔ کیا وہ تمام لوگ جنہوں نے ہجرت کی نیک نیت اور صاحبانِ مراتب تھے؟

سوال ۷۰۹:۔ اگر سارے ہی مہاجرین صاحبانِ فضیلت ہیں تو مشکوٰۃ شریف کی اس حدیث کی وضاحت فرمائیں؟

"اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے۔ اور ہر شخص کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی پس جس شخص نے اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کی تو اس کی ہجرت اللہ اور رسولؐ کی طرف شمار ہوگی جس نے کسی دنیوی غرض کیلئے ہجرت کی اُسے وہ غرض حاصل ہو جائے یا جس نے کسی عورت کے لیے ہجرت کی اس سے اس کا نکاح ہو جائے تو اس کی ہجرت اسی چیز کی طرف ہے جس کے لیے اس نے ہجرت کی۔"

کیا اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تمام مہاجرین کی ہجرت اللہ ورسول کی طرف نہیں تھی؟

سوال ۷۱۰:۔ جب خود آنحضرتؐ نے ہجرت کا معیار خلوص نیت قرار دیا ہے تو پھر آپ سارے مہاجرین کو اس فضیلت کا مستحق کیوں قرار دیتے ہیں؟

سوال ۷۱۱:۔ جب اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے تو ظاہر ہے کہ ہر عمل کے ردِّ عمل و نتیجہ سے نیت کا خلوص و نفاق شناخت کیا جا سکتا ہے لہٰذا اگر کسی شخص کے اعمال کے نتائج مذموم برآمد ہوتے ہیں تو پھر اُسے اجتہاد کے نقاب میں کیوں چھپایا جاتا ہے۔؟

سوال ۷۱۲:۔ اگر کوئی خلوص نیت سے اہل بیتؑ سے محبت رکھتا ہے اور اُن کے دشمنوں اور موذیوں سے عداوت رکھتا ہے تو کیا آپ اس شخص کو مخلص سمجھتے ہیں یا نہیں؟

سوال ۷۱۳:۔ کیا یہ نیک نیتی کی "محبت" اور "عداوت" اسکے لئے باعثِ نجات

ہوگی یا نہیں؟

سوال ۱۷۴: کیا محبوبِ خدا اور رسول کی محبت آپ کے نزدیک ہدایت یافتہ ہونے کا باعث ہے یا نہیں؟

سوال ۱۷۵: کیا علانیہ دشمنِ محبوبِ رسول خدا سے دشمنی رکھنا چاہیے یا محبت یا دورخی پالیسی اختیار کر کے خاموش رہنا چاہیے؟

سوال ۱۷۶: جب آپ کے نزدیک سارے صحابی عادل ہیں اور سارے ہیں اُن میں کسی ایک کی پیروی کر لینا ہی کافی ہے تو پھر آخر حضرت علی (جو کہ صحابی بھی ہیں اور اہل بیت میں بھی شامل ہیں) کے پیرو کاروں کی پیروی آپ کیوں کافی نہیں سمجھتے۔ کیا جناب امیرؑ زمرۂ اصحاب و نجوم سے باہر ہیں؟

سوال ۱۷۷: اس بات سے تو کسی کو انکار ہی نہیں ہو سکتا کہ اصحاب کے درمیان آپس کے اختلافات تھے اجتہادی یا غیر اجتہادی تاہم افتراق کی صورت موجود ہے اور یہ وجود یقیناً مختلف راہیں پیدا کریگا پھر کیوں نہ اُس صحابی کی اتباع کی جائے جس کے بارے میں اکثریت اتفاق کرتی ہے؟ کیوں کہ آپ کا زیادہ تر جھکاؤ جمہوری رائے کیطرف ہوتا ہے؟

سوال ۱۷۸: کیا صحابہ رسول میں حضرت علیؑ ایسی ہستی نہیں ہیں جن کو اہل سنت و شیعہ مشترکہ طور پر بزرگ و خلیفہ و امام تسلیم کرتے ہیں؟

سوال ۱۷۹: اتحاد قائم کرنے اور اختلافات دور کرنے کا کیا اس سے بہتر اور کوئی حل ممکن ہے کہ شیعہ و سنی مشترکہ خلیفہ کو مرکزِ ہدایت تسلیم کر کے سارے جھگڑے ختم کر دیں؟

سوال ۱۸۰: اگر آپ کو دریائی سفر در پیش ہو اور کنارۂ دریا پر بہت ساری کشتیاں موجود ہوں۔ ہر کشتی والا یہ دعویٰ کرتا ہو کہ میری کشتی پار جائے

گی۔ دریا طغیانی پر ہو اور پاٹ بھی چوڑا ہو لیکن ان سب کشتیوں کا مالک؛ سیانہ ترین ملاح بار بار لاؤڈ سپیکر پر اعلان کر رہا ہو کہ ان میں سے ایک کشتی صحیح سلامت پار پہنچے گی باقی ساری ڈوب جائیں گی۔ تو کیا آپ اس کہنہ مشق ناخدا کی اس تنبیہ کو اہمیت دیں گے یا نہیں؟

سوال ۲۲۱:۔ اگر اہمیت دیں گے تو اس سے دریافت کرنے پر اگر وہ یہ جواب دے کہ وہ کشتی جس پر میرے گھر والے بیٹھے ہیں پار جائے گی تو کیا آپ گھر والوں کی کشتی میں سوار ہونا پسند فرمائیں گے یا غیروں والی میں؟

سوال ۲۲۲:۔ کیا عقلِ سلیم اس وقت اس بات پر آمادہ نہیں کرے گی کہ اگر یہ کشتی ڈوبنے والی ہوتی تو کبھی بھی یہ ناخدا اپنے کنبہ کو اس میں سوار نہ کراتا لہذا یہی کشتی بامراد ہے۔؟

سوال ۲۲۳:۔ اگر عام حالات میں ایسی کشتی باعثِ نجات ہے تو پھر رسولؐ کے اس قول پر عمل کر کے کہ "میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوحؑ کی سی ہے جو اس میں سوار ہوا نجات پا گیا جو رہ گیا ہلاک ہو گیا"، کشتی اہل بیت میں سوار ہونا کیوں باعثِ نجات نہیں؟

سوال ۲۲۴:۔ کیا کشتی نوحؑ کسی ستارے کی محتاج تھی؟ جب کہ طوفان میں ستارے نظر تک نہ آتے تھے اور سب طرف پانی ہی پانی تھا؟

سوال ۲۲۵:۔ جب آپ کے مذہب کے مطابق کسی کلمہ گو مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے اور اسی بنا پر آپ یزیدؑ اور قاتلانِ حسینؑ تک کو کافر کہنے میں خاموش رہنا پسند کرتے ہیں؟ پھر بتایئے شیعوں کے بارے میں فتوای کفر صادر کر کے انکا قتل عام کیوں ہوتا رہا ہے؟

سوال ۲۲۶:۔ کیا کوئی شیعہ اہلبیتؑ منکر کلمہ ثابت ہے؟

سوال ۲۲۷:۔ شیعہ سنی اختلاف کی بنیاد خلافت ہے جسے نہ ہی آپ نے اصول دین میں سے تسلیم کیا ہے اور نہ ہی اسے فروعات میں آپ کے ہاں اہمیت حاصل

ہے۔ پھر بتائیے اس غیر بنیادی (آپ کے زعم کے مطابق) امر پر صدیوں سے آپ ہم غریبوں کے پیچھے کیوں پڑے ہیں؟

سوال ۲۸: یا تو آپ خلافت و امامت کو اصل تسلیم کر لیجئے ورنہ بغیر انکارِ اصول آپ ہمارے ساتھ بلاوجہ کیوں جھگڑتے ہیں؟

سوال ۲۹: آپ کے پیرانِ پیر غوث الثقلین حضرت عبدالقادر جیلانی کا قول ہے کہ "اگر حضرت معاویہ کے رہگزر میں بیٹھوں اور آپ کے گھوڑے کے سم کا غبار میرے اوپر پڑ جائے تو میں اس کو باعثِ نجات خیال کروں گا" معاویہ خلیفہ راشد کا باغی، لچھوں رسول کا قاتل تھا۔ جب اس کا مرتبہ آپ کے نزدیک ایسا ہے تو اگر خاکِ کربلا جہاں حسینؑ کے گھوڑے گذرے شیعہ خاکِ شفا سمجھ کر احترام کرتے ہیں تو اس پر اعتراض کیوں ہے؟

سوال ۳۰: جب حضرت علیؑ خلیفہ راشد کے دشمن کی شان ایسی ہے تو پھر دوسرے خلیفوں کے مخالفین پر طعنہ زنی کرنا کیونکر درست ہوگا؟

سوال ۳۱: آپ کا اعتراض ہے کہ حضرت علیؑ اور دیگر آئمہ نے اپنی اولاد کے نام خلفاء ثلاثہ کے ناموں پر رکھے لہٰذا یہ ثبوت ہے کہ اُن کو اُن سے عقیدت تھی لیکن ہم کہتے ہیں کہ نام سے کوئی فضیلت نہیں بنتی کہ اکثر لوگ ایسے ہیں کہ "نہ پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل" اور پھر حضرت علیؑ کے قاتل کا نام عبدالرحمٰن تھا جب کہ آپ کے ایک صاحبزادے کا نام بھی عبدالرحمٰن تھا۔ اسی طرح امام حسنؑ اور امام زین العابدینؑ نے بھی اپنے فرزندوں کے نام عبدالرحمٰن رکھے بتائیے کیا انھوں نے قاتل امیر المومنینؑ سے محبت کے باعث یہ نام رکھے؟

سوال ۳۲: محمدؐ نام کائنات کا بہترین نام ہے۔ لیکن قاتلانِ حسینؑ واہل بیتؑ میں ایسے موذیوں کا یہ عالیشان نام بھی تھا مثلاً محمد بن

اشتعت فرمایئے یہ نام اس ظالم کی فضیلت کا باعث ہوگا؟

سوال ۲۳۳ :- اگر آپ کا مفروضہ بالفرض محال صحیح مان لیا جائے تو ثابت کریں کہ خلفائے ثلاثہ نے اپنی اولادوں کے نام اہل بیت کے اسماء پر رکھے کیا اُن کو اہل بیت سے محبت نہ تھی؟

سوال ۲۳۴ :- کیا آئمہ کا اپنی اولاد کا یہ نام رکھنا اس بات کا ثبوت نہیں ہے۔ کہ شیعہ ان ناموں سے کوئی کدورت نہیں رکھتے بلکہ اُن کا اختلاف افعال و مسمیات سے ہے پھر آپ کیوں کہتے ہیں کہ شیعہ ثلاثہ کا نام سننا بھی گوارہ نہیں کرتے؟

سوال ۲۳۵ :- آپ میں سے بعض افراد کہتے ہیں۔ کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے یزید کی بیعت کر لی تھی اور واقعہ کی بنیاد روضہ کافی کو بھی بنایا گیا ہے جس میں یزید کا مدینہ میں آکر امام سے بیعت لینا مرقوم ہے۔ کیا آپ کسی بھی معتبر تاریخ (سنی و شیعہ) سے یہ ثابت کر کے ایک ہزار روپیہ انعام حاصل کر سکتے ہیں۔ کہ واقعہ حرّہ کے بعد یزید پلید مدینہ میں آیا؟

سوال ۲۳۶ :- آپ کی کتاب کنوز الحقائق علامہ وحید الزماں اہل حدیث صفحہ ۱۵ پر ہے۔ کہ " مردار اور خنزیر کی ہڈی پاک ہے " جب سور اور مردار کو قرآن نے حرام قرار دیا ہے۔ تو پھر علامہ صاحب نے ایسا کیوں تحریر فرمایا؟

سوال ۲۳۷ :- کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ جلد ۱ صفحہ ۱۶ مطبوعہ مصر میں ہے " مالکی کہتے ہیں ہر زندہ حیوان اگرچہ کتا اور خنزیر ہی کیوں نہ ہو طاہر الجسم (یعنی پاک) ہیں " اس بارے میں کیا خیال ہے۔؟

سوال ۲۳۸ :- صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۹ بحاشیہ مولوی احمد علی سہارن پوری مطبوعہ مجتبائی دہلی میں مرقوم ہے کہ " جب کتا پانی

مل جائے اور دیگر آب نہ ہو تو اسی پانی سے وضو جائز ہے"، فرمایئے ایسے حالات میں تیمم کیوں ناجائز ہے۔؟

سوال نمبر ۴۳۹:- اگر کوئی مسلمان (سنی) سوئر کا گوشت کھا لے تو آپ کے مذہب میں کیا حد شرعی لگتی ہے؟ مکمل حوالہ پیش کیجئے؟

سوال نمبر ۴۴۰:- اگر آپ حدِ شرعی ثابت کرنے میں ناکام رہیں اور انشاء اللہ یقیناً ناکام رہیں گے تو پھر بتایئے حضرات اہل سنت کو لحم الخنزیر کھانے میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔؟

سوال نمبر ۴۴۱:- کیا وطی فی الدبر آپ کے مذہب میں جائز ہے؟

سوال نمبر ۴۴۲:- اگر جائز ہے تو یہ خلاف فطرت ہے اور طبی لحاظ سے بھی مضر ہے جب کہ دین اسلام حکیمانہ ہے اور فطرت سے ہم آہنگی اس کا خاصہ ہے۔ پھر ایسا مذموم فعل کیسے جائز ہوا؟

سوال نمبر ۴۴۳:- اگر ناجائز ہے تو فرمایئے عبداللہ ابن عمر نے یہ فتویٰ کیوں دیا کہ "قال ان شاء فی قبلها وان شاء فی دبرها" کہ یہ مرد کی مرضی پر منحصر ہے (عورت کی رضامندی بھی ضروری نہیں) وہ اگر چاہے تو آگے کرے اور اگر چاہے تو پیچھے۔ ملاحظہ کیجئے تفسیر درمنثور جلد ۱ صفحہ ۲۶۵ علامہ حافظ جلال الدین سیوطی۔؟

سوال نمبر ۴۴۴:- اگر آپ فرمائیں کہ یہ قول حضرت عبداللہ ابن عمر کا غلط ہے تو پھر جواب دیجئے آپ کے علامہ ابن عبدالبر نے اس کی توثیق بایں الفاظ کیوں کی "الروایۃ ابن عمر بھذا المعنی صحیحۃ معروفۃ مشہورۃ" (درمنثور ج ۱ صفحہ ۲۶۶)

سوال نمبر ۴۴۵:- جواب دیجئے اگر یہ فعل آپ کے ہاں جائز نہیں تو آپ کے امام مالک نے کیوں فرمایا جب کہ ان سے پوچھا گیا کہ کیا وطی فی الدبر جائز ہے تو انہوں نے جواب دیا "الساعۃ غسلت راسی منہ"

یعنی میں نے ابھی ابھی اس فعل سے فراغت پاکر سر دھویا ہے یعنی غسل کیا ہے۔ (تفسیر در منثور جلد۔ا صہ ۲۶۶)

سوال ۷۴۶:۔ اگر کہیں کہ امام مالک کا فعل ہمارے لیے حجت نہیں تو کتاب مذکورہ کے اسی صفحہ پر امام شافعی کا بیان بھی موجود ہے اس کا کیا جواب ہوگا؟

سوال ۷۴۷:۔ کیا جس مذہب کے امام ایسے شہوت ران اور ہوس پرست ہوں کہ سیدھی راہیں چھوڑ کر الٹی تدابیر کریں وہ مذہب لائق اتباع ہوگا؟

سوال ۷۴۸:۔ علامہ سیوطی در منثور جلد۔ا صہ ۲۶۶ ہی میں ابن ابی ملیکہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان سے پوچھا گیا وطی فی الدُبر جائز ہے تو انہوں نے جواب دیا کیا پوچھتے ہو میں نے گذشتہ رات اپنی لونڈی سے کرنا چاہی اور جب (بوجہ تنگی مقام) معاملہ سخت ہوگیا تو میں نے تیل سے مدد لی۔ (اور یہ کام کرہی گزرا۔ رہ نہ سکا) اب یہ سوال ہم مستورات سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا وہ اُن آئمہ اطہار کا مذہب اختیار کرنا پسند کریں گی جنہوں نے ان کی حفظِ ناموس کے پیشِ نظر اس غیر فطری فعل کی ممانعت فرمائی یا ایسے اماموں کے مذہب کو جنہوں نے قولی طور پر ہی نہیں بلکہ اس فعلِ شنیع کو تیل سے کرنے کو بھی حلال ہونے پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے۔؟

سوال ۷۴۹:۔ فتاویٰ برہنہ جلد ۳ صہ ۲۱۴ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ میں ہے کہ منجملہ مکروہات یہ بھی ہے کہ عورت کے مُنہ میں ذکر (عضو خاص) داخل کیا جائے اور دوسرے قول کے مطابق (حرام تو بجائے خود) مکروہ بھی نہیں ہے۔ فرمائیے ایسی تعلیم والا مذہب قابلِ قبول ہوگا؟

سوال ۷۵۰:۔ فتاویٰ برہنہ جلد۔ا صہ ۱۴۲ میں ہے کہ "مالک اگر بغلام خود را خود یا منکوحہ خود لواطت کند باتفاق حد نیست" یعنی اگر کوئی مالک اپنے غلام یا منکوحہ سے اغلام بازی و لواطت کرے تو باتفاق اس پر کوئی حد شرعی نہیں ہے۔ فرمائیں خدا تے تو اس فعل پہ پوری قوم لوط پر عذاب

کر دیا تھا۔ آپ کے مذہب میں کیوں حد نہیں ہے ؟

سوال ۷۵۱:۔ فتاویٰ قاضی خان جلد ۴ ص ۸۲ پر ایسی ہی بات ہے مگر وہاں یہ ہے کہ " اجنبی عورت کی دبر زنی کرنے پر کوئی حد نہیں ہے "، فرمائیں آپ اجنبی عورتوں سے یہ حرکت ہونے کا رواج پسند کرتے ہیں۔ ؟

سوال ۷۵۲:۔ آپ کے مذہب کا کیا کہنا! فتاوی سراجیہ ص ۶۰ مطبوعہ نولکشور میں مرقوم ہے کہ جب کسی مردہ عورت سے زنا کرے یا کسی لڑکے سے اغلام کرے یا کسی حیوان کے ساتھ بدفعلی کرے تو ان سب صورتوں میں اس پر کوئی حد شرعی نہیں ہے۔ آج کل ہفتہ خواتین منایا جا رہا ہے اور خاتون اوّل نے ۱۹ نکاتی عورتوں کے مطالبات کا منشور شائع کیا ہے۔ کیا معزز خواتین اپنے مذہب کی ایسی باتیں پسند فرمائیں گی جو اُن کی موت کے بعد بھی اُن کا پیچھا نہیں چھوڑ رہی ہیں ؟

سوال ۷۵۳:۔ فتاویٰ قاضی خان جلد ۴ ص ۸۲۸ پر مرقوم ہے " ولا کفارۃ علیہ ان کان صائماً فی شہر رمضان "، یعنی رمضان کے مہینے میں اگر روزہ دار حیوانات سے بدفعلی کرے تو اس پر کفارہ عائد نہیں ہوتا کیا روزہ دار کو یہ فعل زیبا ہوگا؟ جب کفارہ کا بھی خوف نہیں ہے۔ ؟

سوال ۷۵۴:۔ اسی کتاب میں لکھا ہے کہ مردوں کی شرمگاہ میں ذکر داخل کرنے کا وہی حکم ہے جو حیوانات کے ساتھ بدفعلی کا ہے۔ بتائیے ایسا مذہب جس کی تعلیم یہ ہو کہ عالت روزہ میں اگر انسان نہ ملیں تو حیوانات اور اگر وہ بھی میسر نہ ہوں تو اپنے اموات کے ساتھ مقاربت کر کے اپنے جذبہ شہوت کی تسکین کر لو اس سے بڑھ کر عیاشی و ہوس رانی اور کیا ہو سکتی ہے۔ ؟

سوال ۷۵۵:۔ ہدایہ جلد ۲ ص ۲۸۸ میں ہے کہ اگر کوئی شخص ایک لونڈی رکھے اور وہ شخص اس لونڈی کی بہن سے نکاح کرے اور اس سے مقاربت

سوال ۲۶۷:۔ سورۂ آل عمران میں ارشاد خداوندی ہے فان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئاً۔ یعنی اگر آنحضرت کی طبعی موت واقع ہوگئی یا وہ قتل ہوگئے تو تم اپنے پچھلے پاؤں پلٹ جاؤ گے لیکن تم میں سے جو بھی پچھلے پاؤں لوٹے گا وہ خدا کو کوئی ضرر نہیں پہنچائے گا۔

جواب دیجئے خداوندِ صادق کی یہ پیشنگوئی پوری ہوئی یا نہ ہوئی؟

اور یہ بات ظاہر ہے اوّلین مخاطب اصحابِ رسولؐ ہی تھے۔

سوال ۲۶۸:۔ اگر زمانہ رسولؐ ہی میں منافقت کا سدباب کر دیا گیا تھا تو پھر صحیح بخاری میں حضرت حذیفہؓ کا یہ قول کیوں موجود ہے کہ ”منافقوں کی موجودہ حالت عہد نبویؐ والی حالت سے بدتر ہے۔ کیونکہ اس وقت وہ پوشیدہ ریشہ دوانیاں کرتے تھے اور آج کل کھلم کھلا طور پر اُن کا اظہار کر رہے ہیں“

سوال ۲۶۹:۔ کنز العمال جلد ششم ص ۴۰۲ میں فرمان رسولؐ ہے کہ ”اے علیؑ اگر تم نہ ہوتے تو میرے بعد اہل ایمان کی پہچان نہ ہو سکتی“ بتا دیجئے کہ بقولِ پیغمبرؐ ایمان و علیؑ کا کیا رشتہ ہوا؟

سوال ۲۷۰:۔ صحیح بخاری جلد اوّل ص ۵۲۵ مطبوعہ مجتبائی دہلی میں ہے کہ ”یا علی انت منی وانا منک“ کہ اے علیؑ تو مجھ سے ہے اور میں تم سے ہوں“ فرمائیے علیؑ کو چھوڑ دینا رسولؐ و ایمان کو چھوڑ دینا ہو گا یا نہیں۔؟

سوال ۲۷۱:۔ کیا آپ اُس مذہب کو مذہب حق اعتقاد کریں گے جس میں عصمت فروشی پر حد جاری نہ ہو سکے حالانکہ یہ صریحاً زنا ہے؟

سوال ۲۷۲:۔ اگر نہیں کریں گے تو آپ نے ایسا مذہب کیوں اختیار کیا ہے جس میں یہ فتویٰ موجود ہے کہ ”ولو الت جرا مرأۃ

لیزنی بہالا یحد فی قول ابی حنیفہ" یعنی اگر کوئی شخص کسی عورت کو اُجرت پر لائے (کرایہ پر لائے) اور زنا کرے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر کوئی حد شرعی نہیں ہے؟ (فتاوٰی قاضی خان جلد ۴ صہ ۸۲۱ طبع نولکشور)

سوال ۷۷۳ء۔ کیا عصمت فروشی کے اڈے کہیں اسی حکم شرعی کے مطابق تو نہیں چل رہے ہیں۔؟

سوال ۷۷۴ء۔ آپ کی کتاب مستطرف طبع مصر جلد ۲ صہ ۱۶۱ میں ہے۔ کہ اگر کوئی شخص کسی عورت پر عاشق ہو کر زنا نہ کرے تو مرتبہ شہادت پاتا ہے جواب دیجئے آخر شہادت کیلئے عشقِ عورت ہی کا انتخاب کیوں ہے؟ کیا جہاد کو اس لئے نظر انداز کیا گیا ہے وہاں کچھ بزرگوں کے فرار کا تذکرہ ناگوار معلوم ہوتا ہے؟

سوال ۷۷۵ء۔ فرمانِ رسولؐ ہے کہ "لعن اللّٰہ المحلِل والمحلل لہ" یعنی اللّٰہ تعالیٰ کی حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے دونوں پر لعنت ہے (وحید اللغات جلد ۱ صہ ۱۲۵) لیکن اہلِ سُنّت مدعی اتباعِ سُنّت ہو کر بھی برابر حلالہ کرا اور کرا رہے ہیں۔ از راہ نوازش بتا دیجئے کہ حضرات ثلاثہ میں سے کس بزرگ نے اس مبارک مسئلہ پر عمل درآمد کیا تھا مہربانی فرما کر ثبوت مع مکمل حوالہ دیجئے؟

سوال ۷۷۶ء۔ صاحب کتاب فتاویٰ قاضی خان جلد ۱ صہ ۹۸ مطبوعہ نولکشور رقم طراز ہیں۔ کہ "یعنی آیا ماہِ رمضان کے علاوہ مشت زنی جائز ہے یا ناجائز تو اس کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ اگر محض حصولِ شہوت مقصود ہو تو پھر مباح نہیں اور اگر غلبہ شہوت کی تسکین مقصود ہو تو علماء یہ کہتے ہیں کہ امید ہے کہ وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔ حالاں کہ بخاری میں حدیث ہے کہ "ناکح الید ملعون" کہ مشت زنی کرنے

والالعنتی ہے اب جواب دیجئے کہ قولِ رسولؐ کا اتباع واجب ہے یا علماء اہل سنّت کی پیروی ضروری ہے۔؟

سوال ۷۷۔ راست یا دروغ برگردنِ راوی۔ کتاب الزام النواصب (شیعہ تصنیف ہے) میں ایک قول امام اہل سُنّت ابوحنیفہ سے منسوب کیا گیا ہے "من لف ذکرہ فی حریر او فی خرقۃ ونکح امہ واختہ او بنتہ مع العلم بالنسب وبالتحریم لاحد علیہ" یعنی اگر آدمی اپنے آلۂ تناسل (عضوِ خاص) پر ریشم یا کوئی اور کپڑا لپیٹ کر اپنی ماں یا بہن یا بیٹی سے مجامعت کرے تو اگرچہ اسے اس رشتہ اور شرعی حرمت کا علم بھی ہو تب بھی اس پر کوئی حدِ شرعی نہیں ہے"۔ فرمائیے کیا امام صاحب نے ایسا فتویٰ دیا یا نہیں؟ اگر دیا تو اس فعل کے مرتکب حضرات کون ہوئے۔ تعارف مطلوب ہے؟

سوال ۷۸۔ فتاویٰ قاضی خان جلد ۱ صہ ۹۸ میں ہے۔ کہ اگر کوئی روزہ دار اپنی دُبر میں بلاوجہ انگلی ٹھونس لے تو کوئی حرج نہیں ہے فرمائیے آخر حالتِ روزہ میں آپ کو ایسی اٹھکیلیاں کیوں سوجھتی ہیں۔؟

سوال ۷۹۔ آپ کا خیال ہے کہ میّت کے منہ میں روئی دے دینی چاہیے تاکہ مردہ کے منہ سے کوئی فضول کلمہ نہ نکلے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب منکر نکیر سوال پوچھیں گے تو مردہ جواب کیسے دے گا؟

سوال ۸۰۔ فتاویٰ قاضی خاں جلد ۲ صہ ۲۸۹ میں ہے۔ کہ آپ کے امام ابوحنیفہ نے ۵۴ برس ایک ہی وضو سے پنجگانہ نمازیں پڑھیں کیا اس ۵۴ سال کے عرصے میں امام صاحب کو رفع حاجت کی ضرورت پیش نہ آئی اور نہ ہی انہیں نیند آئی؟

سوال ۸۱۔ سورۃ النحل میں فرمانِ خداوندی ہے "ومن کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان" یعنی جو

ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرے اس پر اللہ کا قہر و غضب ہے ہاں جو شخص ایسا کلمہ کہنے پر مجبور کیا جائے درحالیکہ اس کا دل حقیقت ایمان پر مطمئن ہو اسے کوئی حرج نہیں" فرمائیے کہ شیعوں کا تقیہ قرآن مجید سے ثابت ہوا ہے یا نہیں؟

سوال ۷۸۲:۔ اگر بارِ خاطر نہ ہو تو اس آیت کا شانِ نزول اور واقعہ بھی درج فرما دیجئے۔؟

سوال ۷۸۳:۔ علامہ نووی کی شرح مسلم شریف جلد ۲ صہ ۲۶۶ میں ہے کہ "اگر کسی شخص کے پاس کسی کی امانت موجود ہو اور کوئی ظالم غاصب اسے لینا چاہے تو امین پر جھوٹ بولنا جائز بلکہ واجب ہے (صفٰذا تلکذب جائزبل واجباً) جب بوقت ضرورت آپ جھوٹ کو جائز بلکہ واجب سمجھتے ہیں تو پھر شیعوں کا تقیہ کیوں ناجائز ہے۔

سوال ۷۸۴:۔ "لا دین لمن لا تقیہ لہ" شیعہ حدیث ہے۔ لیکن آپکے ہاں کنز العمال جلد ۲ صہ ۲۲ مطبوعہ حیدر آباد میں بھی موجود ہے اگر آپ تقیہ جائز نہیں سمجھتے تو اس حدیث کو ملا علی متقی حسام الدین نے کیوں درج کیا۔؟

سوال ۷۸۵:۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی تفسیر در منثور جلد ۳۰ پر لکھا ہے کہ عبداللہ ابن ابی صرح کاتب وحی تھا لیکن بعد میں مرتد ہو گیا۔ فرمائیے اگر کاتب وحی ہونا ہی باعثِ فضیلت ہے تو پھر عبداللہ مذکور کو یہ فضیلت کیوں حاصل نہ ہوئی؟

سوال ۷۸۶:۔ حضرت امیر المومنین علی ابن طالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ معاویہ مجبوراً (کرہاً) اسلام میں داخل ہوا تھا لیکن اپنی خوشی سے اسلام سے نکل گیا" کیا کل ایمان کی شہادت سُنّیوں کے لئے کافی نہیں ہے؟

سوال ۲۸۷:۔ کیا نبی کا کسر ایسا لاہونا ناجی ہونے کیلئے کافی ہے۔؟

سوال ۲۸۸:۔ اگر کافی ہے تو پھر اُم المومنین صفیہ کے والد اور بھائیوں کے بارے میں کیا خیال شریف ہے؟

سوال ۲۸۹:۔ اجتہاد کی ضرورت وہاں پیش آتی ہے جہاں قرآن وحدیث میں کوئی نص موجود نہ ہو ترمذی ومشکواۃ شریف میں ہے۔ حدیث رسول ہے۔ کہ "یاعلی حربک حربی" اے علی تیرے ساتھ جنگ کرنا مجھ سے جنگ کرنا ہے لہٰذا معاویہ کی جنگ اور اجتہاد کا بہانہ کس طرح درست ہوگا۔؟

سوال ۲۹۰:۔ اگر آپ اجتہاد کی نفی کرنے آتے ہی تو انس بن مالک اور ابوہریرہ جیسے اصحاب (جن کی روایات کثیرہ پر ہی آپ کے مذہب کی بنیادیں کھڑی ہیں) کے اجتہاد کی نفی کرتے ہیں (اصول شاشی صد ۸۲ طبع مجتبائی دہلی) اور جب سخاوت پر ہوں تو وحشی و ظالم قاتل جناب امیر حمزہ رض سید الشہداء عم محترم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی مجتہد قرار دے دیتے ہیں جیسا کہ امام ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ میں کہا فرمایئے معاویہ کا اجتہاد بھی اسی ٹکسال کی درآمد ہے کیا؟

سوال ۲۹۱:۔ آپ کے امام اعظم کے نزدیک "نبیوں، ولیوں، فرشتوں بلکہ تمام نیکوں، بدوں، فاسقوں فاجروں (یعنی چور، جواری، شرابی زانی وغیرہ) کا ایمان برابر ہے کسی کے ایمان میں کچھ زیادتی یا کمی نہیں"، دیکھئے فقہ اکبر صد ۱۱، شرح فقہ اکبر ملا علی قاری صد ۱۰۵، شرح عقائد نسفی مطبوعہ نولکشور صد ۹ کیا آپ کے امام کا یہ خیال صحیح ہے کہ نیک و بدکار برابر ہیں؟

سوال ۲۹۲:۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مدینہ حرم (یعنی عزت کی جگہ) نہیں ہے مانند حرم مکہ معظمہ کے، دیکھئے ترجمہ مشکواۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی

مطبوعہ نولکشور صد ۱۳۱ فرمائیے پھر آپ مکہ و مدینہ کو "حرمین شریفین" کیوں کہتے ہیں؟

سوال ۷۹۳:۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک جھوٹی گواہی گذران کر بیگانی عورت سے صحبت کرنے سے کوئی گناہ نہیں۔ دیکھئے ہدایہ جلد ۱ صد ۲۹۳، درمختار صد ۲۸۴، شرح وقایہ صد ۲۳۷، بتائیے سینہ زوری والا مذہب بہتر ہے یا سینہ زنی والا؟

سوال ۷۹۴:۔ آپ کے امام اعظم کے نزدیک اگر طاقت حاصل کرنے کی نیت سے شراب پی جائے تو درست ہے۔ دیکھئے شرح وقایہ صد ۴۴، ہدایہ جلد ۲ صد ۴۸۱، ردالمختار صد ۲۹۲ جواب دیجئے اس ام الخبائث کے علاوہ اور کوئی ٹانک امام صاحب کو نہ سوجھا؟

سوال ۷۹۵:۔ مذہب اہل سنت کے امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک قاتل حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضوان اللہ علیہم بھی مسلمانی سے نہیں نکلتا ہے۔ دیکھئے شرح فقہ اکبر ملا علی قاری صد ۸۶۔ پھر فرمائیں شیعوں کا محض بدگمان ہونا آپ کے نزدیک ضعفِ ایمان کیوں ہے؟

سوال ۷۹۶:۔ آپ کے امام قاضی ابو یوسف کے نزدیک سور کا چمڑا رنگنے سے پاک ہو جاتا ہے اور اس پر نماز پڑھنا درست ہے (ہدایہ جلد ۱ صد ۲۲) کیا سور کے چمڑے کو سجدہ گاہ بنانا بہتر ہے یا خاکِ کربلا کو جس میں حسینؑ و رسولؐ کا خون شامل ہے؟

سوال ۷۹۷:۔ آپ کے مذہب کے مطابق اگر بکری کا بچہ سورنی کے دودھ سے پالا جائے تو اس کا کھانا حلال ہے (درالمختار جلد ۴ صد ۱۹۶) بتائیے پھر سورنی کا دودھ ہی پینا کیوں حرام ہے؟

سوال ۷۹۸:۔ غایۃ الاوطار جلد ۱ صد ۵۱۵ میں ہے کہ عورت کی پیشاب

گاہ کی رطوبت پاک ہے۔ فرمایئے اس مسئلہ کی بنیاد قرآن و حدیث ہے۔ یا قیاس ابوحنیفہ ہے۔؟

سوال ۷۹۹ :- کنز الدقائق صہ ۲۱۴ میں ہے۔ کہ شراب و سور کو عورت کا مہر مقرر کر دے تو اُسے مہر المثل دے۔ کیا آپ ایسے مہر مقرر کر لیتے ہیں۔؟

سوال ۸۰۰ :- براہین قاطعہ صہ ۲۶۹، نور الابصار صہ ۱۰۴ وغیرہ پر ہے۔ کہ ہاشمیہ غیر ہاشمی کی کفو نہیں ہے۔ فرمائیں جب کفو ہی نہیں تو نکاح کس طرح ہو سکتا ہے؟

سوال ۸۰۱ :- محکمہ جاسوسی کے لئے تقیہ ضروری ہے۔ کیونکہ مسلمان جاسوس کو اپنے فرائض پورا کرنے کے لیے دشمنانِ دین سے اپنا دین، اپنا وطن اور اپنا مقصد ضرور چھپانا پڑتا ہے لہذا بتایئے عقلاً تقیہ کی ضرورت اور اس کے جواز کا انکار کس طرح درست ہو گا؟

سوال ۸۰۲ :- جب اہل سُنت مفتیوں کے فتوے کی رو سے ظُلم ظالم دفع کرنے کے لئے جھوٹ تک روا ہے اور بقدر ضرورت تعریض بھی مکروہ نہیں ہے۔ تو تقیہ کیوں کر ناجائز ہو گا؟ (تفسیر نعیمی احمد یار خاں بدایونی جلد ۲ صہ ۱۹۸)

سوال ۸۰۳ :- اگر آپ متعہ کو ناجائز سمجھتے ہیں تو مہر باقی کر کے متعہ کرنے پر کوئی شرعی حد بتا دیجئے؟

سوال ۸۰۴ :- فما استمتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن فریضۃً (پ ۵ سورۃ النساء ۴) قرآن کے الفاظ مقدس ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ متعہ حلال ہے مگر آپ کہتے ہیں یہ حکم منسوخ ہے جب کہ علامہ حافظ جلال الدین سیوطی نے اپنی تفسیر درِ منثور میں لکھا ہے کہ عبد الرزاق نے اور ابو داؤد نے اپنی ناسخ میں اور ابن جریر نے

حکم سے روایت نقل کی ہے۔ کہ حکم سے پوچھا گیا کہ کیا یہ آیت منسوخ ہے اس نے کہا ہرگز نہیں۔ فرمایئے اگر یہ آیت منسوخ ہے تو اس کی آیہ ناسخہ کون سی ہے؟

سوال ۸۰۵:۔ صحیح مسلم مترجم مطبوعہ سعودیہ کراچی جلد ۲ صفحہ ۱۰ میں ہے کہ "حی علیٰ خیر العمل" عہد رسالتؐ میں آذان میں کہا جاتا تھا بتایئے خلافِ سنت اب اسے آذان سے کیوں علیحدہ سمجھا جاتا ہے؟

سوال ۸۰۶:۔ اس جملہ کو اذان سے کس کے حکم سے خارج کیا گیا اور اس شخص کو ایسا حکم صادر کرنے کا اختیار رسولِ مقبولؐ یا خدائے ذوالجلال نے کون سی حدیث یا آیت میں دیا تھا؟

سوال ۸۰۷:۔ نمازِ جنازہ میں چار سے زیادہ تکبیریں کہنے سے کس نے منع کیا؟ اور یہ ممانعت کون سے سن ہجری میں ہوئی؟

سوال ۸۰۸:۔ نکاح اُم کلثوم کے قصے میں بی بی کی عمر چار یا پانچ سال بیان کی جاتی ہے اور یہ نکاح ۱۷ھ میں بتایا گیا ہے جب کہ بی بی فاطمہ زہراؑ کی وفات ۱۱ھ میں ہو چکی تھی۔ بتایئے بی بی اُم کلثوم کی پیدائش کس بی بی کے بطن سے ہوئی؟

سوال ۸۰۹:۔ شرح مواقف مطبوعہ نولکشور لکھنؤ صفحہ ۷۳۵ میں ہے کہ حضرت ام کلثوم بنت علی علیہ السلام نے ہبہ فدک کی گواہی دی۔ یہ واقعہ ۱۱ھ کا ہے۔ گواہی دینے سے ثابت ہے کہ بی بی ۱۱ھ میں کم از کم چھ سال کی ہوں گی اس لحاظ سے ۱۷ھ میں آپ کا سن شریف ۱۲ سال ہوتا ہے یعنی بی بی بالغ ہو جاتی ہیں جب کہ نکاح والی اُم کلثوم نابالغ اور کمسن تھیں پھر یہ کیسے مان لیا جائے کہ منکوحہ بنت علیؑ تھیں؟

سوال ۸۱۰:۔ کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت عمر کی وفات کے بعد بی بی اُم کلثوم حضرت عون بن جعفر کے نکاح میں آئیں لیکن "اصابہ" حافظ

سنی مذہب کو کیا فائدہ پہنچتا ہے؟

سوال ۸۲۰:- جب کہ خود شیعہ آپ کے بقول اپنے ہی آباء و اجداد کے مظالم کی تشہیر کرتے ہیں اور اُن پر بے شمار لعنت کرتے ہیں کیا آپ لوگوں کو اس بات پر شیعوں کی حق شناسی اور انصاف کی داد نہیں دینا چاہیے کہ وہ اپنے بزرگوں کے افعالِ بد کو نشر کر کے ثابت کرتے ہیں کہ دینِ حق کے مقابلے میں اساطیرِ اوّلین کا کوئی مقام نہیں ہے؟

سوال ۸۲۱:- اس کے برعکس آپ ذرا یہ تو بتا دیجئے ہمارا اپنے ہی بزرگوں کو بدنام کرنا آپ کو کیوں ناگوار ہے؟

سوال ۸۲۲:- کئی اصحابِ رسولؐ کے آباء و اجداد کفار و مشرکین تھے انہوں نے رسولِ کریمؐ اور اصحابِ نبیؐ کو انتہائی ظالمانہ اذیتیں دیں اسلام کو نقصان پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ کیا باوفا و باکباز اصحابِ رسولؐ جنہوں نے اسلامی خدمات میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اپنے بزرگوں کے مذموم افعال کے ذمہ دار ہونگے؟

سوال ۸۲۳:- اگر صحابہ آپ کے نزدیک ذمہ دار ہو سکتے ہیں تو پھر عکرمہ ابنِ ابوجہل، ابوبکر ابنِ ابوقحافہ، خالد بن ولید وغیرھم کے بارے میں کیا رائے ہے؟

سوال ۸۲۴:- اگر کرنی اپنی اپنی ہے تو شیعوں پر یہ اتہام کیونکر معقول ہوگا؟

سوال ۸۲۵:- دستور یہ ہے کہ اُسی کی حمایت کرتے ہیں جس سے محبت و لگاؤ ہو اور نفرت و لعن اُسی کیلئے ہوتی ہے جس سے عداوت ہو۔ آپ یزیدؑلعہ کی حمایت کرتے ہیں شمرؑلعہ جس نے حسینؑ کو قتل کیا آپ کے مذہب کا راوی ہے واقعہ کربلا کو آپ اجتہادی لڑائی کا مقام دیتے ہیں جب کہ شیعہ یزیدؑلعہ و شمرؑلعہ کو مسلمان تک ماننے کیلئے تیار نہیں اُن پر لعنت کرتے

مطابق کیا وہ الیکشن تھا؟

سوال ۸۵۱ :- اگر الیکشن نہ تھا تو کیا نومینشن (نامزدگی) تھی؟ اگر نامزدگی تھی تو وصیت رسولؐ درکار ہے؟

سوال ۸۵۲ :- جناب سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی دلی حالت تا وقتِ وفات حضرات شیخین سے کیسی رہی؟

سوال ۸۵۳ :- اگر بی بی پاکؑ راضی ہو گئیں تو پھر آپ کیوں کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے بعد از وفاتِ فاطمہؑ حضرت ابوبکر کی بیعت کی؟

سوال ۸۵۴ :- اپنے علم و یقین سے فرمائیے کہ سقیفہ کی کارروائی کو غدیر کی کارروائی پر ترجیح کیوں حاصل ہے جبکہ موخر الذکر کا تعلق خود سرکارِ رسالتمآبؐ سے ہے؟

سوال ۸۵۵ :- ملل و نحل میں روایت ہے کہ "ان عمر ضرب بطن فاطمة یوم البیعة حتی اسقط المحسن من بطنها"
یعنی بہ تحقیق حضرت عمر نے روز بیعت فاطمہؑ کے شکم پر ایسی ضرب لگائی کہ بی بی کے بطن سے محسن ساقط ہو گئے؟ بتائیے حضرت عمر کا یہ فعل قابل قدر ہے یا مذموم؟

سوال ۸۵۶ :- اس ظلم پر جناب رسولؐ خدا حضرت عمر پر راضی ہوں گے یا ناراض؟

سوال ۸۵۷ :- حق تعالیٰ نے رسولؐ کریم کے ایذا دینے والے کے بارے میں قرآن مجید میں کیا فرمایا ہے؟

سوال ۸۵۸ :- ربیع الابرار علامہ زمخشری، کتاب مستطرب اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے بعد از اسلام شراب نوشی کی اور عالم نشہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو ہڈی سے مارا اور دو شعر پڑھے جن کا مطلب یہ ہے کہ خدا سے کہہ دو کہ ہم کو شراب

پینے سے بچائیے اور کھانا بند کرے اور ہم نے آج سے روزہ رکھنا چھوڑ دیا ہے بتایئے صالحین ایسے بھی ہوتے ہیں؟

سوال نمبر ۸۵۹ :۔ اسکندریہ کا کتب خانہ کیوں جلا دیا گیا؟ اور حضرت عمرؓ نے علوم سے نفرت کا اظہار کیوں کیا؟

سوال نمبر ۸۶۰ :۔ اگر حضرت عمر بوجہ فتوحات اور اپنے حسن انتظام کے اعزاز کے مستحق ہیں تو پھر غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے کیا قصور کیا ہے کہ اُسے محسنِ اسلام تسلیم نہ کر لیا جائے کیوں کہ دنیوی وقار و سلطنت کے لحاظ سے دونوں بزرگ ہم پلہ ہیں؟

سوال نمبر ۸۶۱ :۔ اپنے علماء سے تحقیق کرا کر بتائیں کہ شیعوں کے اصول خمسہ ایمان و عقائد میں کیا نقص ہے۔؟ عقلی و نقلی دلائل درکار ہیں؟

سوال نمبر ۸۶۲ :۔ حضرت ابو بکر جس طریقہ سے خلیفہ ہوئے موجودہ علم سیاسیات میں اس سسٹم کا نام تحریر کریں اور اسکی مختصر تشریح فرمائیں؟

سوال نمبر ۸۶۳ :۔ اگر خلافت کو نصی منصب نہ تسلیم کیا جائے بلکہ امر خلافت کی شرط انتخاب (ELECTION) مان لیا جائے تو بھی حضرت ابو بکر کو خلافت نامحمود طریقہ سے حاصل ہوئی ہے۔ کیا اصول فقہ میں نامحمود طریقہ سے حاصل کردہ حکومت جائز قرار دی جا سکتی ہے؟

سوال نمبر ۸۶۴ :۔ میں فریاد کرتا ہوں بلکہ متضیث ہوں اور انسانیت کے نام پر مذہب سُنیہ سے گذارش کرتا ہوں ذرا عقیدت کو بالائے طاق رکھ کر جواب دیجئے کہ جو لوگ حصولِ حکومت کیلئے اپنے رسولؐ کے جسد اطہر کے لئے ایسی بے اعتنائی کریں کہ انہیں بے دفن و کفن چھوڑ دیں۔ وہ عقبیٰ میں اُمتِ رسولؐ کے ساتھ کیا بھلائی کریں گے؟

سوال نمبر ۸۶۵ :۔ کیا کوئی سنی المذہب ساری دُنیا میں ایسا ہے جو میرے محسن عالمین، فخر الانبیاء رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی

ایسی بے کسی اور تحقیری کی تدفین پر میری ہمدردی کرے کہ کتبِ فریقین سے صحیح روایات سے ثابت ہے کہ وقتِ تدفین حضور اقدس ساتھ مرد تھے ؟ کاش! اصحابِ ثلاثہ جنکو اسلام کا سب کچھ کہا جاتا ہے اپنے میں سے کسی ایک ہی کو نمائندہ دیانتی چھوڑ جاتے ؟

سوال ۸۶۶ :۔ کیا ایسے اشخاص کو آسمانِ اسلام کا آفتاب و مہتاب کہنا پڑھتے سورج کی پوجا کرنا نہیں ہے ؟ کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس ؟

سوال ۸۶۷ :۔ بعض اہلِ سنّت کا خیال ہے۔ کہ آل سے مراد اُمت ہے، فرمائیے پھر اُمت پر صدقہ حرام کیوں نہیں ہے ؟

سوال ۸۶۸ :۔ مولوی عبدالشکور لکھنوی وغیرہ کا اعتقاد ہے کہ آلِ محمدؐ کا ذکر تو کجا نماز میں ذاتِ رسولؐ پر بھی درود پڑھنا ضروری نہیں ہے حالاں کہ فاروق اہلِ سنّت حضرت عمر بن خطاب کا قول ہے کہ "نماز نہیں ہوتی مگر ساتھ قرأت کے اور تشہد کے اور حضورؐ اور آنحضرت کی آل پر درود پڑھنے کے" (نقلہ حافظ بن حجر فی عمل الیوم واللیلۃ) ارجح المطالب صہ ۱۰۴ فرمائیں عبدالشکور کا عقیدہ صحیح ہے یا حضرت عمر کا۔ ؟

سوال ۸۶۹ :۔ بیہقی نے امام شعبی کا قول لکھا ہے کہ جس نے نبی پر اور اُن کی آل پر درود نہ پڑھا اس کو دوبارہ نماز پڑھنی چاہیے جواب دیں عبدالشکور کی نمازیں کس طرح صحیح تھیں ؟

سوال ۸۷۰ :۔ جواہر العقدین میں ہے امام حسین علیہ السلام نے فرمایا "ہم محمدؐ کی آل ہیں ہم پر صدقہ حلال نہیں" اگر ساری اُمت آل ہے تو پھر فرمائیے امام حسینؑ نے یہ خصوصیت اپنے لئے کیوں ذکر فرمائی ؟

سوال ۸۷۱ :۔ ابن مردویہ نے حضرت بریدہؓ سے روایت کی ہے کہ "حضورؐ نے ہم کو حکم دیا ہوا تھا کہ ہم علیؑ کو یا "امیر المومنین" کہہ کر سلام

کیا کریں" فرمائیے اصحاب ثلاثہ کیلئے بھی حضور نے کوئی ایسا حکم صادر فرمایا ہے؟

سوال نمبر ۸۷۲۔ غلامِ علیؑ حضرت سالمؓ بیان کرتے ہیں کہ میں جنابِ امیرؑ کے ساتھ اُن کی زمین میں کاشتکاری کر رہا تھا کہ حضرات ابوبکر و عمر اُن کو ملنے کے لیے آئے اور "السلام علیک یا امیر المومنین ورحمۃ اللہ برکاتہ" کہہ کر سنتِ اسلام ادا کی۔ اُن سے پوچھا گیا کہ آپ جنابِ رسولؐ خدا کی زندگی میں بھی اس طرح سے کہا کرتے تھے تو حضرت عمر نے جواب دیا کہ آنحضرتؐ ہی نے ہم کو یہ حکم دیا تھا (ارجح المطالب) جواب دیں جب رسولؐ اللہ نے حضرت علیؑ کو امیر المومنین کہنے کا حکم دیا تھا تو پھر حضرت عمر نے اپنی ذات کو "امیر المومنین" کہلوانے کا حکم کیوں صادر فرمایا؟

سوال نمبر ۸۷۳۔ دیلمی نے حضرت حذیفہؓ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ مقبول ارشاد فرماتے تھے کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوتا کہ کب سے علیؑ کا نام امیر المومنین رکھا گیا ہے تو ہرگز اس کے فضائل سے انکار نہ کرتے علیؑ کا نام اس وقت سے امیر المومنینؑ ہوا ہے کہ ابھی آدمؑ روح اور جسد کے درمیان تھے اُس وقت پروردگار نے ارواح کو خطاب کیا کہ میں تمہارا خدا ہوں محمدؐ تمہارے نبی ہیں اور علی تمہارا امیر ہے" کیا یہ بات حضورؐ نے خدا کی طرف یوں ہی منسوب کی ہے۔؟

سوال نمبر ۸۷۴۔ اگر رسولؐ نے ویسے ہی معاذ اللہ برادرانہ شفقت میں اغلاقاً یونہی اللہ کی طرف منسوب کر دی ہے تو پھر قرآن مجید کے بیان کردہ خدا کے اس عہد کا کیا ہوگا، "اگر رسولؐ کسی بات کو یوں ہی ہماری طرف منسوب کر دیتا تو ہم اُسے دائیں ہاتھ سے پکڑ کر اس کی رگِ جان کاٹ ڈالتے" ۶۹/۴۲ تا ۴۶

سوال نمبر ۸۷۵۔ اگر حضورؐ کا بیان صحیح ہے تو بتائیے جب خدا نے ارواح

کے سامنے اپنا اپنے رسولؐ کا اور ہمارے امیرؑ کا کلمہ پڑھا ہے تو آپ لوگ کلمہ کے ساتھ ذکر امارت، ولایت و امامت کو برا سمجھ کر ان کی مخالفت کیوں کرتے ہو؟

سوال نمبر ۸۷۶:۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک روز جناب رسول خداؐ ام المومنین عائشہ کے پاس تشریف رکھتے تھے کہ اتنے میں جناب امیرؑ تشریف لائے اور حضورؐ اور ام المومنین کے درمیان بیٹھ گئے۔ بی بی عائشہ جھنجھلا کر بولیں کیا میری ران کے سوا آپ کے لئے کوئی جگہ نہ تھی سرور کائنات نے بی بی صاحبہ کی پشت پر ہاتھ مارا اور کہا چھوڑ دے میرے بھائی کے بارے میں مجھے ایذا نہ دو۔ یہ امیر المومنین اور سید المسلمین سفید منہ اور ہاتھ والوں کا قائد ہے۔ قیامت کے روز یہ پل صراط پر بیٹھے گا اور اپنے دوستوں کو جنت میں اور دشمنوں کو دوزخ میں داخل کرے گا (ابن مردویہ) اب جواب طلب امر یہ ہے کہ ایسے بزرگ سے دوستی رکھنا جنت کی ضمانت ہوگا یا نہیں؟

سوال نمبر ۸۷۷:۔ ایسی ہستی سے عداوت رکھنا جہنم کا امیدوار بننا ہے کہ نہیں؟

سوال نمبر ۸۷۸:۔ یقین اور شک میں سے کون سی چیز بہتر ہے؟

سوال نمبر ۸۷۹:۔ اگر شک بہتر ہے تو قرآن و حدیث سے ثابت کریں؟

سوال نمبر ۸۸۰:۔ اگر یقین بہتر ہے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت علی علیہ السلام کی شخصیت یقینی طور پر بزرگی کی حد تک تو کم از کم مشترک ہے جب کہ ان کے مخروں کو یہ شرف حاصل نہیں بتائیے عقل کا جھکاؤ کس طرف ہوگا؟

سوال نمبر ۸۸۱:۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ "ذکر علیؑ عبادت ہے" کیا حضرات ثلاثہ کے ذکر کو رسول اللہؐ نے عبادت قرار دیا ہے؟ اگر دیا ہے تو ثبوت صحیح درکار ہے؟

سوال ۸۸۲: حضرت ابوبکر نے فرمایا ہے کہ "علیؑ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے" اور کرم اللہ وجہہ آپ حضرات بھی جناب امیرؑ کے ساتھ تحریر کرتے ہیں فرمائیے حضرات ثلاثہ کے نام کے ساتھ ایسا کیوں نہیں لکھا جاتا ہے؟

سوال ۸۸۳: آپ حضرات کا کم سے کم اتنا عقیدہ ضرور ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ سے محبت کرنا جزو ایمان ہے۔ بتائیے جب عالم الغیب ذات خدا ہے اور ظاہری طور پر کچھ لوگوں کی عداوت حضرت امیرؑ سے مشہور رہی ہے تو پھر ظاہر کو چھوڑ کر محض قیاس سے کام لیتے ہوئے آپ دشمنانِ علیؑ کی محبت کا اظہار کر کے انہیں اجتہاد کے چکے والا سہارا کیوں دیتے ہیں؟

سوال ۸۸۴: حضرت علیؑ کے بارے میں مشہور حدیث ہے کہ رسولؐ نے فرمایا "میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے" مسلک اہل حدیث کے چند ناصبی ذہن افراد اس حدیث کو صحیح نہیں مانتے ہیں فرمائیے اگر یہ حدیث صحیح نہیں ہے تو پھر حضرات شیخین کو علم کی دیواریں کیوں کر کہا جاتا ہے؟

سوال ۸۸۵: کیا شہر کی چھت بھی ہوا کرتی ہے۔؟

سوال ۸۸۶: اگر ہوتی ہے تو زمانہ رسولؐ میں اس شہر کا نام لکھا جائے جس کی چھت تھی؟

سوال ۸۸۷: اگر شہر کی چھت ہونا خلاف واقع ہے تو پھر آپ کے ہاں یہ قول کیوں مشہور ہے کہ عثمان علم کے شہر کی چھت ہیں۔ حالانکہ کتب سے یہ بات صحیح ثابت نہیں کی جا سکتی ہے؟

سوال ۸۸۸: تاریخ تذکرۃ الکرام صہ ۲۳۹ میں ہے کہ حضرت عثمان میں قوت فیصلہ تو مطلق تھی ہی نہیں اور ہر امر میں مستحیل طرف خلط غالب کے ہو جاتے تھے۔ فرمائیے یہ خاصیت حاکم کی خوبی شمار

ہوتی ہے یا خامی؟

سوال نمبر ۸۸۹:- تاریخ خلفائے کرام صفحہ ۲۶۸ میں ہے کہ حضرت عثمان نے بیت المال کی دولت اپنے اقربا میں تقسیم کی۔ کیا آپ ایسی معقول وجہ بتا سکتے ہیں جو حضرت صاحب کا یہ عمل مطابق شریعت صحیح ثابت کرے؟

سوال نمبر ۸۹۰:- کتاب ذخائر العقبیٰ میں ہے کہ حضرت عمر نے ایک عورت سے دھمکی دے کر اقرار جرم کروایا اور اس کے قصاص کا حکم جاری کیا۔ براہ نوازش حدیث رسولؐ سے ثابت کیا جائے کہ ملزم کو دھمکا کر اقرارِ جرم کروانا جائز ہے؟

سوال نمبر ۸۹۱:- سیرۃ فاروق صفحہ ۳۰۷ میں حضرت عمر کا ایک قول درج ہے کہ "کل جو میں نے بولا تھا وہ صحیح نہ تھا اور وہ خدا کی کتاب اور اس کے وعدے کے خلاف تھا" فرمائیے حضرت عمر نے عمداً جھوٹ بولا تھا یا تقیہ کیا تھا؟

سوال نمبر ۸۹۲:- حضرت عمر کی عدالت کے سلسلے میں آپ کے ہاں اُن کے فرزند عبدالرحمٰن بن عمر بن خطاب المعروف ابو شحمہ کا واقعہ بڑے فخر سے بیان کیا جاتا ہے۔ مداحِ عمر میں مولوی شبلی نعمانی نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہے اور اپنی کتاب "الفاروق" میں حضرت عمر کے حالات مکمل تحریر کرنے کی کوشش کی ہے بتائیے شبلی نے یہ داستان زینتِ کتاب کیوں نہیں بنائی؟

سوال نمبر ۸۹۳:- اسلامی شریعت میں شراب کب حرام قرار دی گئی؟

سوال نمبر ۸۹۴:- قصہ ابو شحمہ کی تمام متضاد روایات کو سامنے رکھ کر ثابت کیجئے حضرت عمر نے کس جرم کی سزا میں اپنے فرزند کو ہلاک کیا؟

سوال نمبر ۸۹۵:- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازالۃ الخفاء میں اقرار کیا

ہے کہ حضرت عمر نے جس قدر غلطی مسائل میں کی ہے۔ اس کا احصا نہیں ہو سکتا۔ بتائیے ایسی غلطیاں قلتِ علم کی وجہ سے ہوئیں یا کسی اور باعث سے؟

سوال ۸۹۶:۔ مہر باندھنے کی ممانعت کے بارے میں ایک عورت نے حضرت عمر سے کہا کہ خلیفہ ہو کر قرآن سے ناواقف ہے۔ تو عمر صاحب نے جواب دیا "عمر سے سب کا علم زیادہ ہے" (نوٹ مسدس حالی) فرمائیے حضرت صاحب نے یہ جملہ کسرِ نفسی کے تحت فرمایا یا حقیقت میں اُن کو علمِ قرآن سے واقفیت نہ تھی؟

سوال ۸۹۷:۔ بائبل میں "ایلیا" سے مراد کون ہے؟

سوال ۸۹۸:۔ اے نوٹ بک آن اولڈ اینڈ نیو ٹسٹامنٹس آف بائبل جلد ۱ ص ۲۷۴ اور ص ۲۸۴ مطبوعہ ولیم اے ہالرڈ پریس انگلینڈ ۱۹۰۸ء میں لکھا ہے کہ پرانے اور موجودہ زمانے کی عبرانی زبان میں لفظ "ایلیا" یا "ایلی"، اللہ کے معنی میں استعمال نہیں کیا جاتا ہے۔ بلکہ اس سے مراد زمانہ مستقبل یا آخری وقت میں کوئی ہستی ایسی ہے جس کا نام "ایلیا" یا "ایلی" ہو گا۔

فرمائیے خلفائے ثلاثہ رسول آخر الزماں کے حقیقی وصی ہیں۔ تو اُن کا ذکر و نام کتبِ سابقہ میں کہاں ہے؟

سوال ۸۹۹:۔ رسالہ کرشن بھنی مؤلفہ پنڈت رام دھن شائع کردہ ساگری پستکالیہ دہلی ص ۲۷ میں کرشن جی مہاراج کی ایک دُعا ان الفاظ میں درج ہے؟

اے پرمیشور! اسنسار پرم آتما! تجھے اپنی ذات کی قسم جو آکاش اور دھرتی کا جنم کارن ہے اور اس کی قسم جو تیرے پیارے کا پیارا! تیرے پرسیتم کا پرسیتم ہے تجھے اُس کا واسطہ جو "آھلی" ہے جو سنسار

کے سب سے بڑے مندر ہیں کالے پتھر کے نزدیک۔ اپنا چمتکار دکھلائے گا تو میری بنتی سُن چھوٹے راکششوں کو نشٹ کر اور سچوں کو فتح دے

الیشور" ایلا۔ ایلا۔ ایلا"

فرمایئے آکاش اور دھرتی کے جنم کارن یعنی باعثِ تکوینِ ارض وسما، موردِ لولاک لما خلقت الافلاک کی ذاتِ مقدس کون ہے؟

سوال نمبر ۹۰۰ :۔ پھر کرشن جی زینت ارض وسما کے پیارے (محبوبِ رسول خدا) اور اس کے پریتم (حبیب نبی محترم) کی قسم دے کر کس کا نام پکار رہے ہیں "آہلی"۔ کیا یہ نام حضرت علیؑ کا ہے یا خلفائے ثلاثہ میں سے کسی صاحب کا؟

سوال نمبر ۹۰۱ :۔ بتایئے دنیا کے سب سے بڑے عبادت خانے (کعبہ) میں کالے پتھر (حجر اسود) کے قریب ولادتِ باسعادت کس بزرگ کی ہوئی؟

سوال نمبر ۹۰۲ :۔ کیا حضورؐ نے روزِ خیبر یہ نہیں فرمایا تھا کہ "کل میں علم اس کو دوں گا جو مرد ہو گا، کرار ہو گا، غیر فرار ہو گا، اللہ و رسولؐ کا محب ہو گا اور اللہ اور رسولؐ اس کے محبوب ہوں گے" بتایئے آنحضرتؐ نے کس کی شان میں یہ ارشاد فرمایا؟

سوال نمبر ۹۰۳ :۔ کتاب "ناگر ساگر" مولفہ پنڈت کرشن گوپال مطبوعہ ہمیوس پریس آگرہ شائع کردہ نارائن بک ڈپو آگرہ ۱۹۲۶ء ایڈیشن نمبر ۲ صد ۲۱۱ میں لکھا ہے کہ "پراچین سمے کی پرانی زبانوں میں ایک سنسکرت بھی ہے جس کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ سب سے پرانی بولی ہے۔ اس میں کوئی شاکھیا ایسے بھی ہیں جو آج کل عام لکھنے پڑھنے اور بولنے میں نہیں آتے اسی طرح کا ایک نیام ہے "ایلا" اس کا مطلب ہے بڑے ہی اونچے درجے والا اور "آہل" "آہلی" یا "آلی" بھی اسی سے نکلا ہے جیسا کہ عربی زبان میں کہتے ہیں۔ اعلیٰ۔ عالی علی۔ تعالیٰ وغیرہ پراچین

نام وہ ہے جو پرآتما کا ہے۔" (بدھ گیان مصنفہ رام نرائن بنارسی صہ۵۴)
فرمایئے جب استمدادِ علویہ قدیم مذاہب سے بھی ثابت ہے "ناد علی"
کا ثبوت کتب سنیہ میں بھی موجود ہے تو پھر آپ حضرت علیؑ کو مولا مشکل
کشا ماننے لینے میں تذبذب کیوں فرماتے ہیں؟

سوال ۹۱۲ ۔ مہاتما بدھ پھر کہتے ہیں کہ "وہ آنکھ مجھے دیکھنا ہزاروں پراتھنا (ہزاروں
عبادتوں) کے برابر ہے (النظر علی وجہ علی عبادۃ) تو بھگوان جی کا چہرہ
ہے (وجہ اللہ) میرے پیارے تو سب کچھ ہے اور میں تیرے بغیر کچھ بھی نہیں
("لنا" اور "لا") تو سب کچھ دیکھ رہا ہے سب حال تیرے سامنے ہے۔
میری تکلیفوں کا تجھے علم ہے تو ہی ان کو دور کر سکتا ہے۔"
اب جواب دیجیئے اگر حضرت ابوبکر وصی رسول اللہ ہیں تو پھر اُن کے
تذکرے دیگر مذاہب کی کُتب میں کیوں نہیں مل پاتے؟

سوال ۹۱۳ ۔ کیا کتب ادیان دیگراں میں ایسی بشارات و اخبارات ولایت و
امامت علیؑ کی دلیل نہیں ہیں جب کہ تمام باتیں مفصل و مرتب طور
پر کتب سنیہ میں بھی موجود ہیں؟ خدارا انصاف و ایمان سے فیصلہ فرما کر
جواب دیجیئے؟

سوال ۹۱۴ ۔ یورپی مؤرخ مسٹر واشنگٹن ایرونگ اپنی تاریخ "دی لائف آف
محمدؐ اینڈ ہز سکیسرز صہ ۱۸۲ - ۱۸۱ پر اپنی رائے لکھتے ہیں کہ "خلافت
کے سب سے زیادہ امیدوار جناب علیؑ تھے جن کا سب سے زیادہ فطرتی
حق تھا۔" کیا مسلمان کیلئے یہ امر باعث شرم و افسوس نہیں ہے کہ
غیر مسلموں نے تو حق علیؑ کو تسلیم کر لیا لیکن اُمت نے نہ صرف علیؑ کا حق
غصب کیا بلکہ چوری الٹی سینہ زوری کے مصداق ٹھہری؟

سوال ۹۱۵ ۔ مسٹر جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب "اپیے اپالوجی فار محمدؐ" ایسے ان دی کیلافت کلیں
خطبہ غدیر کے بیان میں لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے خطاب فرمایا۔

دوسرے دوستو! (صحابیو) یہ خدا کے احکام ہیں علیؑ نے مجھ سے سب وحی سیکھی ہے جو مجھ پر وقتاً فوقتاً نازل ہوئی جو اس حکم کو نہ مانے گا اللہ کی دائمی لعنت اس کے سر پر سوار رہیگی (یعنی جو علی کا حکم نہ بجالائے گا) خدا نے قرآن کے ہر سورہ میں علیؑ کی تعریف کی ہے۔ میں دوبارہ کہتا ہوں کہ علی میرا ابنِ عم ہے میرا گوشت ہے میرا خون ہے اور خدا نے اسے نہایت نادر خوبیاں عطا کی ہیں بعد اس کے اس کے بیٹے حسنؑ اور حسینؑ اس کے جانشین ہوں گے۔

اس خطبہ کے تمام ہونے پر (حضرات) ابوبکر، عمر، عثمانؓ، ابو سفیانؓ اور دوسرے لوگوں نے علیؑ کے ہاتھ چومے اور ان کو جانشین رسولؐ ہونے کی مبارکباد دی۔ اور اقرار کیا کہ ان کے تمام احکام کو سچے طور پر مانیں گے (بحوالہ تاریخ اسلام جلد ۳ باب ۲ ص ۲۴)

اب جواب طلب امر یہ ہے کہ ایک غیر مسلم، غیر جانبدار مورخ کی تحقیق کی روشنی میں جن لوگوں نے باوجود تسلیم و رضا تحکیم اور مبارکبادی کے خلافِ رسولؐ حضرت امیر علیہ السلام کو جانشینِ رسولؐ تسلیم نہ کیا۔ کیا وہ لوگ مطیع پیغمبرؐ اور وفادار تھے؟ عقیدت کی پٹی اتار کر جواب دیجئے؟

سوال ۲۱۶: مسٹر سٹینڈ لاٹے فرانسیسی اپنی مشہور کتاب "دو سپرٹ آف اسلام" میں اپنی رائے اس طرح لکھتے ہیں کہ "عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ رسولؐ نے ولی عہد مقرر نہیں کیا۔ لیکن یہ واقعات کا توہم ہے حالانکہ اس کا کافی ثبوت موجود ہے کہ رسولؐ نے اکثر و بیشتر ولی عہدی کیلئے حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کیا خصوصاً حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر اس جگہ جسے خم غدیر کہتے ہیں ٹھہر گئے اور لوگوں کے جمِ غفیر سے یہ الفاظ بیان فرمائے اس سے ان کے ارادہ ولی عہدی میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہتی"۔

کیا یہ بات قابل افسوس نہیں ہے کہ مستشرقین تک تو ارادہ رسولؐ سے واقف ہو گئے لیکن امت نے سرورؐ کی خواہش کا کوئی احترام نہ کیا؟

سوال ۹۱۷: مسٹر ہیڈلاٹ کی رائے ہے کہ اگر تخت نشینی کا اصول جناب علیؑ کے موافق ابتدا سے تسلیم کر لیا جاتا تو وہ برباد کن جھگڑے نہ ہوتے جنہوں نے اسلام کو مسلمانوں کے خون میں غوطہ دیا۔" براہ نوازش اس مورخ کے اس تبصرہ پر اپنا جوابی تبصرہ کیجیے؟

سوال ۹۱۸: آنریبل فریزر ٹیمپل اپنی جنرل ہسٹری کے صفحہ ۲۲۹ میں واضح طور پر لکھتے ہیں کہ "(حضرت) محمدؐ نے اپنے داماد علیؑ کو اپنا ولی عہد بنایا تھا مگر آپ کے خسر ابوبکر نے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر خلافت پر قبضہ کر لیا تھا"

بتائیے اس غیر مسلم کو شیعوں نے کتنی رشوت دی تھی کہ اس نے اپنی محققانہ رائے کا اظہار اس طرح کھل کر کیا؟

سوال ۹۱۹: عروج و زوال سلطنت روم کے مؤلف مسٹر ایڈورڈ گبن نے اپنا ناطق فیصلہ صفحہ ۹۳۸ پر اس طرح لکھا ہے کہ "اگر علیؑ جو مستحق خلافت تھے بعد از رسولؐ خلیفہ مقرر کر دیے جاتے تو اسلام اپنے خون میں نہ نہاتا"۔ آپ بتلائیے کہ اگر حق دار کو اس کا حق مل جاتا تو اسلام کو کیا نقصان ہوتا؟

سوال ۹۲۰: مذہب صحیح وہی ہو سکتا ہے جس میں نیک و بدکار میں امتیاز ہو سکے عیب کہ مذہب سنیہ میں داخل ہوتے ہی یہ پابندی لگ جاتی ہے کہ اصحاب کے معاملہ میں خاموشی اختیار کرو وہ سارے غیر معصوم ہارہا تھے کیا ایسا مسلک جہاں آزادانہ رائے اور تنقید پر ممانعت وارد ہو عقلاً قابل قبول ہو گا؟

سوال ۹۲۱: دین کا بنیادی مشن ہی یہ ہے کہ وہ حق و باطل میں فرق

نمایاں کرتا ہے جب جھوٹ اور سچ آپس میں مل جانے پر اُن کو علیحدہ کرنے کی ممانعت ہو گئی تو حق و باطل کا فرق کس طرح معلوم ہو گا؟

سوال نمبر ۱۹۲۲۔ کتاب خدا کی ابتدا سورہ فاتحہ سے ہے اس میں واضح طور پر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صراطِ مستقیم پر چلا جو اُن کا راستہ ہے جن پر تیرا انعام ہوا ہے اور اُن لوگوں کی راہ سے محفوظ فرما جن پر تیرا غضب ہوا ہے اور جو گمراہ ہوئے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ انعام یافتہ و مغضوب و ضال میں شناخت کرنا ضروری امر ہے لیکن جب نقد و جرح ہی پر پابندی ہو گئی تو پھر صراطِ مستقیم کا تعین کیسے ہو گا؟

سوال نمبر ۱۹۲۳۔ جب اصحاب پر تنقید کی جاتی ہے تو آپ کہتے ہیں کہ شیعہ صحبت رسول پر معترض ہیں یعنی جو لوگ آپ کی صحبت میں رہے ان پر صحبت کا اثر نہ ہوا۔ جواب دیجئے اگر صحبت پیغمبرؐ مؤثر ہے تو پھر آغوشِ رسولؐ کی تربیت کا کیا مقام و درجہ ہو گا؟

سوال نمبر ۱۹۲۴۔ قرآن کریم سے وہ آیت بھی مکمل حوالہ کے ساتھ نقل کر دیجئے کہ ہر صحابی سے نیک گمان رکھنا ضروری ہے مہربانی کر کے اپنی ذاتی تاویل کو کلام خدا میں نہ ملائیے بلکہ صرف آیت نقل کیجئے؟

سوال نمبر ۱۹۲۵۔ مخلصین صحابہ رضوان اللہ علیہم کے فضائل سے کتاب خدا بھری ہوئی ہے احادیث میں اُن کے مناقب درج ہیں ہم شیعوں کا عقیدہ ہے جو اصحاب صالحین رضوان اللہ علیہم کے مراتب کا انکار کرتا ہے وہ موذی خدا اور رسولؐ ہے مردود اور احسان فراموش ہے پھر ہم پر اصحاب دشمنی کا الزام کیوں لگایا جاتا ہے؟

سوال نمبر ۱۹۲۶۔ ہمارے خلاف الزام ہے کہ شیعوں کی کتابوں میں ہے کہ سوائے تین چار اصحاب کے باقی سارے مرتد ہو گئے لہٰذا گذارش ہے وہ تمام روایات شیعہ اصول کے مطابق صحیح ثابت کی جائیں؟

سوال ۹۲۷:۔ اگر مبینہ روایات صحیح بھی ہوں تو کیا قلت تعداد کیلئے ہم روز مرّہ کی گفتگو میں ایسے اعداد استعمال نہیں کرتے ہیں؟ کیا محاورہ میں اُن کے معنی لفظی اعتبار سے اخذ ہوں گے؟ مثلاً میں کہتا ہوں کہ نماز عید کے بعد خطبہ سننے کے لیے مسجد میں دو چار آدمی رہ گئے تھے امجد، بشیر، محمد دین اسلم وغیرہ تو کیا اس سے مراد فی الواقعہ یہی لی جائے گی۔؟

سوال ۹۲۸:۔ کیا کوئی شیعہ اگر کسی صحابی سے بدگمانی رکھتا ہے تو اس کو محبوب رسول یا دوست علیؑ بھی اعتقاد کرتا ہے؟ یا کہ اُس صاحب کو حکم عدوِّ رسول اور عدوِّ امیر علیہ السلام سمجھتا ہے؟

سوال ۹۲۹:۔ کیا شیعوں نے معیارِ عقیدت محبت رسولؐ و آلِ رسول تسلیم کو کے کوئی غلطی کی ہے؟

سوال ۹۳۰:۔ آپ کے خلیفۂ اوّل نے مرتد صحابیوں کے خلاف تلوار اُٹھائی اور حضرت مالکؓ بن نویرہ رضی اللہ عنہ جن کو رسول مقبول نے عامل صدقات مقرر فرمایا تھا باوجود اقرارِ کلمہ کے شہید کیا گیا۔ اگر حضرت ابوبکر کا اصحاب کے خلاف جنگ وجدل کرنا قابلِ اعتراض نہیں ہے۔ تو پھر شیعوں کی صرف جنبش قلم قابلِ معافی کیوں نہیں؟

سوال ۹۳۱:۔ خالد بن ولید نے زوجہ مالک بن نویرہ رضی اللہ عنہ سے کیا سلوک کیا اور حکومت وقت نے اُن کے خلاف کیا کاروائی کی؟

سوال ۹۳۲:۔ اگر شیعوں نے یہ کہا کہ صحابہ مرتد ہو گئے تو بتایئے امام غزالی نے سر العالمین میں ایسے ہی الفاظ اصحاب کے بارے میں کیوں لکھے؟

سوال ۹۳۳:۔ جواب دیجیئے کہ فقہ جعفریہ کو بغیر تائیدِ حکومت و تعاون امارت کے برتری کیوں حاصل ہے؟ جیسا کہ خود آپ کے امام اعظم نے اقرار کیا "میں نے امام جعفر بن محمد (الصادق) سے بہتر فقیہ نہیں دیکھا"
(مناقب ابو حنیفہ جلد ۱ ص ۱۷۳)

سوال ۹۳۴:۔ کیا مذہب اہل سنت کے نزدیک نماز کو عربی زبان کے علاوہ دوسری زبان میں پڑھنا صحیح ہے؟

سوال ۹۳۵:۔ اگر نہیں بلکہ خلاف سنت ہے تو فرمائیے نکاح مسنون کے صیغے عربی میں پڑھنے پر کیا ضد ہے جب کہ مرغی تک حلال کرنے کیلئے تکبیر عربی میں پڑھی جاتی ہے؟

سوال ۹۳۶:۔ جب دین میں جبر و اکراہ نہیں ہے تو بتائیے آپ کے ہاں "جبری طلاق" کیوں ہو جاتی ہے۔؟

سوال ۹۳۷:۔ مذہب امامیہ میں طلاق کیلئے کسی کو مجبور نہیں کیا جا سکتا ہے جب کہ آپ کی فقہ حنفیہ کے مطابق گردن پر چھری رکھ کر طلاق دلوا کے مطلقہ پر قبضہ جمایا جا سکتا ہے جواب آپ دیں مگر خواتین سے سوال ہے کہ ایمان سے کہیں ان کو تحفظ مذہب امامیہ میں ہے یا مذہب سنیہ میں؟

سوال ۹۳۸:۔ نکاح جیسا اہم معاہدہ آپ کے ہاں صرف "طلاق طلاق طلاق" کہنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ رواج زمانہ رسولؐ اور عہد ابوبکر میں ثابت کیجئے؟

سوال ۹۳۹:۔ صحیح مسلم کتاب الطلاق باب طلاق الثلث میں مذکور ہے کہ "حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ زمانہ رسولؐ اور حضرت عمر کی حکومت کے پہلے دو سال تک تین طلاقیں ایک طلاق بنائی جاتی تھی پس عمر بن خطاب نے کہا کہ لوگوں نے ایسے امر میں جلدی کی ہے جس میں انہیں مہلت تھی پس ہم ان پر وہی حکم جاری کر دیں پس انہوں نے وہ حکم (یعنی تین طلاقوں کو بیک وقت تین طلاقیں سمجھ کر طلاق بائن قرار دی) لوگوں پر نافذ کر دیا بتائیے اس خلاف سنت حکم کے نفاذ نے حقوق نسواں پر ظلم کیا ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۹۴۰۔ کیا یہ ظلم کی بات نہیں ہے کہ ساری زندگی اور تمام عمر ساتھ نبھانے کا معاہدہ محض تین سیکنڈ میں توڑ کر رکھ دیا جائے؟ عقل اس کی مقتضی ہے کہ اس قدر اہم عہد کو دین تحفظ بخشے کیا آپ کے مذہب میں اسے ایسی حفاظت میسر ہے جب کہ بعض اوقات صرف شیعوں کا جلوس ہی دیکھ لینا اس معاہدے کو باطل قرار دیتا ہے (فتویٰ ردِ روافض صہ ۱۰۶)

سوال نمبر ۹۴۱۔ غزالی نے حقوق الانسان صہ ۱۷۲ میں لکھا ہے کہ "جمہور فقہا نے حضرت عمر کے اجتہاد کی پیروی کر کے اس طلاق (بمطابق اہل سنۃ والجماعۃ) کی صحت کا فتویٰ دے دیا ہے حالانکہ سنّت پیغمبر قطعاً اس کے خلاف تھی" فرمائیں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبیؐ تھے یا حضرت عمرؓ؟

سوال نمبر ۹۴۲۔ جو اجتہاد رسولؐ کریم کی سنّت کے خلاف ہو گا کیا آپ اسے قبول کر کے بھی اہلِ سنّت ہونے کا دعویٰ جاری رکھیں گے؟

سوال نمبر ۹۴۳۔ کیا حضرت مختار ثقفی رحمۃ اللہ علیہ سے بدگمانی سُنّی حضرات صرف اس وجہ سے رکھتے ہیں کہ انہوں نے قاتلانِ حسینؑ کو کیفر کردار تک پہنچایا؟

سوال نمبر ۹۴۴۔ جواب دیجئے کہ عبداللہ بن زبیر نے خونِ حسینؑ کے بارے میں کیا عملی قدم اُٹھایا؟ جب کہ قصاص عثمان کی شورش میں انہوں نے خلیفۂ برحق کے خلاف نمایاں کردار ادا کیا تھا؟

سوال نمبر ۹۴۵۔ شاہ اسمعیل شہید نے اپنی کتاب منصب امامت میں اقرار کیا ہے کہ روزِ قیامت علیؑ کی ولایت کا سوال کیا جائیگا؟ بتائیے جب ولایت علیؑ ضروری ہی نہیں ہے تو پھر سوال کاہے کا؟

سوال نمبر ۹۴۶۔ جب شیعہ تمام امور اہل سُنّت ہی کی کتابوں سے ثابت کرتے ہیں تو آپ ہارے ہوئے جواری کی مانند یہ کہہ دیتے ہیں کہ اسلامی لٹریچر شیعوں ہی کا تحریر کردہ ہے بتائیے جب آپ کی کتابیں بھی شیعوں ہی نے لکھی

ہیں تو پھر آپ کے علمار کیا کرتے رہے؟

سوال ۹۴۷ء:۔ اپنے کم از کم پچیس[۲۵] علمائے متقدمین کے ناموں سے آگاہ کر دیجئے جن کو آپ معتمد تسلیم کرتے ہیں؟

سوال ۹۴۸ء:۔ اپنی صحاح ستہ کے علاوہ مزید چالیس[۴۰] کتابوں کی فہرست شائع فرمائیں جو کم سے کم تین[۳] سو سال قبل تحریر کی گئی ہوں اور آپ اُن کو حجت تسلیم کرتے ہوں؟

سوال ۹۴۹ء:۔ (PUBLIC MOURING) کو کسی بھی قوم نے مذموم قرار نہیں دیا ہے لیکن یہ خاصہ بھی آپ ہی کے مذہب شریف کا ہے کہ عزاداری کو آپ ناجائز سمجھتے ہیں عقلی دلائل دیجئے؟

سوال ۹۵۰ء:۔ ہر قوم خواہ وہ کسی مذہب کی پیرو ہو یا ملحدانہ نظریہ رکھتی ہو اپنے بزرگوں کی یادگاروں کی تعظیم و قدر کرتی ہے لیکن آپ ہیں کہ اہل بیت[ع] کی زیارات کو ناگوار سمجھتے ہیں۔ بتائیے کیا اہل بیت[ع] کو آپ برگذیدہ اعتقاد کرتے ہیں؟

سوال ۹۵۱ء:۔ اگر کالا لباس اتنا ہی برا ہے تو فرمائیے غلافِ کعبہ کا رنگ سیاہ کیوں ہے اور حضور[ص] کو کالی کملی والا رسول[ص] آپ نعتوں میں کیوں کہہ کر اقرار کرتے ہیں کہ آپ نے کالی عبا اوڑھی؟

سوال ۹۵۲ء:۔ ایک طرف آپ کہتے ہیں کہ صحابہ نے دنیا کے کونے کونے میں اسلام پھیلایا دوسری طرف آپ الزام لگاتے ہیں کہ اسلامی لٹریچر شیعوں نے لکھا ہے دونوں میں کون سی بات قابلِ قبول ہے؟

سوال ۹۵۳ء:۔ آپ کو اس مفروضہ پر بہت ناز ہے کہ اگر ایک عمر اور ہوتا تو ساری دنیا میں اسلام پھیل جاتا۔ لیکن ہم کہتے ہیں آپ زمانہ عمر میں صرف نصفِ ایشیا ہی میں مسلمانوں کی کثرت ثابت کر دیجئے؟

سوال ۹۵۴ء:۔ چلئے دورِ حاضرہ ہی میں ایشیا کے تمام ممالک کی آبادی

اور مسلمانوں کا تناسب تحریر کر کے ثابت کر دیجئے کہ اُس وقت ایشیا میں دیگر اقوام کی نسبت مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے؟

سوال ۹۵۵:۔ اگر آپ اکیلی کتاب کو ہدایت کیلئے کافی سمجھتے ہیں تو مہربانی کر کے آلمٓ کے معنی بتا دیجئے؟

سوال ۹۵۶:۔ جب پہلے سبق کے پہلے حروف ہی سے واقفیت نہیں ہے تو پھر آگے کے اسباق کا کیا حال ہوگا؟

سوال ۹۵۷:۔ اگر عقلاً کتاب ہدایت کیلئے کافی ہوتی ہے۔ تو پھر دُنیا اساتذہ کی ضرورت سے کیوں انکار نہیں کر دیتی اور اُن کو درس گاہوں سے فارغ کر کے کثیر رقم کی بچت کیوں نہیں کرتی؟

سوال ۹۵۸:۔ برائے مہربانی اُس صحابی رسولؐ کا نام تحریر فرمایئے جس نے سب سے پہلے حضورؐ کے ساتھ نماز ادا کی؟

سوال ۹۵۹:۔ جماعت صحابہ میں یہ شرف کس صحابی کو حاصل ہے کہ جنگوں میں محافظِ علمِ رسولؐ ہو اور روزِ اُحد جب کہ سب کے پاؤں اکھڑ گئے مگر وہ شخص صبر و استقامت سے اپنے مقام پر ڈٹا رہا؟

سوال ۹۶۰:۔ کس بزرگ صحابی نے حضورؐ کو غسل دے کر قبر مبارک میں اُتارا؟

سوال ۹۶۱:۔ روزِ قیامت لوا الحمد کس بزرگ کے ہاتھ میں ہوگی؟ مرفوع حدیث رسولؐ پیش کیجئے جس کے راوی ثقہ ہوں؟

سوال ۹۶۲:۔ امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب نے شہادت کے بعد کیا ترکہ چھوڑا؟

سوال ۹۶۳:۔ کیا اہل بیتؑ سے محبت رکھنا باعث نجات نہیں ہے؟

سوال ۹۶۴:۔ وہ کون سا رائج مذہب ہے جسے مذہب آلِ محمدؐ کہا جاتا ہے؟

سوال ۹۶۵:۔ حکم قرآن یہ ہے کہ اُن لوگوں سے محبت نہ رکھو جن پر خدا کا غضب ہوا ہے (ممتحنہ) کیا آپ اس حکم کو مانتے ہیں؟

سوال ۹۶۶:۔ سورۂ اعراف ر ۱۵۲ پ ۹ میں ہے کہ جنہوں نے بچھڑے کو معبود

بنایا (یعنی ہارونؑ کی اطاعت سے روگردانی کی) اُن پر اللہ کا غضب ہے
رسول ﷺ کریم نے حضرت علیؑ کو ہارونِ اُمت قرار دیا بتایئے اُن کی نافرمانی
غضب خدا کا سبب ہوگا یا نہیں؟

سوال ۹۶۶۔ سورہ نحل ر ۱۰۶ پ ۱۴ میں ہے کہ مجبور د مطمئن قلب کے علاوہ اگر
کوئی کشادہ سینہ سے کفر کرے تو اس پر خدا کا غضب ہے فرمایئے جو
لوگ بعد ایمان بلا مجبوری مرتکب کفر ہوئے اُن سے محبت رکھنا خدا کی حکم عدولی
ہوگا یا نہیں؟ صرف ہاں یا نہ میں جواب دیں؟

سوال ۹۶۸۔ سورہ طٰہٰ پ ۱۶ ر ۸۶ میں مضمون ہے کہ عہد شکنی پر اللہ کا
غضب ہے۔ کیا جن لوگوں نے عہد غدیر توڑا یا بیعت رضوان توڑی اُن
سے محبت کرنا خلافِ حکم خدا ہوگا یا نہیں؟

سوال ۹۶۹۔ سورہ شوریٰ پ ۲۵ ر ۱۶ میں ہے خدا کے بارے میں جھگڑا کرنے
والوں پر غضب ہوگا بتایئے ایسے مغضوب قابل نفرت ہیں یا لائق محبت؟

سوال ۹۷۰۔ سورہ مجادلہ پ ۲۸ ر ۱۴ ہے د کیا آپ نے اُن لوگوں کی حالت
پر غور نہیں کیا جو اُن لوگوں سے محبت رکھتے ہیں جن پر خدا نے غضب
ڈھایا ہے تو اب وہ نہ تم میں سے ہیں اور نہ اُن میں (نہ مسلمان ہیں
نہ کافر) یہ لوگ جان بوجھ کر جھوٹ پر قسمیں کھاتے ہیں۔ (جانتے بوجھتے
غلط بات کو قیاس کے سہارے صحیح سمجھتے ہیں) (حالانکہ) اُن کو علم ہے
(حقیقت حال سے واقف ہیں)۔

جواب دیجئے ایسے حضرات اور اُن کے عقیدت مندوں سے
دوستی خلاف قرآن ہے یا نہیں؟

سوال ۹۷۱۔ خدا کی نشانیوں کا انکار بھی باعث غضب خدا ہے (البقرہ)
بتایئے جو لوگ "آیات اللہ" سے انکار کرتے ہیں مغضوب ہیں یا نہیں؟

سوال ۹۷۲۔ جن لوگوں کو خدا نے اپنی عنایت سے افضل فرمایا ہے اُن

کے کفر کرنے والے بھی مغضوب ہیں (سورۂ بقرہ) بتلائیے ایسے لوگوں سے محبت کس طرح جائز ہوگی؟

سوال ۹۷۳:۔ سورۂ اعراف پ ۸ ر ۱۷ میں ہے کہ جن لوگوں نے چند ناموں کے بارے میں جھگڑا پیدا کیا جو اُن کے آباؤ اجداد نے بلا سند خدا (بلا نص) خواہ مخواہ گھڑ لیے تھے اُن پر اللہ کا غضب ہوا؟ فرمائیے بغیر نص کے افراد کیلئے جھگڑا کرنا غضب خدا کو دعوت دینا ہے یا نہیں ہے؟

سوال ۹۷۴:۔ سورۂ نساء پ ۵ ر ۹۳ ہے کہ "جو شخص کسی مومن کو عمداً مار ڈالے اس کی سزا دوزخ ہے اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گا اُس پر خدا نے غضب ڈھایا اور اس پر لعنت کی ہے اور اس کے لئے بڑا سخت عذاب ہے۔" بتائیے قاتلانِ اہل بیتؑ مغضوب و ملعون ہیں یا نہیں؟

سوال ۹۷۵:۔ سورۂ فتح پ ۲۶ ر ۶ میں منافقین و مشرکین و ظالمین تینوں پر لعنت و غضبِ خدا مرقوم ہے بتائیے یہ تینوں ملعون و مغضوب ہوئے یا نہیں؟

سوال ۹۷۶:۔ صراطِ مستقیم کن لوگوں کی راہ ہے؟

سوال ۹۷۷:۔ کیا آلِ محمدؐ علیہم السلام صراطِ مستقیم پر تھے یا نہیں؟

سوال ۹۷۸:۔ اگر آلِ محمدؐ علیہم السلام سیدھی راہ پر نہ تھے تو پھر آپ کے امام ثعلبی نے اور صاحب معالم التنزیل نے یہ روایت کیوں لکھی کہ "مسلم بن حبان کہتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا ہے کہ صراطِ مستقیم سے جناب محمدؐ اور اُن کی آلؑ کا طریقہ مراد ہے؟

سوال ۹۷۹:۔ فضیلت کا ثبوت دو قسم سے ہو سکتا ہے عقل سے یا نقل سے بتائیے خلفاء ثلاثہ کو عقلی اثبات سے آپ افضل مانتے ہیں یا نقلی اعتبار سے؟

سوال ۹۸۰:۔ اگر عقلاً آپ افضیلت ثلاثہ کے قائل ہیں تو ازراہ نوازش علم و شجاعت کے دونوں معیاروں میں اُن کو حضرت علیؑ سے بلند پایہ

عالم و شجاع ثابت کر دیجئے؟

سوال ۱۹۸۱ء۔ اگر نقلاً مانتے ہیں تو اُن کی افضلیت منصوص ثابت کریں کتابِ خدا سے اور احادیثِ صحیح سے؟

سوال ۱۹۸۲ء۔ طبرانی نے حضرت عمر بن خطاب سے روایت کی ہے کہ رسالت مآب صؐ نے فرمایا کہ کسی شخص نے علیؑ کی مثل فضل کا اکتساب نہیں کیا وہ اپنے دوست کو ہدایت کی راہ دکھاتا ہے اور بُرائی سے پھیرتا ہے۔
بتائیے آپ اپنے فاروق اعظم کی اس حدیث پر اعتماد کرتے ہیں یا نہیں؟

سوال ۱۹۸۳ء۔ کیا حضرت علیؑ کے علاوہ اصحاب ثلاثہ میں سے کسی صاحب نے دعویٰ عام کیا ہے کہ "سلونی" یعنی جو کچھ مرضی ہو پوچھ لو؟

سوال ۱۹۸۴ء۔ کنز العمال ملا متقی میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "علیؑ میرے علم کا خزانہ ہے" کیا شیعوں نے اس خزانہ سے فیض حاصل کر کے غلطی کی ہے؟

سوال ۱۹۸۵ء۔ کتاب خدا متقین کے لئے ہدایت ہے بتائیے بعد از رسولؐ امام المتقین سے بڑھ کر ہدایت کو جاننے والا اور کون تھا؟

سوال ۱۹۸۶ء۔ بتائیے حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ حضورؐ نے اصحاب ثلاثہ میں سے کس کو "امام المتقین" فرمایا۔ حوالہ مکمل دیجئے کتابیں اپنی دیکھیے؟

سوال ۱۹۸۷ء۔ اگر کوئی حدیث ایسی مل جائے تو اپنے اصولِ حدیث کے مطابق اُسے صحیح و مرفوع بھی ثابت کر دیجئے؟

سوال ۱۹۸۸ء۔ سید علی ہمدانی نے مودۃ القربیٰ میں جناب سیدہ فاطمہ زہرا سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا جس کا میں ولی ہوں اس کا علیؑ ولی ہے جس کا میں امام ہوں پس اس کا علیؑ امام ہے

بتائیے اصحاب حضورؐ کو ولی وامام مانتے تھے یا نہیں؟

سوال ۹۸۹:- اگر مانتے تھے تو بتائیے پھر انہوں نے علیؑ کو ولی اور امام کیوں تسلیم نہ کیا؟

سوال ۹۹۰:- اگر انہوں نے علیؑ کو ولی بھی مانا اور امام بھی مانا تو پھر شیعوں کا عقیدہ پورا ہوا لہذا اختلاف کیسا؟

سوال ۹۹۱:- بتائیے معاویہ وغیرہ نے علیؑ کی بیعت نہ کر کے ولایت وامامت رسولؐ کا انکار کیا کہ نہیں؟

سوال ۹۹۲:- امام حاکم نے متعدد اور صحیح طریقوں سے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری طرف وحی بھیجی گئی ہے کہ اللہ نے یحییٰ بن زکریا علیہ اسلام کے بدلے ستر ہزار آدمی کو مارا ہے اور تیرے نواسے (حسینؑ) کے بدلے ستر ہزار افراد کو ہلاک کرنے والا ہوں۔

اگر معاذ اللہ امام حسینؑ علیہ السلام نے یزید ملعون پر خروج کیا تھا تو پھر حضورؐ نے یہ بشارت دے کر (جو پوری ہوئی) امامؑ پاک کی مظلومیت کی تصدیق کیوں فرمائی ہے؟

سوال ۹۹۳:- ترمذی اور دیلمی نے روایت کیا ہے کہ حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ تحقیق رسولؐ اللہ صلعم نے حسینؑ وحسنؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جو شخص مجھے اور ان دونوں کو اور ان دونوں کے ماں باپ کو پیار رکھے وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا؟

جواب دیجئے محبت پنجتنؑ پاک کا درجہ بلند ہے یا ان کے مخالفین کی مودۃ کا؟

سوال ۹۹۴:- امام احمد بن حنبل نے حضرت انس سے روایت کی ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اہل کو اور علی کو پیار کرو

جس نے میرے اہلبیتؑ میں سے کسی سے بھی بغض رکھا بہ تحقیق اس پر میری شفاعت حرام ہو گی۔

کیا اہلبیت سے بغض رکھنا اپنے پر شفاعت کا حرام کرنا ہے یا نہیں۔

سوال ۹۹۵۔ سورہ نساء آیت ۱۵ ہے کہ "ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم من بعد وصیۃ توصون بہا او دین"

یعنی ازواج کے لئے چوتھا حصہ ہے تمہارے ترکہ کی بعض اشیا میں سے بشرطیکہ تمہاری اولاد نہ ہو اور آٹھواں حصہ ہے تمہارے ترکہ کی بعض چیزوں میں سے اگر تمہاری اولاد موجود ہو، تمہاری وصیت کو پورا کرنے اور قرضہ ادا کرنے کے بعد۔

اس قرآنی حکم کے مطابق مذہب امامیہ میں بیوی کا شوہر کے ترکہ میں وارث ہونا ثابت ہے پھر آپ یہ گمراہ کن پروپیگنڈہ کیوں کرتے ہیں۔ شیعہ بیوی کو شوہر کے ترکہ سے محروم کر دیتے ہیں؟

سوال ۹۹۶۔ قرآن مجید میں ہے

"وقل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا"

یعنی اور کہو کہ حق آگیا اور باطل بھاگ گیا واقعی باطل تو بھاگنے ہی والا ہے (سورہ بنی اسرائیل ۸۱)

جب ہم گزشتہ تاریخ عالم کو دیکھتے ہیں اور حالات حاضرہ ملاحظہ کرتے ہیں تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ارض خداوندی میں ہمیشہ اہل باطل کثیر تعداد میں رہے اور اہل حق قلیل۔ بتلایئے اس آیت کو کس زمانے سے تطبیق کیا جائے؟

سوال ۹۹۷۔ جب ابلیس نے سجدۂ آدم سے انکار کر دیا تو اسے خدا نے اپنی بارگاہ سے خارج کر کے خارجی بنا دیا لیکن اس کی خواہش کے مطابق اُسے "یوم یبعثون" تک کی مہلت دیدی گئی۔ بتایئے یہ دن کون سا ہو گا۔؟

سوال ۹۹۸۔ روز قیامت، یوم الدین اور یوم یبعثون میں کیا فرق ہے؟

سوال ۹۹۹۔ آپ دین اسلام کے دعویدار ہیں اگر کوئی لادین شخص آپ پر سوال کرے کہ لفظ "دین" کی تعریف بزبان خلفا ثلاثہ بیان کریں تو آپ کا جواب کیا ہو گا۔ حضرت ابو بکر، عمر اور

غیرہ ان میں سے کسی بھی صاحب کی بیان کردہ "دین" کی تشریح اپنی کسی صحیح کتاب سے مکمل حوالہ کے ساتھ نقل فرما دیجئے۔

سوال ۱۰۰۰۔ اہل سنۃ والجماعۃ کے آئمہ اربعہ میں سے ایک امام احمد بن حنبل اپنی مسند کے جز اول صہ ۳۲۷ پر روایت نقل کرتے ہیں کہ

عن ابن عباس قال تمتع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال عروۃ بن الزبیر نھی ابوبکر و عمر عن المتعہ"

یعنی ابن عباس کہتے ہیں کہ جناب رسولؐ خدا نے متعہ کیا تھا۔ پس عروہ بن زبیر نے کہا ابوبکر و عمر نے متعہ سے روکا

جواب دیجئے اگر آپ متعہ کو زنا کہتے ہیں تو حضرتؐ کی سیرت طیبہ پر ایسا الزام لگا کر "توہین خلق عظیم" کے مرتکب ہوتے ہیں یا نہیں؟

کہاں تک سنو گے، کہاں تک سناؤں

ہزاروں ہی شکوے ہیں کیا کیا بتاؤں